شہنشاہ نامۂ اسلام

عیش بدایونی



مغازی رسول

۱۳۵۴ ہجری

معروف

رشید احمد مرشد بہ صمد علی حسین

شہنشاہ نامۂ اسلام

من تصنیف جناب مولوی مجتہد الدین احمد صاحب عیش بدایونی آل رسولی

از ارشد تلامذہ امیر الشعرا حضرت امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام

خان صاحب قاضی محمد لطافت حسین ہاشمی پرنٹر

در مطبع ہاشمی پریس بدایون طبع گردید

(کاتب محمد فضل حسین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم صل علی محمد و آلہ قدر حسنہ و جمالہ

اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّ نَاوِلْہَا | کہ شور العطش رفتہ ز محفلہا بہ محفلہا
خدا رکھے ترا میخانہ کوئی جام دے ساقی | فقیر میکدہ ہوں میں خدا کے نام دے ساقی
چھلکتا آج میرے ہاتھ میں اک جام خوشبو ہو | یہ دنیا ہو یہ میخانہ ہو یہ بادہ ہو اور تو ہو
جو میرے ہوش اڑا دے مست کر دے بیخبر کر دے | مجھے وہ شیشۂ مے دے وہ مینا دے وہ ساغر دے
خیال اتنا رہے ساقی پیونگا میں وضو کر کے | بھرا ساغر اگر بھرنا تو خم کو قبلہ رو کر کے
نہیں کچھ خیر جس میں ہو وہ مے کس کام کی ساقی | تری خیرات کی ہو یا خدا کے نام کی ساقی
لئے ہو ہاتھ میں جام زمرد جو شرابی ہو | مجھے پھر رنگ تیری پاس مینائے گلابی ہو
مجھے آج ایسا پیو دے شراب روح افزا سے | کہ گر کر پاؤں پر تیرے اٹھاؤں ہاتھ دنیا سے
جہاں میں مجھکو تجھکو دیکھکر یہ شور برپا ہو | پلانے والا ایسا ہو تو پینے والا ایسا ہو

دعائیں دی کہ تجھے خوش تیرا مے آشام ہو جائے — جو بیٹھے صبح سے پینے کو ساقی شام ہو جائے
وہ مے ہو جو مری بیماریٔ غم کو شفا بخشے — وہ مے جو سرمد و منصور نے پی تھی خدا بخشے
وہ مے دے آرزو رکھیں پیمبر اور ولی جسکی — وہ مے دے نوح کی طوفان میں کشتی چلی جسکی
وہ مے جو بادۂ تسنیم سے اونچی ہے پائے میں — وہ مے ہے باغ جنت جسکے میخانے کے سائے میں
وہ مے جو گلشن جنت کے ماموروں نے کھینچی ہو — وہ مے رضواں جسے لایا ہو جو حوروں نے کھینچی ہو
وہ مے جو عرش سے بھیجی گئی تطہیر دو ابوں کو — وہ مے درکار ہے ملتی ہے جو تقدیر والوں کو
وہ مے دے جو جواں مجھکو بنا دے عہد پیری میں — وہ مے دے بادشاہی میں کروں جس سے فقیری میں
بجھے جس سے کہ پیاس اور دور میری سرگرانی ہو — جو ایسی ہو کہ مے کی مے ہو اور پانی کا پانی ہو
مرے پینے کو ساقی آج تو ایسی شراب آئے — کہ میرے سامنے پھر حالت عہد شباب آئے
ارادہ میرا اے ساقی ہے آج اس مے کے پینے کا — ہے جس میں لطف مرنے کا مزہ جس میں ہے جینے کا
تمنا ہے مری دل میں یہ حسرت بھی باقی ہو — کہ مے بغداد کی ہو اور بخارے کا ساقی ہو
نہالوں میں زیادہ ایسی ہو اور بے حساب ایسی — بھگو دے مجھکو کشتی سے اٹھے موج شراب ایسی
پریشاں خاطر و آزردہ و بیکار کیوں ہوتا — پڑا ناتھا نرا مجھ ادھر میں خوار کیوں ہوتا

کرو خوش تم مرغوب پی لی آج جی بھر کے | بس اب جاتا ہوں ساقی خوب پی لی آج جی بھر کے

بہت سا کام ابھی سامنے اور وقت تھوڑا ہے | مجھے حالِ ولادت اب شہ والا کا لکھنا ہے

حال ولادت

بیان ہے ان مضامیں کا احادیث شریفہ میں | یہ ذکر پاک آیا ہے روایات صحیحہ میں

ہوئی اللہ کو منظور جب پیدائش عالم | کیا نورِ نبی پیدا ابنائے حضرتِ آدم

ملا وہ نور آدم کو اور آدم آئے جنت میں | نکل کر پردۂ خلوت سے آیا بزم کثرت میں

وہیں پھر پہلوئے آدم سے حوا کی گئیں پیدا | پھر ان دونوں کو جنت سے سر فرشِ زمیں بھیجا

یہ چاہا پھر کہ ہو آبادیٔ دنیا کی تیاری | تو اُن سے سلسلہ اولاد کا فرمادیا جاری

کیا قدرت سے اپنی ان میں پھر یہ بھی اثر پیدا | کہ صبح و شام ہوں دو لڑکیاں اور دو پسر پیدا

ہوئی اولاد کی کثرت بڑھی پھر اُنکے گھر والے | کہ آئے شام والوں کے نکاحوں میں سحر والے

ہوئے پیدا جناب شیث تنہا بطن حوا سے | اُنھیں پیغمبری بخشی گئی درگاہ مولا سے

قریب اب اور بھی وقتِ ظہور شاہ دیں آیا | کہ پشت شیث میں آدم سے وہ نور مبیں آیا

وہاں سے چلکے ابراہیم تک وہ نورِ پاک آیا
نکل کر اُن سے بطنِ ہاجرہ میں جلوہ فرمایا

ہوئیں وہ شاد و خورم چاند سا بخشا پسر اُنکو
دیا خالق نے اسمٰعیل سا نورِ نظر اُن کو

مٹانا رسمِ عصیاں کاری و لہو و لعب آیا
دکھانا شانِ حق تا پشتِ عبدالمطلب آیا

ہوئے چرچے جہاں میں اُنکے نام آور گھرانے کے
بڑے نامی بڑے حاکم ہوئے اپنے زمانے کی

وہ نور اُنسے پھر اُنکے بیٹے عبداللہ میں آیا
پھر اُسنے آ کے بطنِ آمنہ میں جلوہ فرمایا

ہوئی یکلخت تبدیلی جہاں کے کارخانے میں
ہوا کچھ اور ہی چلنے لگی پھر تو زمانے میں

پرانے قاعدے مٹنے لگے عہدِ جدید آیا
نبی کے خیر مقدم کے لیے دورِ سعید آیا

غرض تاریخِ تشریف آوری شادیں آئی
بخیریت ربیع اوّلیں کی بارھویں آئی

بہار

جہاں کے گوشے گوشے میں صبا جا کر پکار آئی
بہار آئی بہار آئی بہار آئی بہار آئی

بہار آئی زمانے بھر میں اور ایسی بہار آئی
بشکلِ ابر تھی گویا رحمتِ پروردگار آئی

بہارِ تازہ کی کیا جلوہ فرمائی تھی دنیا میں
بالفاظِ دگر جنت اُتر آئی تھی دنیا میں

جگہ اپنے ٹھہرنے کی جو شاخوں پر نہ پاتے تھے
بنفشی کی طرح گُل فرشِ زمیں ہوئے جاتے تھے

کہیں تھیں نقش شاخیں اور کہیں شمشاد اکڑتے تھے
تبسم کرتے تھے غنچے تو مونہہ سے پھول جھڑتے تھے

ردا ابرِ سحر کے دوش پر شبنم کی آئی تھی
زمیں گلزار کی پھولوں کے پرتو سے گلابی تھی

کھلے پھول کیا رنگ رحمت نے عجب نقشہ جمایا تھا
چمن میں جو شجر تھا ابرِ رحمت اُسکا سایہ تھا

جو ہر جا تازہ و ہر ہر وقت لطفِ تازہ حاصل تھا
کہیں کو کو تھی قمری کی کہیں شورِ عنادل تھا

ہوئی دل بخش جب وہ حالت نسیمِ روح پرور کی
ہوا کی موجیں ایسی جیسے موجیں نہرِ کوثر کی

نہ تھا کچھ دور اس آب و ہوا کے دورِ میموں میں
اگر سبزہ جم اُٹھتا گنبدِ خضرائے گردوں میں

چمک تھی نہر کے آبِ مصفا کی روانی میں
کھڑے تھے سرو خشکی پر نظر آتے تھے پانی میں

ہوا تھا حکم جاری نور سے معمور ہو جائے
چمن کا پتہ پتہ برگِ نخلِ طور ہو جائے

طریقے دلفریبی کے بہر صورت نکلتے تھے
نسیمِ صبح کے جھونکے دلہن بن بنکے چلتے تھے

مصفا و مسطح تھے چمک تھی دل پسندی تھی
چمن کے تختے تختے میں غرض آئینہ بندی تھی

اُچھلنے کیلئے پانی نے بنیادیں یہ ڈالیں تھیں
کہ فواروں میں آنیکے لئے راہیں نکالیں تھیں

ہجومِ گُل سے راہیں بند تھیں بالکل نکلنے کی
جگہ ذروں کو بھی ملتی نہ تھی پہلو بدلنے کی

جو تھا وہ باغ میں ہونیکو حاضر بے تحاشا تھا
بہارِ لالہ و گل بھی تماشا سا تماشا تھا

بہار باغ کی کوئی صفت لکھے یہ کیا ممکن
حقیقت میں یہ جنت تھی بقولِ حضرتِ محسن

بہار آئی ہے شب بسکہ دیارِ خلد و کوثر میں
ابد تک اب حجاب ان سحتی رہے پھولوں کی چادر میں

مزاجِ سرو بادِ صبح میں مقبول ہو جائے
جو آ جائے تو انگارے چمن میں پھول ہو جائے

صبح

جو وقتِ صبح ہونیکو ظہورِ شاہ والا تھا
تو یہ کہیے ستارہ صبح کی قسمت کا چمکا تھا

دھرا ہے اسمیں کیا کیوں جلوۂ نورِ سحر دیکھو
اگر ہی دیکھنا تو آمنہ بی بی کا گھر دیکھو

یہ ہے صبحِ ولادت بادشاہ دین و دنیا کی
بھلا تعریف ہو سکتی ہے کیا اس صبح زیبا کی

کیا تھا اس سحر نے پاک پیچھا شب کی ظلمت سے
کہ چوٹی باندھ کر نکلی تھی کوئی حور جنت سے

ستارہ صبح کا تھا یا خدا کا نور روشن تھا
زمین پاک تھی مکے کی یا وادیِ ایمن تھا

سحر کیوں کہیے اسکو چرخ کی روحِ رواں کہیے
سحر کیوں کہیے اسکو نورِ جانِ قدسیاں کہیے

ملائک کی بھی اسکی روشنی سے عقل حیراں تھی
سحر تھی یا کوئی لوحِ بیاضِ نورِ ایماں تھی

سحر تھی یہ کوئی یا روشنی انوار قدرت کی
پڑھی تھی پیشوائی کے لئے مہر رسالت کی

نہ ایسی روشنی بارِ دگر پھر جلوہ گر ہوگی
ہوئی تھی اور نہ ایسی تا قیامت پھر سحر ہوگی

ہوئی تھی یوں جدا یہ صبح نو شب کی سیاہی سے
نکل آئے تھے یوسف صفا جیسے بطن ماہی سے

ضیائے صبح صادق یہ خبر آکر سناتی ہے
خبردار اب سے اری مخبر صادق کی آتی ہے

درِ اقدس پر اُن کی ٹوٹ کر سارا جہاں آیا
مبارک ہو کہ وقت دورۂ امن و اماں آیا

کوئی طاعات میں شاغل کوئی مدح زبانی ہے
فلک مصروف سجدہ ہے ملک تسبیح خوانی ہے

نہ اس سے بھی اُنکی ہیبت آمد کا ملتا تھا
گرے تھے کنگرے اُسکے مکاں کسریٰ کا ہلتا تھا

تھیں یوں حاضر کہ حاصل ہو سعادت اُنکی خدمت کی
بھرا تھا آمنہ بی بی کا گھر حوروں سے جنت کی

فلک والوں کے ہر کارے پر ابر آئے جاتے تھے
مگر اتنا ہجوم کار تھا گھبرائے جاتے تھے

قدوم شاہ والا سے زمیں شرمائی جاتی تھی
مگر جب دیکھتی تھی چرخ کو اترائی جاتی تھی

نوید آمد ختم رسالت دیتے پھرتے تھے
طیور باغ آپس میں بشارت دیتے پھرتے تھے

خلیل اللہ نے جنکو بلایا تھا وہ آتے ہیں
جنہیں عیسیٰ نے آتے ہی بتایا تھا وہ آتی ہیں

ادائیں چرخ کی کیسی زمیں کی کیا فضائیں تھیں
اُدھر تھا نور کا تڑکا اِدھر ٹھنڈی ہوائیں تھیں

جھکا جاتا تھا پیر چرخ تارے ٹوٹے پڑتے تھے — خوشی کے جوش میں سارے کے سارے ٹوٹے پڑتے تھے
درِ دولت سرا پر سب بصد تعجیل حاضر تھے — کہیں رضواں کہیں غلماں کہیں جبریل حاضر تھے

قیام

یہ ساماں سب مکمل ہو چکے نوشاہ دیں آئے — اٹھو تعظیم کو محبوب رب العالمین آئے
ہوئی دنیا میں وہ شاہنشہ عرش آشنا پیدا — ہوئے ہیں جنکی خاطر سے زمین و آسماں پیدا
یتیموں کے آقا بیکسوں کے دستگیر آئے — رؤف آئے رحیم آئے بشیر آئے نذیر آئے
مددگار ضعیفاں صاحب خلق عظیم آئے — غنی آئے سخی آئے جواد آئے کریم آئے
جہاں ہے جن کا شیدا وہ جمیل اور وہ حسیں آئے — مچی تھی دھوم فخر اولین و آخریں آئے
خدا کے خاص اور خاص الخواص انبیا آئے — مبارک ہو مبارک ہو محمد مصطفیٰ آئے
ادا اے اہل بزم اٹھکر کرو رسمیں غلاموں کی — انھیں پڑھ پڑھ کے نذریں دو درودوں کی سلاموں کی

سلام

سلام اے سید عالی سلام اے سرور عالم — سلام اے اکرم و امجد سلام اے افضل و اعظم

سلام اے حامیٔ ملت سلام اے ماحیٔ بدعت
سلام اے صاحبِ رفعت سلام اے آیۂ رحمت

سلام اے دافعِ رنج و بلا اے شافعِ محشر
سلام اے قبلۂ دنیا و دیں اے حق کے پیغمبر

سلام اے آمنہ کے نورِ چشم اے ابنِ عبداللہ
سلام اے بطحی نوشہ سلام اے ہاشمی دولہا

سلام اے گمرہوں کے رہنما و ہادی و رہبر
سلام اے مالکِ جنت سلام اے ساقیٔ کوثر

سلام اے مظہرِ نورِ خدا اے حاملِ قرآں
سلام اے کعبۂ دنیا و دیں اے قبلۂ ایماں

سلام اے منبعِ جود و کرم اے مصدرِ احساں
سلام اے مخزنِ لطف و عنایت ای شہِ خوباں

سلام اے واقفِ آگاہ اسرارِ خدادانی
سلام اے عاشقِ بے مثل ای محبوبِ لاثانی

نجوم و مہر و مہ قائم ہیں جب تک چرخِ اخضر پر
سلام حق ہو تم پر اور تمہاری آلِ اطہر پر

سنا جب حالِ پیدائش تو آئے دوڑتے دادا
محمدؐ نام عبدالمطلب نے آپ کا رکھا

مزاج آمنہ کو پوچھ کر میٹھے قرینے سے
ہوئے خوش اور پوتے کو لگایا اپنے سینے سے

رضاعت

پلایا آمنہ نے تین دن تک دودھ حضرت کو
ثُویبہ کو ملا پھر یہ شرف وہ آئیں خدمت کو

حلیمہ بعد اسکے چلکے اپنے گاؤں سے آئیں
وہ پھر پرورش حضرت کو اپنے ساتھ لے آئیں

رہے چھ سال تک وہ شاہ عالیجاہ گھر انکے
لکھا ہے انکے گھر دو لڑکیاں تھیں دو پسر انکے

سنا ہے اسقدر چارہ انکو حضرت سے محبت تھی
ہمیشہ ہر گھڑی ہمراہ رہتے تھے یہ الفت تھی

لکھا ہے یہ بھی دختر اک حلیمہ کی جو شیما تھیں
وہ اپنے ان رضاعی بھائی کی عاشق نہایت تھیں

شہ کونین بھی ہر وقت ہاتھ انکا ٹہلاتے تھے
چرانے بکریوں کو بھائیوں کے ساتھ جاتے تھے

غرض چھ سال کے بعد آپ لائیں انکو مکہ میں
سنائیں آمنہ کو سب وہ گذری تھیں جو کچھ باتیں

وفات آمنہ

مدینے کا سفر پھر آمنہ بی بی نے فرمایا
پلٹتی تھیں کہ ابواء میں پیام موت انہیں آیا

خدا کے حبیب کی باتوں کو سمجھے کوئی کیا جانے
کہ حضرت اس سفر میں ساتھ تھے اور ہفت سالہ تھے

وہیں دفن انکو کرکے آئے گھر کو بادشاہ دیں
کہ ہمراہی شہ میں اک کنیزک ام ایمن تھیں

جب اٹھ گئی سر سے مراتب سب برت آئے
تو عبد المطلب کے پاس بہر تربیت آئے

وفات عبد المطلب

یہاں آئے ہوئے دو سال کی مدت نہ گذری تھی / کہ رحلت ہوگئی دنیا سے عبد المطلب کی بھی
جو دادا کا بھی اس فرق ہمایوں سے اٹھا سایا / تو دامان ابوطالب میں وہ دُرِّ یتیم آیا
ہوئے حضرت بہت خوش پاس رہکر مہرباں عم کے / ابوطالب حقیقی تھے چچا شاہ دو عالم کے
رہے گا حشر تک مذکور جس کا ایسی خدمت کی / نہ کرسکتا تھا کوئی وہ حفاظت اور حمایت کی
گئے جب سال بست و پنج عمر پاک حضرت سے / ہوئے اس عمر میں فائز خدیجہ کی رفاقت سے
وہ رشتہ دار تھیں حضرت کی گویا دیکھی بھالی تھیں / چہل سالہ تھیں بیوہ تھیں کئی اولاد والی تھیں
کیا داخل انھیں زوجیت مسعود احمد میں / ہوا عقد نکاح پاک اک تاریخ اسعد میں
رہے ساتھ ان کے با عیش و مسرت آپ کی مدت / کہ گذرے پندرہ سال اور چہل سالہ ہوئے حضرت

بعثت

وہ وقت آیا کہ اُن کے ساتھ تائید الٰہی ہو / وہ وقت آیا کہ اب دنیا میں اُنکی بادشاہی ہو

وہ وقت آیا کہ چمکے نور حق زائل اندھیرا ہو | شب کفر و نفاق و شرک و بدعت کا سویرا ہو
وہ وقت آیا کہ جہل و معصیت کافور ہو جائے | وہ وقت آیا کہ دنیا نور سے معمور ہو جائے
وہ وقت آیا کہ بحر رحمتِ اسلام جاری ہو | وہ وقت آیا کہ عالم میں خدا کا نام جاری ہو
وہ وقت آیا کہ فرش خاک پر روح الامیں آئیں | وہ وقت آیا کہ راہِ راست پر اہل زمیں آئیں
وہ وقت آیا کہ قتل و معصیت مسدود ہو جائے | رباخواری کی رسم بدتریں بے سود ہو جائے
وہ وقت آیا کہ ہو نہ رنگ سیہ کاری کا کالا ہو | وہ وقت آیا کہ نور قدس کا گھر گھر اُجالا ہو
وہ وقت آیا کہ چمکے نور مہر چرخ دینداری | وہ وقت آیا کہ ہو منسوخ آئینِ گنہگاری
وہ وقت آیا کہ تکبیر و اذاں کا شور برپا ہو | وہ وقت آیا کہ دیں مصطفیٰ ہو اور دنیا ہو
وہ وقت آیا کہ رنگ کہنۂ اہل جہاں بدلے | وہ وقت آیا کہ قانونِ زمین و آسماں بدلے
وہ وقت آ ہی گیا سوئے زمیں سدرہ نشیں آئے | حرا میں لیکے پیغام خدا روح الامیں آئے
سبق آکر پڑھایا آپکو اِقرأ سے مالم یعلم | ہوا خوف الٰہی کچھ نبی کو کچھ ہوئے خورم
اِنہیں حالات میں اُٹھکر شہِ جن و بشر آئے | ہوئے جبرئیل رخصت اور پیمبر اپنے گھر آئے
وہاں گذری تھی جو حالت خدیجہ کو سنائے تھے | بدن لرزاں تھا منہ سے زمّلونی کہتے جاتے تھے

جناب زوجۂ عالی گہر کملؐ اٹھا لائیں ۔ اڑھایا آپ کے ارشاد سرکاری بجا لائیں

یہ بولیں مہرباں ہے آپ پر وہ قادر بیچوں ۔ نبوت آپکو بخشی ہے ہیں تو یہ سمجھتی ہوں

گئیں پھر شہ کو لیکر پاس ورقہ ابن نوفل کے ۔ جوان کے ایک رشتہ دار اور مشہور عالم تھے

وہ یوں گویا ہوئے حضرت کی یہ سب حالتیں سنکر ۔ وہی ناموس اکبر ہے یہ جو اُترا تھا موسیٰ پر

جو کچھ نازل ہوا ہے یہ نبوت کی نشانی ہے ۔ یہ ہے وحی الٰہی یہ کتاب آسمانی ہے

وہاں سے اٹھکے محبوب الٰہی اپنے گھر آئے ۔ بیاں اکر کیا یہ ماجرا صدیق اکبر سے

علی و زید سے بھی آپنے قصہ یہ فرمایا ۔ ہر اک اُنمیں سے یہ سُنتے کیساتھ ایمان لے آیا

پھر آئے اور انہیں سابقونَ الاوّلون والے ۔ دلوں میں جن کے وصف نبی اللہ نے ڈالے

ہیں جنکے نام عثمان ابن عفان و عبیدہ کے ۔ جناب عبد رحمن و صہیب و سعد و طلحہ کے

سعید و ارقم و خباب و عمارؓ رہنما یوں ہیں ۔ ہیں عبداللہ بن مسعود و عثمان ابن مظعون ہیں

سوا ان کے ہیں اور اصحاب بھی اس اولیت پر ۔ مگر جتنے ہیں وہ سب بھی اگر آئیں کتابت میں

تو اندیشہ ہے عجز شاعری مانع نہ ہو جائے ۔ ہے یہ بھی خوف بار خاطر سامع نہ ہو جائے

عبادت کیلئے حضرت نے پھر خفیہ جگہ چھانٹی ۔ چھپا کر کافروں سے دولت دین متین بانٹی

اسلام جناب عمرؓ

دعا اُن کے لئے کی تھی پیمبر اُنکے خواہاں تھے
عمرؓ آئے تو وہ چالیسویں مسلماں تھے

دعا نکلی اِدھر حضرت کے لبہائے معظم سے
اُدھر اُٹھے وہ قصد قتل سرور دو عالم سے

ہمارے مونہ میں خاک ای عمرؓ یہ کیا بک دیا ہم نے
بلایا تھا اُنہیں تو آپ محبوب مکرم نے

جو قصد قتل تھا اُنکا وہ قصد اضطراری تھا
اُنہیں تو لائی تھی رحمت اور اُنپر فضل جاری تھا

نتیجہ واہ کیا پنہاں تھا اُنکی گرمجوشی میں
چلے تھے قتل کرنے آ پھنسے حلقہ بگوشی میں

بہن کا اُن کی گھر سنتے ہیں تھا پہلے وہاں پہنچے
کمر باندھے ہوئے لٹکائے تیغ بے اماں پہنچے

وہ قرآں پڑھ رہی تھیں اُن سے بولے کیا یہ پڑھتی ہو
وہ بولیں یہ کلام رب ہے چھو لینا نہ تم اسکو

مسلماں ہو چکی ہوں مجھ پہ احسان الہی ہے
اسے قرآن کہتے ہیں یہ فرمانِ الہی ہے

اِسے کوئی نہو جبتک طاہر چھو نہیں سکتا
یہ ہو وہ چیز جسکو غیر طاہر چھو نہیں سکتا

بہت برہم ہوئے وہ اُن سے سُنکر یہ کلام اُن کا
بڑھے تلوار اُٹھا کر ختم کر دینے کو کام اُن کا

زد و کوب اُنکو اور شوہر کو اُن کے کر کے چل نکلے
دکھانے کافروں کو اپنا یہ زور اور بل نکلے

مگر سن ہی نہیں کچھ آ بات تو کچھ اور حالت تھی
ٹٹولا دل کو تو اسلام سے اک خاص رغبت تھی

اسی صورت سے سوئے قبلۂ جن و بشر آئے
اجازت پا کے شاہِ انبیا کے گھر میں در آئے

نظر آیا جو روئے حق نما ختم رسالت کا
بڑھایا ہاتھ بیعت کو پڑھا کلمہ شہادت کا

بندھے کیا رشتۂ الفت میں کیا بن کر فقیر آئے
گئے تھے قتل کرنے کو مگر ہو کر اسیر آئے

ظلم کفار

ادا اعلان سے ہونے لگی پھر رسم دینداری
ہوئی یہ بات لیکن کافروں پر اور بھی بھاری

یہ رسم عام جب دیکھی تو وہ کچھ اور گھبرائے
بہت سختی کے ساتھ ایذا رسانی پر اتر آئے

کبھی چھت پر سے کوڑا پھینکتے تھے جسم روشن پر
کبھی رکھتے تھے لا کر اونٹ کا اوجھ اُنکی گردن پر

کبھی گردن میں چادر ڈالکر کھینچا اُنھیں آکر
کبھی ساحر بتایا کافروں نے اُنکے گھر جا کر

ابو جہلِ ستمگر تھا جو جور و ظلم کا بانی
ستم اُس کے سناؤں تو جگر پتھر کا ہو پانی

لِٹایا بعض اصحاب نبی کو گرم بالو پر
لِٹا کر رکھدیئے سینوں پہ جلتے آگ سے پتھر

کلام پاک کعبے میں جو آکر کوئی پڑھتا تھا
تو ہر ظالم کا ہاتھ اُسکے سزا دینے کو بڑھتا تھا

جو جاتا تھی دل قابو سے باہر تھرتھراتا تھی | یہ حالات اُن کی کب لکھے کلیجہ مونہہ کو آتا ہے
یہ ایذا سہتے سہتے دس برس گذرے پیمبر کو | نہ آتا تھا نہ آیا رحم کفار بد اختر کو
نبی تھی گر مسلمانوں پہ کچھ اُنکے بگاڑوں سے | تو ٹکراتے تھے سر وہ سنگدل بھی ان پہاڑوں سے
یہ میدان تنگ ہو جاتے جب اُن کے تو ڈٹتے تھے | تو چاہے ایک ہی دو ہوں مگر پیچھے نہ ہٹتے تھی
اُدھر ظلم و ستم تھے اُنکے آگے امر جائز تھے | اگر نہ تنگ تھے اِن سے تو وہ بھی اِن سے عاجز تھے
گھروں میں وہ اُدھر نفرت کے ساتھ اپنی یاروں میں | اِدھر اسلام کے گھوڑے سے شیر اپنی کچھاروں میں
اُدھر نامردی کفر و نفاق و شرک و بدعت تھی | اِدھر تکبیر کی نعروں کا زور اور حق کی ہیبت تھی

معراج

انہیں ایام میں پاس آپکے فرمان رب آیا | شب معراج آئی آپ کو حکم طلب آیا
چمکتی اور دکھاتی قدرت باری کی شان آئی | دنوں کی روح کھنچکر آئی اور راتوں کی جان آئی
جو وہ نور خدا عرش بریں پر جانیوالا تھا | یہ کہنے کو اندھیری رات تھی لیکن اُجالا تھا
چلا جاتا تھا یہ کہتا ہوا اختر شب ستاروں میں | نہیں اپنی روشنی سب آج چھوڑ آیا ہوں تاروں میں

ادھر موسیٰ نے وستی لا کے قصر چرخ سجوایا ۔۔۔ اُدھر عیسیٰ نے سوزن کا رفو کا فرش بچھوایا

سب ہاتھی میں بھی اُسکی نور کا پہلو جھلکتا تھا ۔۔۔ کہ تھی یہ رات سُبحانَ الَّذِیْ اَسریٰ کا موقع

سجا فردوس منگوائے گئے وہ نور کے پتے ۔۔۔ بڑے تھے حور کے کانوں میں تجلیٔ طور کے پتے

غرض جبریل پہنچے اک براق بادپا لیکر ۔۔۔ تو دیکھا خواب ناز خاص میں ہیں حق کے پیغمبر

بڑھے آگے جگایا آپ کو اس طرز دیگر سے ۔۔۔ کیا اپنی جبیں کو مس کفِ پائے پیمبر سے

کیا ارشاد کہئے کیا ہے حکم خالق بیچوں ۔۔۔ کہا جبریل نے نامۂ طلب کا لیکے آیا ہوں

بڑے سامان ہوئے ہیں دونوں عالم کو سجایا ہے ۔۔۔ یہ ہے معراج کی شب عرش اعظم پر بلایا ہے

ادب کے ساتھ حاضر ہیں حصول بندگی کو ۔۔۔ ملک آئے ہیں مجرے کیلئے حوریں سلامی کو

ہوائیں کچھ ایسی ایسی رونق ایسی زینت ہے ۔۔۔ یہاں سے چرخ تک جو کچھ ہے سب جنت ہی جنت ہے

فضائیں ڈوب کر عطر گل جنت میں آئی ہیں ۔۔۔ ہوائیں گلشن جنت کے پھولوں میں بسائی ہیں

کمال شوق دیدار و خیال قرب بیحد ہے ۔۔۔ یہ بالائے فلک مقام قرب عرش مسند ہے

ہوئے ہیں جمع سارے انبیا تیار محفل ہے ۔۔۔ یہاں سے مسجد اقصیٰ سفر کی پہلی منزل ہے

براق خاص باغ خلد سے ہمراہ لایا ہوں ۔۔۔ اُٹھیں سرکار چلنے کیلئے لینے کو آیا ہوں

یہ سنتے ہی کیا اُٹھکر وضو محبوب باری نے — قریب آئے جو چڑھنے کو تو شوخی کی سواری نے
کہا جبریل نے کیوں اے براق بادپا کیا ہے — خبر ہے کچھ یہ راکب کون ہے مرکب تو کس کا ہے
یہ محبوب خدا ہیں باعث ایجاد عالم ہیں — یہ مقبول و مکرم ہیں یہ محمود و معظم ہیں
سخن ان سے ہے نظام ان سے ہے دن ان سے شب ان سے ہے — غرض دنیا میں جو کچھ ہے سب انکا ہے سب انہیں سے ہے
خدائے پاک ہوتا ہو کا عالم چار سو ہوتا — نہ ہوتے یہ تو عالم میں نہیں ہوتا نہ تو ہوتا
بڑے والی بڑی تمکین و عز و جاہ والے ہیں — وہی تو ہیں یہ جو سب سے بڑے اللہ والے ہیں
وہی تو ہیں یہ جو ممتاز ہیں سارے زمانے سے — جہان کی پرورش ہوتی ہے جن کے آستانے سے
وہی تو ہیں یہ جو ممدوح ہیں اعظم ہیں امجد ہیں — وہی تو ہیں یہ جو محمود ہیں حامد ہیں احمد ہیں
انہیں کا تو مقام لی مع اللہ تک سفر ہوگا — وہی تو ہیں یہ قرب خاص میں جن کا گذر ہوگا
وہی تو ہیں یہ جائے رحمت حق جن کی محفل ہے — وہی تو ہیں یہ جن کا آستانہ وحی منزل ہے
جنہیں رحمت بنایا ہے خدا نے یہ وہی تو ہیں — ہیں جن کی گھر کرامت کے خزانے یہ وہی تو ہیں
سنا جب یہ براق برق پیکر نے تو گھبرایا — جھکا لی گردن تسلیم بیٹھا اور شرمایا
سواری کا جو قصد مہ سپہر شہ والا نے فرمایا — ہوئی محزون خیال امت عصیاں شعار آیا

کہا جبریل نے کیا مزاج پاک حضرت ہے ۔ کہا دل میں خیال معصیت کاران امت ہے
میں جاؤں دعوت خاص خداوند دو عالم ہے ۔ یہ امتی ننگے چھوڑ کے چھوڑ جاؤں رنج میں غم ہیں
یہ مانا معصیت کی سو بلائیں انکو گھیرے ہیں ۔ مگر کیا کیجیے پھر بھی ہیں اُنکا ہوں یہ بے خبر ہیں
کہا جبریل نے کیا فکر ہے روز قیامت کی ۔ خدا راضی ہے تو بخشش ہوگی اک اک فرد امت کی
پرے وہ پل صراط اس دن ہے پر اپنے بچاؤ کا ۔ نہ جب تک سب اتر لیں گے کہیں ہلکر نہ جاؤنگا
تحمل سے اٹھا کر پائے ناز اور شان سے آئے ۔ یہ سنکر پشت مرکب پر وہ اطمینان سے آئے
چلا جب وہ براق اُس نور حق کو لیکے برق آسا ۔ تو اک دم میں ہوئے وارد جہاں مسجد اقصیٰ
وہاں موجود جملہ انبیائے سابقیں پائے ۔ اتر کر صحن مسجد میں امام دو جہاں آئے
نماز اُن کو پڑھا کر اور امامت کرکے اُن سب کی ۔ کیا قصد فلک اور راہ لی پھر اپنے مرکب کی
یہ کہتا دوڑتا چرخ بریں سے ہر کوئی آیا ۔ چلو معراج کا دولہا جوان ہاشمی آیا
بڑے عالی تھے درجے ہیں بڑے اونچے تھے پائے ہیں ۔ چلے جاتے تھے بڑھتے دامن رحمت کے سائے میں
رہے جلتے تھے حیران انجم اُن کی خوش جمالی سے ۔ دبا جاتا تھا اوج چرخ اُن کی شان عالی سے
تعالی اللہ کیا شہسوار اور کیا سواری تھی ۔ شمیم گل سوار توسن باد بہاری تھی

بھلا اِس غوثِ محبوبِ سبحانی کا کیا کہنا
خدا کی مہربانی اُنکی مہمانی کا کیا کہنا

ہمیں تا سدرہ چلتے چلتے محبوبِ خدا آیا
رکے جبریل یہ کہکر کہ ہیں تا منتہا آیا

جہاں تک آگیا ہوں اس سے اوپر چڑھ نہیں سکتا
جگہ میری یہی ہے اب میں آگے بڑھ نہیں سکتا

گئے اونچے جہاں تک پھر حجاب سب اُٹھائے
براقِ تیز رو بھی جس سے آگے جا نہ سکتا تھا

سواری پھر رفرف کی اُس پر شاہ دیں آئے
لیا قدرت کے ہاتھوں ہاتھ تا عرشِ بریں آئے

صفت کیا لکھیے اُس رفعت کی اور اُس شانِ عالی کی
بڑھے تھے اور آگے ختم کر کر حد ترقی کی

اُٹھے پھر بیچ سے تھے جس قدر پردے مکانوں کے
ملے ایسے کہ ملتے ہوں جیسے دو کمانوں کے

نہ ہو جو جاننے کی بات کوئی اُسکو کیا جانے
مقامِ لی مع اللہ میں پہنچے آپ آگے خدا جانے

سنائی جاتیں کس سے اور سن لیتا کوئی کیونکر
یہ وہ باتیں تھیں جو نہیں عقلِ انسانی سے بالاتر

اُنہیں دونوں کے قابل تھے وہاں جو کچھ مقالے تھے
خدا تھا کہنے والا اور پیمبر سننے والے تھے

بڑے نامی تھے درباری بڑے دربار سے آئے
سمجھ لو یہ کہ سب کچھ لیکے اُس سرکار سے آئے

ہمیں بھی لائے یہ تحفے جو سرکار والا سے
کہ خلعت مغفرت کی لائے اور بخشش کے پروانے

گنہگارانِ امت بھی دھنی کیسے ہیں قسمت کے
تعالی اللہ گئے عرشِ بریں تک سایہ حضرت کے

نعت

بچایا ہمکو گمراہی سے رہبر ہو تو ایسا ہو
جو اُمت ہو تو ایسی ہو پیمبر ہو تو ایسا ہو

فلک سے بھی جو اونچا ہے اگر در ہو تو ایسا ہو
جو دنیا بھر کا مامن ہے اگر گھر ہو تو ایسا ہو

ہے جیسا ہم غریبوں کا پیمبر ہو تو ایسا ہو
ہیں جیسے ہم نصیبے کا سکندر ہو تو ایسا ہو

سر اُمت پہ کوئی سایہ گستر ہو تو ایسا ہو
اگر کوئی شفیع روز محشر ہو تو ایسا ہو

جو خالی ہو تو ایسا ہو بھرا گھر ہو تو ایسا ہو
فقیری میں کوئی دل کا تونگر ہو تو ایسا ہو

جو جائے عرش تک عبد مُوقر ہو تو ایسا ہو
مطہّر ہو تو ایسا ہو منور ہو تو ایسا ہو

ہے جو ان میں خدا میں لطف باہم ہو تو ایسا ہو
مجلّی ہو تو ایسا ہو معظم ہو تو ایسا ہو

کوئی مسند نشین عرش اعظم ہو تو ایسا ہو
مشرف ہو تو ایسا ہو مکرم ہو تو ایسا ہو

ہوئے واپس شہ والا وہاں سے پھر بصد عزت
چلے تو راہ میں فرمائی سیر دوزخ و جنت

جہاں چھوڑی تھی جیسی ویسی ہی ہر چیز ملتی تھی
جو گھر آئے تو بستر گرم تھا زنجیر ہلتی تھی

سحر کو وقت اُٹھے اور برآمد جب ہوئے گھر سے
کیا یہ واقعہ سارا بیاں صدیق اکبر سے

انھوں نے کچھ نہ کی حجت نہ کچھ تحقیق کی اُسکی
سنا جو کچھ زبان پاک سے تصدیق کی اُسکی

سنا یہ حال شاہ دیں سے جب اشخاص دیگر نے
تو یہ رؤیا ہی ٹھہرائی کفار بد اختر نے

ابو جہل آ کے بولا راستہ کب تک کھلا ہوگا
ہمارا قافلہ جو شام میں تھا کب آئے گا

پتا ہوگا انہیں تو راہ میں تم جانتے بھی ہو
وہ سب مکے کے رہنے والے ہیں پہچانتے بھی ہو

کہا سرکار نے ہاں قافلے میں وہ دیکھا تھا
وہی رستہ تھا میرا پاس ہی کر اُس کے نکلا تھا

فلاں منزل سے کوچ اپنا کریگا دن کے ڈھلتے ہی
یہاں پر سوں پہنچ جائیگا سورج کے نکلتے ہی

گئے اُس روز کافر جمع ہو کر اک پہاڑی پر
یہ دل میں سوچ کر جھٹلائینگے آج اُن کو ہم جا کر

یقیں تھا سوئے مکہ راہ منزل پا نہیں سکتا
کسی صورت سے بھی وہ قافلہ آج آ نہیں سکتا

غرض بیٹھے ہوئے تھے منتظر سورج نکلنے کے
بہت خوش تھے ارادے ہو رہے تھے گھر کو چلنے کے

کوئی ان میں سے بولا لو وہ سورج کا نشاں چمکا
صدا آئی وہیں لو وہ نشانِ کارواں چمکا

یہ دیکھا تو بھی ان کفار کا انکار باقی تھا
کہا یہ واقعہ صرف ایک امر اتفاقی تھا

وفات ابو طالب و ام المومنین رضی اللہ عنہا

یہی دسواں برس تھا جب ابو طالب کی موت آئی
بہت محزون ہوئے شاہ ہدیٰ جب یہ خبر پائی

شہنشاہ دو عالم کو یہ وقت اور پیش آئی
ہوئی رحلت انھیں ایام میں بی بی خدیجہ کی

یہ دونوں حادثے تھے ایسے سخت اور ایسے بھاری بھی
کہ جن سے دل میں افسردگی و رنجیدگی طاری تھی

ادھر تو دونوں یہ سرکار والا کے معین اٹھے
ادھر کفار اکیلا پا کے ہو کر مشتعل اٹھے

ہجرت

یہ صورت دیکھ کر سرکار نے ہجرت کی ٹھہرائی
کہ مکے میں عبادت کر نہ سکتے تھے بآزادی

ہوئے تیار چلنے کیلئے حکم خدا پا کر
کیا یہ مشورہ بوبکر سے خود ان کے گھر جا کر

وہ بولے کیا مجھے بھی ساتھ چلنے کی اجازت ہے
ہوا ارشاد عالی ہاں تمہاری بھی ضرورت ہے

بہت ہی خوش ہوئے وہ سن کے ارشاد شہ والا
اٹھے اور ڈھنگ سامان سفر کا آپ نے ڈالا

کہا سرکار سے دو اونٹنیاں ہیں ایسی گھر میرے
جنہیں اس کام کو تیار کر رکھا ہے پہلے سے

حضور ان میں سے لے لیں ایک اس میں ہے قباحت کیا
کہا سرکار نے اچھا مگر ہے اس کی قیمت کیا

وہ بولے اسکی قیمت اور کچھ اجرت نہیں لوں گا
کہا حضرت نے میں اس وقت بے قیمت نہیں لوں گا

تمہارے مال سے کچھ مجھکو غیرت نہیں لیکن   یہ مطلب ہے نہ ہو اس کام میں کوئی مرا محسن
مجھے قیمت ادا کرنے دیں اسکی اس لیے کہ ہے   خدا کی راہ کا سودا ہے یہ اجر اس کا بیچا ہے
نمایاں اہ حق میں شان ایثار و عطا کر دی   خریدا جانور وہ اور قیمت سب ادا کر دی
علی سے آکے پھر گویا ہوئے یوں شافع امت   کروں گا آج شب ہی میں مدینے کی طرف ہجرت
جو کچھ اللہ کی مرضی ہو صابر اس پہ ہو رہنا   مرے بستر پر اگر رات کو تم آج سو رہنا
اٹھو جب صبح کو تو اے علی یہ بھی ہدایت ہے   دے آنا اسکو جو ہے پاس جس کی جو امانت ہے
گئے صدیق کے گھر ان کو سب باتیں یہ سمجھا کر   ہوئے دونوں روانہ ٹھہرے غار ثور میں جا کر
ہوئے کفار میں جو مشورے وہ واقعہ سنئے   ادھر کا ہے یہ قصہ اب ادھر کا ماجرا سنئے
ہوئے اس دن وہ آ کر جمع اپنے دار ندوہ میں   رہیں نا دیر باتیں ان رئیسان قبیلہ میں
ابو جہل و ابو سفیان و عتبہ ان میں شامل تھے   امیہ و جبیر و نضر بھی ساتھ ان کے داخل تھے
کوئی کہتا تھا کر دو قید یہ تدبیر اچھی ہے   کوئی بولا وطن سے دور کر دو یہ بھی کافی ہے
ابو جہل شقی بولا یہ ہیں بیکار تدبیریں   کیا جائے اگر قید اور ڈالی جائیں زنجیریں
اٹھیں یوں چھوڑ بیٹھیں گے نہ ان کے خاندان والے   رہیگا رات دن ہر وقت جھگڑا آل ہاشم سے

نکالو گے یہاں سے تو یہ وقت پیش آئے گی
یہ جن ہیں جاہیں گے اُن کو مصیبت پیش آئے گی

ہوں راضی سب یہ باراک رہیں توم پڑوالیں
یہی بہتر ہے کہ ہم سب ملکر ان کو قتل کر ڈالیں

نہ بدلہ لے سکیں گے ہاشمی سارے قبیلوں سے
ہوئی جب بات یہ راضی سب اسکی ان دلیلوں سے

یہ ٹھہرا کر کیا اُن کافروں نے اُس طرف پھیرا
در دولت سرائے قبلہ عالم کو آ گھیرا

ہوئی معلوم جب حضرت کو انکی یہ صف آرائی
تو قصر پاک سے باہر نکل آنے کی ٹھہرائی

اُٹھا کر ایک مٹھی خاک اُن کفار پر پھینکی
کیا اندھا انھیں اور اُن ہی بچکر راہ لی اپنی

ہوئی جب دیر اور جب جاچکے سلطان بحر و بر
تو آیا کافروں کے پاس شیطاں آدمی بن کر

کہا وہ اب کہاں ہیں کیوں ادھر اور کیوں اُدھر دیکھو
گئے بھی خاک تم پر ڈالکر تم اپنے سر دیکھو

ہوئے نادم جو نکلے سرور لولاک ہاتوں سے
سروں پر ہاتھ پھیرا اور جھاڑی خاک ہاتوں سے

مگر پھر بھی حریم صاحب اعجاز تک پہنچے
ہوئے داخل مکاں میں جا خواب ناز تک پہنچے

وہاں جاکر جو دیکھا حضرت مولا ہیں بستر پر
کہا اُن سے کہاں ہیں آپ کے پیغمبر و سرور

وہ بولے یہ تو کہہ سکتا ہوں باامن و اماں ہونگے
مگر ہیں یہ یہاں ہوں بے خبر کیا ہی کہاں ہونگے

وہاں کھوئی گئی تو بولے پاکر انہو دم لیں گے
پکڑ لائے گا جو اُن کو اسے سو اونٹ ہم دینگے

تعجب ہے کہ ظالم الٹی ہی باتیں سناتے تھے — برابر دیکھتے تھے معجزے ایمان نہ لاتے تھے
خجالت اور ندامت سے عجب ذلت کا عالم تھا — جو آنکھیں ہوتی اندھی تو یہ قصہ بھی کیا کم تھا
مگر وہ اسکو کیا کرتے ادھر حق کی حمایت تھی — وہاں قسمت میں انکی حشر تک ذلت ہی ذلت تھی

فغان ارض مکہ

ہوئے رخصت وہ جن سے خلق میں گھر گھر اجالے تھے — چلے وہ جو زمین مکہ کے نازوں کے پالے تھے
فغاں کعبے کی تھی وہ قبلۂ دنیا وہیں چھوٹا — زمیں کہتی تھی مجھ سے عرش کا مسند نشیں چھوٹا
سموم کفر سے کیا شاخ مقصد کی چلی ہی ہے — بہار گلشن اسلام وہیں مجھ سے چلی ہی ہے
چھپی جاتی ہیں مجھ سے پاک شکلیں اہل ایماں کی — رہی ہیں اور رہی پھر ہی نجاست شرک و عصیاں کی
نہ نکلیں حشر تک ایسی کسی جگہ میں پڑ جائیں — خداوندا میں پھٹ جاؤں کہ کافر مجھ میں گڑ جائیں
ہوئی تھی جب سے پیدا میں اسکی جستجو کی تھی — وہ جاتا ہے ہزاروں سال جس کی آرزو کی تھی
چلا وہ جس کی خاطر سے مجھے حق نے بنایا تھا — چلا وہ جو مری عزت بڑھانے مجھ پہ آیا تھا
ہوئی تھی خوش جب آیا تھا خبر کیا تھی جدا ہوگا — نہ ہوگا جب وہ مکے میں تو یا اللہ کیا ہوگا

تھی یہ ناز ان کہ میرا آسماں سے بڑھ کے پایہ تھا
قدم تھے اسکے مجھ پر یا کوئی رحمت کا سایہ تھا

وہ پاؤں آہ جنہیں دیا اپنا جگر چھید رگی تیروں سے
ہوا کرتی تھیں باتیں اسکی مہر سنگ بروں سے

سروں پر کافروں کے اس سے اپنی خاک جھکوائی
خدا کا شکر ہے کچھ وقت خدمت اسکی کام آئی

مری تقدیر تو دیکھو کہ مجھ پر اس کے آنے کی
دعائیں آذری تھی تو پر ابن حریم تھی

وہ مجھ سے چھوٹ جائے تو نہ کیوں ماتم سرا ہوں میں
ذرا دیکھو تو کل تک کون تھی اور آج کیا ہوں میں

مجھے اب اصل ہی کہاں ہے ابنوا کے دھوکے کی ٹٹی ہوں
جو سچ پوچھو تو میں کل تک تھی سونا آج مٹی ہوں

فلک اس آن مٹی میں ملائے گا خبر کیا تھی
وہ اتنی جلد مجھ سے چھوٹ جائیگا خبر کیا تھی

نہ کیوں ہو جائے میری ساری محنت رائیگاں ہو کر
کہ میں مٹی کی مٹی رہ گئی پھر آسماں ہو کر

زمیں کا ہے کو تھی مجموعہ لطف و کرامت تھی
زمیں کا ہے کو تھی میں مظہر انوار رحمت تھی

فلک میں ہیں جیسے کچھ اوج و شرف وہ مجھ میں سارے تھے
وہ میرا چاند تھا اصحاب اسکے میرے تارے تھے

مجھے تھا یہ گماں خدمت کرونگی اسکی مدت تک
رکھوں گی اپنے پہلو میں اسے روز قیامت تک

مگر افسوس صد افسوس یہ حسرت نہیں نکلی
کہ مجھ سے بڑھ کے خوش قسمت مدینے کی زمیں نکلی

وہ گھر کیا ہوگا جس گھر میں اجالا ہی نہیں ہوگا
ہوا کعبہ تو کیا جب کعبے والا ہی نہیں ہوگا

لکھا تھا صدمۂ ہجرت سے ہلاک ہو جانا
مری اکسیر کی قسمت میں تھا پھر خاک ہو جانا

وہ بخشی تھی بڑائی تو نے اے جانِ جہاں مجھکو
زمیں تھی میں مگر کہتی تھی دنیا آسماں مجھکو

ہی کہ کیا وہ جب تجھ سے ہوا ای خیر البشر خالی
مثل ہی کاٹنے کو دوڑتا ہی جب ہو گھر خالی

مجھے تجھ سے چھڑایا اسمیں اپنا فائدہ سمجھے
کہوں میں اور کیا اِن کا فزوں سے بس خدا سمجھے

انھیں تو یہ مناسب تھا کہ سب ملکر بہم ہوکر
بڑھاتے آبرو میری تری خاکِ قدم ہوکر

مگر سوجھا نہ انکو خاک پتھر کو خدا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر ان کی یہ سمجھے تو کیا سمجھے

دعا ہی یہ ترقی ہو ترے اعزاز شاہی میں
رہی تو جس زمیں پر بھی رہے حفظ الٰہی میں

اگر یہ شکل ممکن ای شہ ابرار ہو جاتی
میں تیرے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہو جاتی

مبارک ہو قدم تیرا جو اُٹھے راہ مولا میں
خدا ہو ساتھ تیرے غار میں ہو تو کہ صحرا میں

ہوئی تھی کس قدر خوش میں ترے تشریف لانے سے
یہ سمجھی تھی کہ اب مٹی لگی میری ٹھکانے سے

تمنا تھی کہ راہِ طیبہ کی میں خاک ہو جاتی
مری مٹی عزیز اے صاحبِ لولاک ہو جاتی

زمانے میں ہوا تھا شور برپا ہر طرف میرا
تھی تیری خاکِ پا کس درجہ تھا عز و شرف میرا

جو کچھ تھی اسکی خاصیت وہ روشن تھی و ظاہر تھی
مری مٹی مگر اکسیر تھی کحل الجواہر تھی

بڑا ہی فخر تھا مجھ کو بہت ہیں اسپہ نازاں تھی
کہ مکے کی زمیں یعنی زمین کوئے جاناں تھی

نرالی ہی منور مجھ پہ جب تک پرتو افگن تھا
مری مٹی کا اک اک ذرہ اک اک وشت ایمن تھا

مدح حضرت مولا علی رضہ

شب ہجرت علی نے بھی عجب خدمت گذاری کی
کہ اک مٹھی بھی جس سے حیراں ہو گئی وہ جانثاری کی

تمہارا اے علی مرتضیٰ واللہ کیا کہنا
ادا کرتے ہیں یوں حق اخوت واہ کیا کہنا

جو بندے تابع حکم شہ ابرار ہوتے ہیں
وہ یوں بیخوف مرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں

جری و مرد میدان تہور ایسے ہوتے ہیں
شجاعت اسکو کہتے ہیں بہادر ایسے ہوتے ہیں

نبی کا حکم سن کے پاک بستر ان کے گھر آئے
اگرچہ سامنے تھی موت لیکن بے خطر آئے

کہیں آزردہ ہو سکتے ہیں مرد ایسے بلاؤں سے
وہ تھے شیر خدا کیا خوف کرتے ان شقاوں سے

علی کے مرتبہ کا حال کوئی اور کیا جانے
جناب سرور کونین جانیں یا خدا جانے

علی سرور روان گلشن رشد و ہدایت ہے
علی مولائے امت ہے علی شاہ ولایت ہے

علی کی ذات والا وجہ فخر زہد و طاعت ہے
علی کا روئے انور دیکھنا عین عبادت ہے

علی وہ ہیں جنہوں نے چیر کر پھینکا ہے اژدر کو
علی وہ ہیں اکھاڑا ہے جنہوں نے باب خیبر کو

علی ہیں بابُ السبطین و زوجِ حضرت زہرا
علی ابن ابی طالب ہیں داماد شہ والا

علی وہ ہیں جو ہیں یکتا فن تیغ آزمائی میں
علی وہ ہیں نہیں جن سا کوئی مشکلکشائی میں

علی دنیا کے مولا ہیں علی امت کے والی ہیں
علی اعلیٰ و اکمل ہیں علی اولیٰ و عالی ہیں

نہ نکلیگا علی سا ایک بھی لاکھوں ہزاروں میں
علی ہیں پنجتن میں اور علی ہیں چار یاروں میں

وہ ہیں خاص رسول حق ہے زینت ہر طرف اُن سے
ولایت کو ہے ان پر فخر امامت کو شرف ان سے

علی ہیں نفس پیغمبر علی ہیں ساقیٔ کوثر
علی ہیں قاتل مرحب علی ہیں فاتح خیبر

علی درجے میں اعلیٰ ہیں علی رتبہ میں بالا ہیں
علی مقبول درگاہ خداوند تعالیٰ ہیں

علی تھے اسقدر مقبول سرکار پیمبر میں
کہا ہے لحمک لحمی علی کی شان برتر میں

کبھی اپنی ردائے پاک اڑھا کر شاد فرمایا
کبھی من کنت مولاہُ سے اُن کو یاد فرمایا

کبھی آشوب سخت چشم سے اُن کو اماں بخشی
کبھی شمشیر یعنی ذوالفقار جاں ستاں بخشی

ذرا دیکھے تو کوئی کیا معظم کیا موقر ہیں
نبی ہیں شہر علم اور مرتضیٰ اُس شہر کے در ہیں

یہ مانا اُن کا درجہ اس سے اعلیٰ اس سے اونچا ہے
یہ اُن کی مدح میں پھر بھی کسی نے خوب لکھا تو

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

علی ہیں اہل بیت مصطفیٰ ہیں یہ روایت ہے
وہی ہے مومن کامل جسے اُن سے محبت ہے

خدا کے گھر میں پیدائش ہوئی جنکی علی وہ ہیں
سخی وہ ہیں غنی وہ ہیں جری وہ ہیں ولی وہ ہیں

داخلہ غار ثور

غرض حضرت سحر ہونے سے پہلے غار میں پہنچے
مع صدیق اکبر جائے تنگ و تار میں پہنچے

وہ غار ایسا تھا جس کو دیکھکر ہوش ملک گم تھے
وہ غار ایسا تھا جسمیں سیکڑوں مار اور کژدم تھے

تو پھر صدیق اکبر صفا کرنے وہ زمیں اُترے
صفائی ہو چکی تو سرور دنیا و دیں اُترے

پرانا غار تھا اور سیکڑوں سوراخ اُسمیں تھے
کئے صدیق نے سب بند کپڑے پھاڑ کر اپنے

یہ دقت پیش آئی ایک روزن رہ گیا باقی
ہوئے ختم انکے کپڑے اتفاقاً رہ گیا باقی

لگا دی اپنی ایڑی اسمیں صدیق دلاور نے
کیا آرام سر زانو پر اُن کے رکھکے سرور نے

رہا کرتا تھا اُس سوراخ میں اک سانپ پہلے سے
ہوا جب تنگ تب اُسکا انکے پاؤں رکھنے سے

تو کاٹا اُنکے لیکن یہ ذرا بھی تو نہ گھبرائے
نہ جنبش اُس جگہ سے کی نہ بولے کچھ نہ چلائے

بہت شدت ہوئی تو بھی نہ پیشانی پہ بل آئے
مگر مجبور تھے بے اختیار آنسو نکل آئے

گرے وہ اشک ٹپ ٹپ ملکر روئے پر نور پیمبر پر
کھلی آنکھ آپ کی ڈالی نظر صدیق اکبر پر

ہوا ارشاد عالی اشک بہنے کا سبب کیا ہے
وہ بولے میری ایڑی میں کسی کیڑے نے کاٹا ہے

ہوا حکم نبی پاؤں اٹھاؤ اسطرف لاؤ
خدا اچھا ہے تو ہوتی ہے ابھی صحت نہ گھبراؤ

ہٹا کر پاؤں جب دیکھا تو وہ اک سانپ کالا تھا
پرانا تھا بڑا تھا خشمگیں تھا زہر والا تھا

لعاب پاک منہ سے لیکر ان کے زخم میں رکھ کر
ہوئے خوش آپ بھی خوش انکو کر کر شاہ بحر و بر

ہوا دفع جو کچھ یہ سب تو قدرت کا بہانا تھا
لعاب پاک ان کے خون میں شامل کرانا تھا

نہ ہونا یہ تو کیا آتا مزہ پھر ان کو جینے میں
نچوڑی جاتی وحی پاک کیونکر ان کے سینے میں

ارادہ ہے طبیعت کا تقاضہ قلب مضطر کا
یہ موقع ہے یہاں کچھ وصف ہو صدیق اکبر کا

مدح حضرت صدیق اکبر رضؓ

یہ کامل دین میں ہیں اور ایماں میں مکمل ہیں
پس از انبیا نوع بشر میں سب سے افضل ہیں

رہ دین خدا میں جب انہوں نے سعی پیہم کی
معیت میں رہی ہر وقت سرور دو عالم کی

سمجھ لو اس سے کیا تھا اُن کا رتبہ اور وہ کیسی تھی
اُنہیں سرکار نے محسن بتایا ہے وہ ایسی تھے

فلک پر ناز کرتے ہوتے تھے اُن کی جاں نثاری کے
وہ ایسی تھی کہ تھی سمع و بصر محبوب باری کے

اخص تھی سرورِ کونین کے اور خاصِ باری تھے
وہ انساں کیا تھی گویا اک مجسم خیر جاری تھے

منافق اور کافر جس سے حیران اور شرمندہ تھے
وہ اُن کے کام بہرِ دینِ حق بے پیمبر تھے

جہاں میں چار سو شہرت تھی اُن کی ہنمائی کی
اُنھوں نے کشتیٔ اُمت کی ایسی ناخدائی کی

رقیق القلب ایسی تھی کہ اکثر روتے رہتے تھے
جری ایسے کہ مولا اشجع الناس اُن کو کہتے تھے

وہ اس صورت میں بھی اوروں سے افضل و برتر تھے
بیک وقت اُن کے گھر میں چار یاران پیمبر تھے

عزہ آتا تھا مجمع گھر میں جب چاروں کا ہوتا تھا
وہ خود تھی اُن کے والد تھے پسر تھا اور پوتا تھا

جلیل ایسی تھی لا تحزن ہے اُن کی شان میں آیا
صفا ایسی تھی صاحب جنہیں قرآن میں فرمایا

رسول اللہ نے تعریف جتنی اُن کی فرمائی
کسی کی شان میں اتنی حدیثوں میں نہیں آئی

وہ عابد تھے تو ایسے ہی وہ زاہد تھی تو ایسے ہی
وہ غازی تھی تو ایسے ہی مجاہد تھی تو ایسے ہی

مسلماں جب ہوئے تھے تو بڑی بھاری تونگر تھی
چلے دنیا سے جب تو صرف دو کپڑے بدن پر تھے

نبی پر شان اپنی جاں نثاری کی دکھادی تھی
خدا کی راہ میں جتنی تھی دولت سب لٹا دی تھی

بڑا کنبہ تھا اُنکے باپ تھی بیٹا تھا پوتا تھا ۔ مگر حق گوئی میں انکو خیال اُن کا نہ ہوتا تھا

قوی دل تھے بظاہر گو نحیف و زار و لاغر تھے ۔ قوی دل کیوں نہ ہوتے خاص خاصان پیمبر تھے

نہ ہوتے کس طرح اُن میں صداقت کے جو جوہر تھے ۔ نبوت کے وہ پہلے دن سے ہمراز پیمبر تھے

رسول اللہ کے ہمسر نہیں تھے اور سب کچھ تھے ۔ غرض یہ ہے وہ پیغمبر نہیں تھے اور سب کچھ تھے

صحابہ جتنے تھے کرتے تھے تعریف اُنکی جرأت کی ۔ بروز جنگ بدر ایسی حفاظت کی تھی حضرت کی

علی نے آکے جو خطبہ پڑھا تھا اُن کے مرنے پر ۔ کہا تھا ہمیں تم افضل تھے سب سے بعد پیغمبر

نہیں اس مختصر میں اُسکی گنجائش یہ مشکل ہے ۔ بیاں کی تھی اونھوں نے جو صفت سُننے کے قابل ہے

نہیں ممکن وہ آئے ضبط تحریرات خامہ میں ۔ جوانمردی جو کچھ دکھلائی تھی جیش اُسامہ میں

کوئی دیکھے کہ بعد مرگ بھی کیا قرب بیحد ہے ۔ مزار سرور کونین کے پہلو میں مرقد ہے

جناں میں بھی منفرد حسب فرمان نبی ہوگا ۔ غرض خاصان حضرت میں جہاں ہونگے یہی ہونگے

خدا پر چھوڑ دی گھر والے باطمینان لے آئے ۔ منگایا جب نبی نے کُل کا کُل سامان لے آئے

وہ اکثر اجتہاد اپنا کیا کرتے تھے ایسے تھے ۔ نبی کے سامنے فتوی دیا کرتے تھے ایسے تھے

رجوع بقصۂ غارِ ثور

غرض کافر پھرے جب نامراد اس قصرِ عالی سے
تو وقتِ صبح نکلے ڈھونڈنے کو بدخیالی سے

بہت ہی تیز رفتاری سے آئے بےدھڑک آئے
وہ لیکر ایک کھوجی ساتھ غارِ ثور تک آئے

کہا کھوجی نے فوراً بڑھ کے ان اشرار سے آگے
نہیں نکلے ہیں لوگ اک قدم اس غار سے آگے

مگر جب غار کو دیکھا تو طرفہ ماجرا دیکھا
پرانا ایک صحرائی شجر اس پر کھڑا دیکھا

تھے اس پر دو کبوتر اور دو انڈے بھی رکھے تھے
شجر کے نیچے مونہہ پر غار کی مکڑی کے جالے تھے

یہ چاہا تھا خداوند تعالیٰ کی مشیت نے
یہ سب سامان کیا تھا رات بھر میں دستِ قدرت نے

یہ حالت دیکھکر کھوجی کو ان لوگوں نے جھٹلایا
کہا کہتا ہی تو اس غار میں کوئی نہیں آیا

وہ کافر کیا کوئی اسکے سوا کچھ کہہ نہ سکتا تھا
اترتا غار میں کوئی تو جالا رہ نہ سکتا تھا

ادھر سنتے تھے حضرت غار میں بیٹھے یہ سب باتیں
کیا شکرِ خدا جب کان میں آئیں عجب باتیں

کہا صدیقِ اکبر نے کہ ڈر ہے یا رسول اللہ
یہ جا کفّار کے زیرِ نظر ہے یا رسول اللہ

وہ سر کو دیکھ سکتے ہیں قدم کو دیکھ سکتے ہیں
جو جھکیں پاؤں کو اپنے تو ہم کو دیکھ سکتے ہیں

ہوا ارشادِ محبوبِ خدا اُن سے کہ لا تحزن
ہمارے ساتھ ہے اللہ کر سکتے ہیں کیا دشمن

پھرے مایوس کفار اور بے نیل مرام آئے
ہوئے واپس وہاں سے اور گھر کو وقت شام آئے

تھے عبداللہ بیٹے حضرت صدیق اکبر کے
سپرد انکے یہ خدمت تھی کہ وہ حالات دن بھر کے

سنیں مکے میں رہ کر اور شب کو غار میں آئیں
جو کچھ باتیں انہیں معلوم ہوں آ کر سنا جائیں

بہن تھیں ایک عبداللہ کی اسما نام تھا اُن کا
وہ کھانا روز پہنچا جاتی تھیں یہ کام تھا اُن کا

وہ عامر جو غلامِ حضرت صدیق اکبر تھے
ہوا تھا حکم اُن کو دودھ لانے پر مقرر تھے

وہاں اک شخص عبداللہ بھی بیٹے اُریقط کے
جو تھے کفار میں اس وقت تک ایماں نہ لائے تھے

چلے تھے اس سفر میں ہمرہِ خیر البشر ہو کر
وہ اُجرت لینے کے بعد آ گئے تھے راہبر ہو کر

غرض اس غار میں وہ تین دن اور تین شب رہ کر
ہوئے راہی مدینے کی طرف یہ دقتیں سہہ کر

واقعہ حضرت سراقہ رض

منادی یہ کرائی کافرانِ شہر مکہ نے
وہ لے سو اونٹ انہیں جو قتل کر دے یا پکڑ لائے

سراقہ ابن مالک یہ خبر سنتے ہی گھر آئے
چڑھے گھوڑے پہ لیکر نیزہ و تیغ و سپر آئے

بڑی تیزی سے گھوڑا اپنا دوڑاتے ہوئے آئے ۔ قریب سرورِ کونین جب آتے ہوئے آئے

گرے گھوڑے سے بے بس ہو کے ٹھوکر کھائی گھوڑے نے ۔ چلے تھے آسمان بنکر زمیں دکھلائی گھوڑے نے

چلے پھر اُس پہ چڑھکر تو تماشے یہ نئے دیکھے ۔ زمیں میں پاؤں چاروں ہی گھوڑے کے دھنسے دیکھے

تو چلائے کہ یا شاہِ دو عالم میری توبہ ہے ۔ نہ اس سے آگے دیکھوں اور کچھ جو کچھ کہ دیکھا ہے

خطا میری معاف اے سرورِ دیں آپ فرمائیں ۔ ابھی پاؤں زمیں سے میرے گھوڑے کے نکل آئیں

دعا کی آپ نے یہ سُن کے اور اُن کو اماں بخشی ۔ سراقہ خوش ہوئے کر دی گئی جب اُنکی جاں بخشی

کہا باقی نہیں کچھ خوف حضرت بے خطر جائیں ۔ میں جاتا ہوں اِدھر اور سرورِ عالم اُدھر جائیں

اگر دیکھوں گا کوئی اور آتا ہے تو ٹوکوں گا ۔ ادھر آنے نہ دونگا ساتھ لیجاؤں گا روکونگا

جو کچھ تھا پاس اُنکے بہر نذر شاہ دیں لائے ۔ مگر وہ مال اُن کا آپ خاطر میں نہیں لائے

کہا سرکار نے حاجت مجھے اس مال کی کیا ہے ۔ ہے میرے پاس جو زادِ سفر کافی ہے پورا ہے

نہ لائے آپ پر اسوقت تو ایمان وہ لیکن ۔ بروز فتح مکہ شوق سے آکر ہوئے مومن

سُنا یہ واقعہ بدل کرامت اسکو کہتے ہیں ۔ رحیم ایسے ہوا کرتے ہیں رحمت اسکو کہتے ہیں

جو آیا قتل کرنے کے لئے اسکو اماں بخشی ۔ ہے کوئی اور بھی ایسا جو یوں کرتا ہو جاں بخشی

نہیں کیا خوف محشر اُن کی رحمت پر نظر ہوگی — ہوئی جب کُفّار پر اتنی تو ہم پر کس قدر ہو گی

نہو رحمت نبی کی عام ایسا ہو نہیں سکتا — کسی کا خاص حصہ آپ ہو رہا ہو نہیں سکتا

نہیں محروم دشمن بھی اگر خاصان رب پر ہے — ضیا خورشید کی سب کے لیے ہے اور سب پر ہے

زمیں سے چرخ تک سب آپ کی رحمت کا ساماں ہے — زمیں ہے خوان رحمت آسماں رحمت کا داماں ہے

تعالی اللہ کیا رتبہ ہے کیسی شان پائی ہے — کہ اُنکے دامن رحمت میں دنیا کی سمائی ہے

خدائی بھر میں جو بے مثل دیکھا ہو حبیب وہ ہے — کہے قرآن جس کو رحمت اللعالمیں وہ ہے

کرے جو دوستوں پر لطف اُسکی کچھ نہ کہئے — دعائے خیر دے جو دشمنوں کو اُسکو کیا کہئے

بتائے کیا کوئی کیا پوچھتے ہو یہ کہ کیسے ہیں — اُنہیں جو زہر دے اُسکی خطا بخشیں وہ ایسے ہیں

ورود بر مکان ام معبد

سراقہ کو کیا رخصت چلے آگے تو آنحضرت — ہوئے وارد مکان اُمّ معبد پر بخیریت

قریب اُسکے ٹھہر کر دیر تک آرام فرمایا — یہاں کچھ نوش کرنا چاہیے یہ بھی خیال آیا

وہ بڑھیا مہربانی حسب عادت اُسکی کرتی تھی — مسافر جو کوئی آتا تھا دعوت اُسکی کرتی تھی

گئی سرکار کے پاس اور رو کر انسے یوں بولی　　مرے گھر آپ ٹھہرے تو کمر تو آپنے کھولی
مگر میں سخت نادم ہوں بہت محجوب و نالاں ہوں　　یہاں ہے قحط سالی زار و مضطر ہوں پریشاں ہوں
نظر اس وقت کوئی شکل مستحسن نہیں پڑتی　　کروں کیا آپ کی خدمت مجھے کچھ بن نہیں پڑتی
بہر ٹھہرائی تھی اسکو جو اوسر ہو کر گذرنا تھا　　مرے گھر ڈال دی لیکہ کہا جی خوش میرا کرنا تھا
مگر اس سال تو ہیں بکریاں بھی دودھ سے خالی　　کہ کرتی دودھ ھی لاکر ہیں پیش خدمت عالی
یہ سنکر شاہ والا نے کہا اس سے کہ اے بی بی　　جو بکری سامنے ہی صحن خانہ میں یہ ہے کیسی
کہا اسنے یہ ہی ایسی ضعیف و لاغر اور بھوکی　　کہ چرنیکے لئے جانا تو کیا ہل بھی نہیں سکتی
کہا سرکار نے ہاں یہ تو سچ ہے تم جو کہتی ہو　　مگر خیر آج ہمکو اسکے دوہنے کی اجازت دو
وہ بولی ہنس کے ای مہمان مجھے ہے عذر ایمیں کب　　مگر یہ تو سمجھئے دودھ سے اور اس سے کیا مطلب
گئی دن سے نہ کچھ کھایا نہیں بھوکی ہے پیاسی ہے　　یہ اب ہل بھی نہیں سکتی جگہ سے ایسی دبلی ہے
حضور سرکار گویا ہمکو کیا اس سے غرض جاؤ　　نکالیں گے ہم اس سے دودھ ہانڈی کوئی لے آؤ
نہ کی کچھ دیر پھر تعمیل حکم پاک حضرت میں　　گئیں وہ اور ہانڈی پیش کر دی لاکی خدمت میں
اٹھے خود شاہ ہادا اور جاکے اس بکری کے تھن دھوئے　　لیا اللہ کا نام اور نکالا دودھ ان میں سے

دکھایا معجزہ اور قدرت باری عیاں کر دی
منگایا اور برتن جب وہ ہانڈی آپ نے بھر دی

اسی صورت سے حضرت شاد انکو کرتے جاتے تھے
وہ برتن لاتی جاتی تھیں تمام دن بھر جاتے تھے

یہ کیا تھا ایسے لاکھ اعجاز دست فیض اثر میں تھے
بھرے القصہ سارے ظرف جتنے ان کے گھر میں تھے

پلا کر سب کو دودھ اور جو وہ بھی بکری لے چلے حضرت
سر شام ان کے شوہر آئے تو پائی عجب حالت

وہ بکری فربہ ہوئی بی بی خوشی سے بے سکت ہیں
بھرے رکھے ہیں شیر تر سے گھر میں جتنے برتن ہیں

کہا کیا ہے یہ راز آئی ہے میری عقل چکر میں
یہ اس کثرت سے دودھ آخر کہاں سے آگیا گھر میں

کہا اک مرد خوش خلق و حسین آج ادھر آیا
وہ ایسا تھا کہ تعریف اس کی کوئی کر نہیں سکتا

نہیں دیکھا کوئی ایسے رحیم ایسا خلیق ایسا
کریم ایسا جواد ایسا شریف ایسا شفیق ایسا

وہ مستحسن تھا محسن تھا حسین تھا یا کہ احسن تھا
رخ پر نور اس کا آئینے سے بڑھ کے روشن تھا

کرامت ہر سخن تھا معجزہ ہر بات تھی اسکی
غرض جو کچھ روش تھی فخر موجودات تھی اسکی

قمر سے تھا وہ روشن تر قمر بھی کہہ نہیں سکتی
وہ ایسا تھا کہ میں اس کو بشر بھی کہہ نہیں سکتی

بیاں اس نے کیا شوہر سے پھر وہ ماجرا سارا
وہ بولا آہ بدبختی کہ میں اس سے نہ مل پایا

فرشتے پھرتے ہیں جس کے تجسس میں وہی یہ تھا
رسول ہاشمی یہ تھا نبی ابطحی یہ تھا

بہت دل میں جو بھڑکی آگ شوقِ دیدِ حضرت کی ۔ تو پھر دو تین دن کے بعد اُن دونوں نے ہجرت کی
خدا نے کی ہدایت اہلِ ایماں ہو گئے آ کر ۔ مدینے آئے دونوں اور مسلماں ہو گئے آ کر

ورودِ مدینہ منوّرہ

مدینے میں جو خبریں جا چکی تھیں اُن کے آنے کی ۔ کوئی حد ہی نہ تھی انصار کی خوشیاں منانے کی
سوادِ شہر تک ہر روز اُٹھ کر گھر سے جاتے تھے ۔ چلے آتے تھے واپس دوپہر تک جب نہ پاتے تھے
گئے اک دن بھی حسبِ معمول اُس طرف وہ سب ۔ مگر آتے نہ دیکھا دوپہر تک آپ کا مرکب
تو بعد اُس وقت کے واپس ہوئے اور اپنے گھر آئے ۔ مگر تھے منتظر پھر بھی کہ شاید کچھ خبر آئے
وہاں یہ لوگ بیٹھا اک یہودی چھوڑ آئے تھے ۔ ابھی سب راستے ہی میں تھے اور گھر تک نہ پہنچے تھے
نظر اُس کو یکایک گردِ راہِ قافلہ آئی ۔ اور اُس کے آگے آگے برق کی سی روشنی پائی
ہوا اُس کو یقیں پیغمبرِ آخر زماں یہ ہے ۔ ہے جس کی جستجو انصار کو وہ کارواں یہ ہے
پکارا وہ کہ اے انصار دوڑو قافلہ آیا ۔ تمہارا رہنما آیا تمہارا پیشوا آیا
یہ سُن کر سب کے سب واپس ہوئے چڑھ آئے ٹیلے پر ۔ عجب اُس دم مسرت کا تھا عالم اُس قبیلے پر

نکل آئے تھے باہر سارے مرد و زن مدینے میں — خبر یہ شہر میں ایسی ہوئی فوراً مدینے میں

جو اُن میں رونق افزا ہو نبیکو وہ سرورِ کل تھا — تو سارے شہر میں چرچاء رسولُ اللہ کا غُل تھا

قُبا جو سب سے پہلا راہ طیبہ میں محلہ تھا — ہوا اُنہیں سے حشمت ورودِ سیّدِ والا

لکھا ہے چودہ دن ٹھہرے اس محلے میں اقامت کے — یہیں مولا علی آکر ملے تھے بعدِ ہجرت کے

کیا بالا خُدا کا نام برتر آتے ہی اِس جا — وہ مسجد کی بنا ڈالی ہے جس کی عَلَی التّقویٰ

بنایا خود جسے سرکار نے یہ ایسی مسجد ہے — مسلمانانِ دنیا کی یہ سب سے پہلی مسجد ہے

جہاں جانے کو آئے تھے وہاں کا پھر خیال آیا — مدینے کا ارادہ سیّدِ والا نے فرمایا

تو بولے آکے عمرو عوف کے وہ خاندان والے — خطا ہم سے کیا سرزد ہوئی اے عزّ و شان والے

ہماری آس محبوبِ خدا کیوں توڑے جاتے ہیں — ہمارے گھر سے جاتے ہیں ہمیں کیوں چھوڑے جاتے ہیں

کہا شہ نے گماں تم نے نہ کاش ایسا کیا ہوتا — کسی سے بھی خفا ہوتا نہیں ہوں تم سے کیا ہوتا

نہ چلتا ہوں نہ اپنی رائے سے دم بھر ٹھہرتا ہوں — میں ہوں مامور جو کچھ حکم ہوتا ہے وہ کرتا ہوں

جو لانے والے تھے تشریف پیغمبر مدینے میں — خوشی کے شادیانے بجتے تھے گھر گھر مدینے میں

جو اُن کے گھر رسولِ مرسلیں ہونے کو مہماں تھا — تو تھی ایسی مسرّت جیسے جشنِ عیدِ قرباں تھا

کرم فرما رہی ہیں مجھ پہ شاہِ انبیا خوش ہوں
ہر ایک اُن میں سے کہتا تھا کہ ہیں سب سے سوا خوش نصیب

ہوئی تھی جو نہ اس سے پہلے ایسی شادمانی تھی
نبی مہمان تھے انصار کے گھر میزبانی تھی

جوان و پیر کا کیا ذکر جو ننھے منے تھے
یہ عالم تھا کہ آغوشوں سے بچے نکلے جاتے تھے

انس کہتے ہیں تھی کافور تاریکی زمانے سے
در و دیوار روشن ہو گئے تھے اُن کے آنے سے

خدا جانے وہاں اُس وقت وہ عالم بھی کیا ہوگا
کہ جب انصار میں ہر شخص کا یہ مدعا ہوگا

مرے گھر آکے ٹھہریں اور مجھ پر فضل باری ہو
مری تقدیر میں سرکار کی خدمت گذاری ہو

ہجومِ شوق خدمت آپ نے دیکھا تو فرمایا
نہ روکے اسکو کوئی جانور مامور ہے میرا

ذرا ہٹ جاؤ آگے سے یہ مشکل حل بھی ہوگی
جہاں یہ بیٹھ جائیگی وہی منزل مری ہوگی

خدا کی شان دیکھو دخل کس کو اسکی قدرت میں
یہ دولت تھی ابو ایوب انصاری کی قسمت میں

نہ ٹھہری اور نہ رستے میں کہیں پھر ذرا بیٹھی
چلی اور چلتے چلتے اُن کے دروازے پہ جا بیٹھی

وہ ہی کیا پوچھنا جو کچھ خوشی کا اُن کی عالم تھا
کہ مہماں اُنکے گھر شہنشاہِ معظم تھا

خوشی سے سر پہ رکھکر سارا سامان سفر لائے
اُتارا اور شاہِ دو جہاں کو اپنے گھر لائے

زباں پر پھر وہ اپنی لائے جو خواہش کہ تھی دل میں
کہا سرکار سے ٹھہریں حضور اوپر کی منزل میں

جو ارشاد آسمیں تو نہیں مشکل بڑی ہو گی ‍ ‍ مگر پاس آمد و رفت صحابہ ہر گھڑی ہو گی

بہت تکلیف آنے ہوگی عورتوں کو آنے جانے میں ‍ ‍ مناسب ہے قیام اسواسطے نیچے کے حصّے میں

ہوئے خاموش بوایوب سنکر حکم آنحضرت ‍ ‍ کہ لب حکم کر سکتے نہ تھے کچھ عذر اور حجت

مگر احساس رتبہ ترک ادب سے تھا ملال اُنکو ‍ ‍ نہ تھا کس طرح حفظ مراتب کا خیال اُنکو

غرض اک دن بہت روئے بہت الحاح و زاری کی ‍ ‍ وہی پہلی نہ کوئیں سے پھر خواستگاری کی

قبولِ خاطرِ اقدس ہوئی آخر دعا اُن کی ‍ ‍ لکھا ہے آپ نے منظور کر لی التجا اُن کی

مدینے میں ابو ایوب کے سے مقتدر ٹھہرے ‍ ‍ بہت ہی خوش رہے وہ سات ماہ آپ اُنکے گھر ٹھہرے

ہوا پھر حکم شہ زید و ابو رافع چلے جائیں ‍ ‍ وہ مکے سے جناب فاطمہ زہرا کو لے آئیں

لے آئیں اُنکو بھی ہمراہ فرمایا یہ فرعن بھی ‍ ‍ نہ چھوڑی جائیں سودہ ام کلثوم ام ایمن بھی

پہنچتے ہی چلے آئیں ہوا یہ حکم محکم بھی ‍ ‍ گئے اُن کے حوالے دو شتر اور پانچ درہم بھی

اُنھیں کے ساتھ عبداللہ بن صدیق بھی آئے ‍ ‍ عیال اہل صدیقی کو اپنے ساتھ ہی لائے

خریداری زمیں کی پھر شہ والا نے فرمائی ‍ ‍ جو تھا اسوقت مسجد بنائی اور بنوائی

لیا کام آسمیں پتھر سے نہ لوہے کی سلاخوں سے ‍ ‍ بنی اینٹ اور مٹی سے بٹی خرما کی شاخوں سے

وہ ہے جنت سے بڑھ کر اس میں گنجائش نہیں شک کی　　خبر ہے اُس میں معماری ہے کس دستِ مبارک کی
شہِ کون و مکاں نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے　　فلک کو بھی نہیں حاصل جو رفعت اُس نے پائی ہے

قصہ عبداللہ ابن سلام

مدینے میں یہودی ایک عبداللہ رہتے تھے　　سلام اُن کا پدر تھا لوگ عالم اُنکو کہتے تھے
انہیں ایام میں آئے وہ پیشِ سیدِ اطہر　　کئے اپنی سمجھ میں کچھ سوالات اہم آکر
جو تھے اُن کے سوال اُن پر تھا نازِ بے حساب اُن کو　　مگر سرکار نے بخشا جواب باصواب اُن کو
وہ تاک کر رہ گئے مونہہ حضرتِ ختمِ رسالت کا　　مسلماں ہو گئے فوراً پڑھا کلمہ شہادت کا
مگر بولے شہِ دیں سے کہ میں عالم ہوں عامل ہوں　　اور اپنی قوم کی مجلس میں گویا صدرِ محفل ہوں
سُنیں گے جب یہ حالت تو آکر طعنہ زن ہونگے　　مجھے احمق کہیں گے اور مجھ پر خندہ زن ہونگے
بلا کر اُن کو مجھ کو ایک گوشے میں چھپا دیجے　　پھر اُن سے پوچھیئے کیسا ہوں میں یہ امتحاں لیجے
یہ سن کر اُن سے بلوائے یہودی شاہِ والا نے　　اُنھیں پردے میں رکھا بادشاہِ دین و دنیا نے
جب آئے وہ تو فرمایا بتاؤ کیا سمجھتے ہو　　تم اپنے بھائی عبداللہ کو کیسا سمجھتے ہو

تو سب کہنے لگے عالم ہے وہ اور ابن عالم ہے — کرے جو شک تو وہ بھی ہمیں تو خاطی ہر ظالم ہے
کہا حضرت نے تو خوش ہوں اگر وہ اہل ایماں ہیں — تو پھر تم کیا کہو گے ان کے ذکر عزت و شاں ہیں
تو یوں گویا ہوئے وہ کیا غرض اس کام سے اسکو — خدا محفوظ رکھے فتنۂ اسلام سے اسکو
یہ صورت دیکھ کر اتمام حجت کا خیال آیا — کہا شہ نے وہی پھر اور جواب ان سے وہی پایا
تو عبداللہ سے بولے کہ اب تم باہر آجاؤ — ان اپنے دوستوں کو حال دل اپنا سنا جاؤ
سنا جب حکم عبداللہ نے ختم رسالت کا — تو باہر آگئے پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت کا
کہا اے قوم والو اعتبار اپنا کرو مجھ پر — یہ سچے ہیں خدا شاہد ہے جانو ان کو پیغمبر
بھروسہ جن پہ ہر طفل و مسن کا ہر رہی ہیں یہ — کتابوں میں تمہاری ذکر جن کا کر رہی ہیں یہ
کتاب ان کی ہے سچی اور سچا ہے بیاں ان کا — یہ ہیں سچے نبی میں لے چکا ہوں امتحاں ان کا
یہ کہہ کر اٹھ گئے سب تو دیوانوں میں شامل ہے — نہیں سنتے ہم اس کی کچھ یہ جاہل ابن جاہل ہے

نکاح حضرت فاطمہ رضہ

نکاح فاطمہ پھر سب دو الا نے فرمایا — کتابوں میں سیر کی اس طرح ہے اسکا ذکر آیا

لکھا ہے جب ہوئیں سولہ برس کی فاطمہ زہرا — شہ کونین کو تزویج کا اُن کی خیال آیا
جو پھر عقد ذکر و حضور خیر الانام آیا — تو سب سے پیشتر صدیق اکبر کا پیام آیا
کہا حضرت نے بے حکم خدا میں کچھ نہیں سکتا — ابھی تم سے کچھ اور اسکے سوا میں کہہ نہیں سکتا
سُنا جب یہ جواب اب حضرت محبوب باری کو — عمر آئے پھر اس کے بعد اُن کی خواستگاری کو
جواب آیا جو سُنا تھا حضرت صدیق اکبر نے — عمر سے بھی وہی الفاظ فرمائے پیمبر نے
کہا پھر اُمِّ ایمن نے علی سے اُن کے گھر جا کر — کرو تم خواستگاری بنت حضرت کی تو بہتر
وہ بولے جاؤں بھی تو کیا کہوں محبوب باری سے — کہ شرم آتی ہے مجھکو انتہا میں خواستگاری سے
وہ بولیں جاؤ تو شاید تمہاری دل ہی کچھ ہو — تم اُن کے بھائی ہو پہلے مسلماں ہو بھی کچھ ہو
کہا مجبور اعزا نے بھی تو اُٹھ کر علی آئے — ادب سے سر جھکائے شرم سے پیش نبی آئے
کہا حضرت نے کیسے آئے اس وقت اے علی بیٹھو — کہا حاضر ہوا ہوں فاطمہ کی خواستگاری کو
یہ سنتے ہی ہوا ارشاد عالی مرحبا اہلاً — ہوئے موجود آثار نزول وحی بھی فوراً
اثنا جب ہٹے اُس حال سے مولا سے فرمایا — مبارک ہو تمہارے عقد کو حکم خدا آیا
کہا پھر یہ بتاؤ مال بھی کچھ تم نے جوڑا ہے — وہ بولے میرے گھر صرف اک زرہ ہی ایک گھوڑا ہے

دیا پھر حکم جاؤ تم زرہ بیچو ابھی جا کر / ملے قیمت جو کچھ رکھو وہ میرے سامنے لا کر

گئے فوراً وہ اُٹھ کر اور زرہ بیچی بعجلت / پھرے خوش ہو کے پائی چار سو اسی درم قیمت

یہ مرضی تھی جو محبوبِ خداوندِ تعالیٰ کی / رقم پوری وہ پیشِ خدمتِ سرکارِ والا کی

بلال آئے تو بتلایا شہ دیں نے یہ کام اُن کو / منگانے کے لئے خوشبو دئے تھوڑے سے دام اُن کو

بحکمِ شاہِ دیں جا کر کوئی بازار سے لایا / اُسی دن تھوڑی سی قیمت کا سامانِ جہیز آیا

جہیزی مال میں دو چادریں تھیں اک قطیفہ تھا / تھی دو مہری اک تھالی اک پیالہ ایک تکیہ تھا

اُدھر زیور میں بازوبند کا صرف ایک جوڑا تھا / اِدھر اک مشک اک چکی تھی اک مٹی کا کوزہ تھا

پارہ جس کا شہ کونین تھا محبوبِ سبحاں تھا / یہ اُس مخدومۂ کونین کی شادی کا ساماں تھا

لباس اُس کا یہ تھا جو سرورِ عالم کی جائی تھی / خدا کے گھر سے جس کو چادرِ تطہیر آئی تھی

بیاں جس کا ہوا یہ ظاہری سامان بنا تھا / خدا والوں کا گھر تھا یہ یہاں کیا کام اِس کا تھا

متاعِ دنیوی تھی ہیچ اِس کی کیا حقیقت تھی / دعائیں لے کے نکلیں باپ کی جو اصل دولت تھی

وہ تھیں اللہ والی جانتی تھیں اللہ والوں میں / چلیں لپٹی ہوئی والد کی رحمت کے دوشالوں میں

ردائے بخشش خاص ایزدِ غفار نے بخشی / تمام امت غلامی کے لئے سرکار نے بخشی

وہ کیا خوش ہوتیں جی کیا اُن کا لگتا اک بناؤ میں | لدی تھیں سر سے پا تک زیورات زہد و تقویٰ میں
جو تھا اللہ کو مرغوب وہ پر نور ٹیکا تھا | نشانِ سجدہ یعنی زیب پیشانی زیبا تھا
نمازوں کی رکوعوں کی اُدھر گردن میں مالا تھی | اُدھر خلخال پا موجِ خرامِ راہ والا تھی
اُدھر جوشن تھا بازو پر بندھا حفظِ الٰہی کا | اُدھر تعویذ گردن میں دعائے صبحگاہی کا
انہیں حاجت نہ تھی کچھ عطر کی جسم اُنکا خوشبو تھا | یہ تھیں اُن باپ کی بیٹی پسینہ جن کا خوشبو تھا
وہ اُن کے بیاہ کا کاشانۂ فیض آستانہ تھا | جہاں چرخِ بریں کی چاندنی کا فرش خانہ تھا
علی دولہا بنے دھومیں مچیں شادی کی خلقت میں | ملک گاتے ہوئے آئے ترانے بزمِ عشرت میں
علی نوشہ بنے شادی رچی دھومیں مچیں دیکھو | ہیں حاضر ساکنانِ منزلِ چرخِ بریں دیکھو
رُخِ پر نور دیکھو اُن کی زلفِ عنبریں دیکھو | نہ دیکھے ہونگے دنیا میں کہیں ایسے حسیں دیکھو
فلک سے نور برسے گا وہ ساعت آنیوالی ہے | برات اُن کی شہ کونین کے گھر جانیوالی ہے
ہوئی غُل چاروں طرف یہ خانہ آبادی مبارک ہو | علی کی فاطمہ زہرا سے ہے شادی مبارک ہو
درودوں کی صداؤں سے جہاں میں شور برپا ہے | سلامی کیلئے حاضر درِ دولت پہ دنیا ہے
چلے ہیں بن کے دولہا خسرو دنیا و دیں کے گھر | اُدھر شادی کا ساماں ہے رسولِ مسلمیں کے گھر

علی دولہا دلہن اُن کی ہیں بنتِ سرورِ عالم — براتی ہیں مہاجر اور انصارِ شہِ اکرم
خوشی کی پھر کبھی ایسی منادی ہو نہیں سکتی — مبارک اس سے بڑھ کر کوئی شادی ہو نہیں سکتی
ہیں دونوں ایسے یکتا جن پہ یکتائی بھی نازاں ہے — دلہن ہے شاہزادی اور دولہا شاہِ مرداں ہے
کسی سے وصف اس دولہا کا کیا ہو اور کیونکر ہو — دلہن جس کی شہِ والا کی دخترِ نیک اختر ہو
اگرچہ ہر طرح ذاتِ گرامی اُن کی اکرم ہے — نبی کی ہیں وہ دختر یہ شرف بھی اُن کا کیا کم ہے
ہوئی تھی اُن کی خلقت پاک طیب فضلِ باری سے — انہیں محفوظ فرمایا تھا کیلِ ماہواری سے
عبادت کا خدا کی لطف اُن کو کس قدر اُٹھا — گئیں شب کو جو سجدے میں تو وقتِ صبح سر اُٹھا
پس اُن کو عنایت وہ ہوئے افضالِ باری سے — نجاتِ خلق ہے مشروط جن کی دوستداری سے
نہ ہوں بے قدر کس طرح تھیں جب آپ کی بیٹی — بشر تھیں وہ مگر خیر البشر سے باپ کی بیٹی
اُنھیں تو خاص قربِ حضرتِ محبوبِ سبحاں ہے — محبت شاہزادوں کی بھی اُن کے جزوِ ایماں ہے
تھی جیسی اُنھیں ایسی بھی محبت ہو نہیں سکتی — کسی باپ اور بیٹی میں یہ الفت ہو نہیں سکتی
نہ ہوگا اور نہ خالی ہے کوئی گھر یاد سے اُنکی — پھلا پھولا ہے گلزارِ جہاں اولاد سے اُن کی
دعا دیتے رہے تھے شاہِ دیں یہ وقتِ رخصت تک — رہے گا شاد آباد اُن کا گھر روزِ قیامت تک

پڑھایا پھر نکاح فاطمہ شاہِ دو عالم نے — کیا رخصت اُنھیں پھر اُس مکرّم نے معظّم نے
پھر اس کے بعد اپنے قصرِ عالی میں ذرا بیٹھے — گئے پھر اُن کے گھر اور پاس اُن دونوں کے جا بیٹھے
منگایا اک پیالہ بھر کے پانی پھر پیمبر نے — لعاب پاک اپنا اُس میں ڈالا میرِ کوثر نے
پلایا دونوں کو دونوں پہ چھڑکا شادماں ہو کر — دعائیں پھر ہوئے مصروف اُن پر مہرباں ہو کر
کہا یارب میں ان کو سونپتا ہوں حفظ میں تیرے — نگہباں اِن کا تو رہنا میں ہوں انکا یہ ہیں میرے
رہیں ہر وقت خوش دونوں پہ تیری چشمِ رحمت ہو — انھیں اولادِ صالح ہو عنایت اور بکثرت ہو
ترے نورِ کرامت سے ہوں شکلیں تابناک انکی — رہیں محفوظ یہ شیطان سے اور نسل پاک انکی
وہاں سے آپ جب چلنے لگے تو فاطمہ روئیں — ہوا ارشاد کیا باعث ہے گریے کا ہو کیوں غمگیں
وہ بولیں غم یہ ہے شادی ہوئی اُس شخص سے میری — جو ہے اک مفلس و نادار اور رکھتا نہیں کچھ بھی
کہا سرکار نے یہ انتخابِ ربِّ اکبر ہے — علی تیرے لئے اُس کے لئے تو سب سے بہتر ہے
چُنے دو مرد تیرے واسطے پھر کیوں ملال رہے — ہے اُن میں ایک تیرا باپ اور اک تیرا شوہر ہے
کہا سرکار نے اے نورِ چشم اے لختِ دل دختر — علی ہے سابق الایماں علی ہے سب سے عالم تر
خدا چاہے تو تجھکو کوئی رنج و غم نہیں ہوگا — رہے گی تو ہمیشہ خوش ترا خالق معین ہوگا

ہوا دونوں کو اطمینان سُنکر بات حضرت کی | ولیمہ کر کے پھر مولا علی نے سب کی دعوت کی
لکھا ہے یہ بھی اکثر راویوں نے حال حیدر ہیں | ہوا تھا چار سو مثقال مہر اس عقد پر زرین

جنگ بدر

مہینے جب ہوئے اُنیس پورے روز ہجرت سے | اُنھیں حکم جہاد آیا لڑائی کے جھمے نقشے
مسلمانوں کو کافر راستوں میں تنگ کرتے تھے | جھپٹ لیتے تھے سامان اُنکا اُن سے جنگ کرتے
یہاں منظور ہی قتل و جہاد آئی نہ تھی جب تک | مسلماں لٹ رہے تھے کافروں کے ہاتھ سے اب تک
ہوا یہ حکم تو یہ شیر بھی تن تن کے غُرّائے | بڑھے اور کافروں کے سامنے میدان میں آئے
دلیری سے اُٹھے اور اُنکے سر پر چڑھ کے للکارا | اِدھر آئے اُدھر پہنچے اِسے پٹکا اُسے مارا
چڑھے جو اُن کے مونہ پر کر کے چھوڑا اُنکا مونہ کالا | بد انجاموں کی دنیائے ستم میں زلزلہ ڈالا
دکھلائے اپنے جوہر طاقتیں اپنی عیاں کر دیں | کئے ملک اُن کے ویراں چوپٹ انکی بنیاں کر دیں
ڈپٹ کر اُن کو سیدھا کر دیا بڑھے جو خود سر تھے | الٹ کر رکھدیئے تخت اُن کے جو کسرا و قیصر تھے
اُتارا تیغ کے گھاٹ اُسکو جو نامی دلاور تھا | ابوجہل شقی تھا پھر نہ مرحب تھا نہ عنتر تھا

جہنم سے ادھر مفرور اُن کے تھم نہ سکتے تھے
ہزاراں تین سو تیرہ کے آگے جم نہ سکتے تھے

لڑائی میں مسلماں اُنکے مونہہ پر چڑھتے جاتے تھے
وہ پیچھے ہٹتے جاتے تھے یہ آگے بڑھتے جاتے تھے

یہ تھے جس رنگ میں اس رنگ میں بہتر سے بہتر تھے
کہ وقتِ صلح تھے موم اور وقتِ جنگ پتھر تھے

ہو جاہے کچھ بھی راہِ راست سے لیکن نہ ملتے تھے
جو لڑنا اُن سے لڑتے تھے جو ملنا اُن سے ملتے تھے

وہ بے ساماں تھے لیکن دولتِ دین کے نگہباں تھے
بڑا ساماں تھا اُن کا یہ کہ وہ پکے مسلماں تھے

یہی خنجر تھا اُن کا اور یہی تلوار تھی اُن کی
یہی ڈھال اور یہی شمشیر جوہر دار تھی اُن کی

بھروسہ پشت پر رب کا تھا رحمت اُن کے آگے تھی
وہ پیچھے کس طرح ہٹتے کہ جنت اُن کے آگے تھی

دکھا دیتے تھے وہ یوں راہِ حق میں جان کھوتے ہیں
رسول اللہ کے سچے فدائی ایسے ہوتے ہیں

وہ کر کے صلح یا تیغ آزمائی کر کے اُٹھتے تھے
جہاں بھی بیٹھ جاتے تھے صفائی کر کے اُٹھتے تھے

کہا کفار نے اینو مسلماں بڑھتے جاتے ہیں
ہے لازم اِن کی سرکوبی کہ سر پر چڑھتے جاتے ہیں

ارادہ یہ کیا سب نے کہ تیار ایک لشکر ہو
مٹا دو اُن میں ہستی کی یہ منادی آج گھر گھر ہو

ابو جہل لعیں سب سے زیادہ اس میں ساعی تھا
وہ سب اُس کی رعیت تھے وہ گویا اُنکا راعی تھا

ابو سفیان و عتبہ اور شیبہ منع کرتے تھے
مآلِ کار اُن کے سامنے تھا اُس سے ڈرتے تھے

بہت روکا بہت سمجھائیں باتیں اُسکو دفت کی
جہاں تک ہو سکا اُس دشمن دیں کو نصیحت کی

مگر اس کے تو سر پر موت تھی کب ٹال سکتے تھے
خیالات اپنے اُسکے دل میں کیونکر ڈال سکتے تھے

کہا عتبہ نے اے سردار قوم اس ضد سے باز آجا
لڑائی میں ہمارا ہی نہ کوئی فائدہ تیرا

یہ مانا ہم کو نصرت بھی ہوئی تو کیا نتیجہ ہے
ملیگا اُن سے کیا کیا مال اُن کے پاس رکھا ہے

خلاف اسکے ہوا تو ساری دنیا میں ہنسی ہوگی
خبر ہے اُسکی بھی اُسوقت جو ذلت تری ہوگی

وہ بولا اُن سے تم کمظرف ہو نامرد ہی ہو
نہیں لڑنا نہیں تو جاؤ گھر کو اپنے راہی ہو

یہ میداں ہے جوانمردوں کا کام کب اسکے قابل ہو
تمہارے دل میں دہشت ہے مسلمانوں کی بزدل ہو

کہا عتبہ نے جبر آنے تو دے وہ دن بتاؤں گا
ہے تو نامرد یا میں یہ تجھے ثابت کرا دوں گا

نتیجہ کیا ہے اپنی طرح کے قصے سنانے سے
لڑائی بھی کہیں سر ہوتی ہے باتیں بنانے سے

اُمیہ نے کہا میں اس لڑائی کا مخالف ہوں
نہ گھر سے باہر آؤں گا مسلمانوں سے خائف ہوں

ہوئے کچھ دن کہ سعد ابن معاذ آئے جو میرے گھر
اُنھوں نے بر سبیل تذکرہ مجھ سے کہا آکر

رسول مرسلیں نے ایک دن مجھ سے یہ فرمایا
مسلمانوں کے ہاتھوں سے اُمیہ جائے گا مارا

مسلماں تو نہیں ہوں میں مگر دل میرا کہتا ہے
کہ وہ جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ ہو کے رہتا ہے

ابوجہل اُس سے بولا خبط اے نافہم ہے تجھکو
مسلمان بھی نہیں ہے اور پھر یہ وہم ہے تجھکو

اُمیّہ جب نہ ہوگا ساتھ کس کے قافلہ ہوگا
پھر اہلِ وادیٔ مکّہ کو کس کا آسرا ہوگا

مجھے تو یہ گماں تھا ساتھ تیرے فوج آئی ہے
کہ تو تنہا بھی لڑنے کو چلا جائے تو کافی ہے

اسی صورت سے کی تعریف اُسکی اور ہجو کی
کیا اُس سے بہت اصرار اور پہروں خوشامد کی

وہ مردودِ خدا و دشمنِ اسلام تو تھا ہی
ابوجہلِ شقی نے اُس کو آخر کر لیا راضی

سفر کی جگہہ پھر بار اُس نے اس لڑائی کی
نہ مانا وہ کسی صورت سے ٹھرا دی چڑھائی کی

روانگیِ لشکرِ کفّار

بھڑکتے اور رستے سے بھی اپنے چونکتے نکلے
رجز پڑھتے ہوئے نکلے کہ کُتّے بھونکتے نکلے

یہ کیوں کہئے کہ وہ شیر و شکر آپس میں ملکر تھے
یہ کہئے موت کے مونہہ کے لئے اک لقمۂ تر تھے

یہ کیوں کہئے کہ اک لشکر تھا وہ اعدائے انجس کا
یہ کہئے جہاڑ کر پھینکا تھا کوڑا ارض اقدس کا

یہ کیوں کہئے کہ اُن کے پاس سامانوں کی کثرت تھی
یہ کہئے چند بے ساماں مسلمانوں کی دعوت تھی

یہ کیوں کہئے کہ لڑنے کے لئے مغرور جاتے تھے
یہ کہئے مرنیکو ذلّت سے گھر سے دور جاتے تھے

یہ کیوں کہئے ابوجہل ستمگر بے سر ساماں تھا
یہ کہئے ذریت تھی ساتھ جس کے اور شیطاں تھا

یہ کیوں کہئے کہ خود آہن کی ضو فشانی تھی
یہ کہئے سر پہ نازل اک بلائے آسمانی تھی

یہ کیوں کہئے کہ مردودوں کی تلواریں چمکتی تھیں
یہ کہئے بجلیاں لشکر پہ گرنے کو لپکتی تھیں

یہ کیوں کہئے زرہ پوشی میں خود آیا تھا اک دشمن
یہ کہئے دشمن پر زور اجل میں انکا دامن تھا

یہ کیوں کہئے کہ وہ نام آوری کرنے کو جاتے تھے
یہ کہئے موت کے رستے پہ تھے مرنے کو جاتے تھے

یہ کیوں کہئے سواری میں تھے گھوڑے بدمعاشوں کی
یہ کہئے جا رہی تھیں ارتھیاں گھر گھر کی لاشوں کی

یہ کیوں کہئے کہ بوجھے کے تھے وہ مونہ پہ ڈالے تھے
یہ کہئے تھے وہ اعدا اپنی مونہ انکے کالے تھے

یہ کیوں کہئے کہ تھی گرد سفر اعدائے رحماں کی
یہ کہئے پھانکنے کو خاک نکلے تھے بیاباں کی

یہ کیوں کہئے کہ ڈیرے خیموں میں تھے واں خیر جاں تھے
یہ کہئے وہ اسیر جنگ تھے محبوس زنداں تھے

یہ کیوں کہئے کھنچی تا دوش ان سب کی کمانیں تھیں
یہ کہئے تنگ تھے اور کشمکش میں ان کی جانیں تھیں

یہ کیوں کہئے جلاجل انکے ہاتوں میں کھلتے تھے
یہ کہئے نامرادی پر کف افسوس ملتے تھے

یہ کیوں کہئے دہل کے ساتھ بجتا بوق و قرنا تھا
یہ کہئے شور واویلائے قبل از مرگ برپا تھا

یہ کیوں کہئے کمر بندی پہ تیغ آزمائی تھی
یہ کہئے باندھ کر میدان میں موت انکو لائی تھی

یہ کیوں کہئے کہ تھی دھوپ ایسی تھی گرمی عالم میں | یہ کہئے جل رہے تھے دوزخی نار جہنم میں
یہ کیوں کہئے قوی ہیکل تھے اور بار سواری تھے | یہ کہئے مرنے کو نکلے تھے گھر والوں پہ بھاری تھے
یہ کیوں کہئے کہ جنگ بدر سر کرنے کو آئے تھے | یہ کہئے مختصر سی بات ہے مرنے کو آئے تھے
یہ کیوں کہئے کہ زہر آلود نیزوں کی سنانیں تھیں | یہ کہئے سانپ تھے پھنکارتے تھے اور باہر زبانیں تھیں
یہ کیوں کہئے کہ تلواروں کے بادل تھے برسنے کو | یہ کہئے ناگنیں بل کھا رہی تھیں ان کے ڈسنے کو
یہ کیوں کہئے زرہ پوشی تھی ان نامہ سیاہوں کی | جہنم کو چلیں تھیں گٹھریاں بندھ کر گناہوں کی
نہ کہئے یہ بھی گھر سے نکلے تھے وہ خاک اڑانے کو | یہ کہئے خاک کو آئی تھی روٹھوں کے منانے کو
غرض یہ ساز و ساماں لیکے اطمینان سے نکلے | وہ اپنے زعم باطل میں نہایت شان سے نکلے
سوار ان میں سے تھے کچھ لوگ اور کچھ پا پیادہ تھے | وہ سب دس سو سے کم تھے اور نو سو سے زیادہ تھے
دکھاتے جاتے تھے اپنی اولوالعزمی ارادوں میں | شتر تھے سات سو گھوڑے تھے سو ان نامرادوں میں
سلاح جنگ اجسام زرہ پوش پہ سجتے جاتے تھے | گرجتے جاتے تھے بادل سے باجے بجتے جاتے تھے
وہ اپنی بیحیائی کے عمل دکھلاتی جاتی تھیں | جو تھیں گانے والیاں کچھ ساتھ میں وہ گاتی جاتی تھیں
یونہیں چلتے ہوئے جائے قیام بدر تک آئے | غرض اس ساز و ساماں سے مقام بدر تک آئے

وہاں شیطاں نے جب اکر اتارا فوج اعدا کو
خبر دی آ کے جبریل امیں نے شاہ والا کو

کہا حضرت نے فوراً مشورہ اصحاب سے اپنے
خبر لائے تھے جو روح الامیں وہ سب کہی ان سے

یہ فرمایا کہ مجھ سے خالق اکبر کا ہے وعدہ
کہ ہوگا کافروں پر یا متاع و مال پر قبضہ

تجارت کا مگر جو قافلہ تھا اُس سے درگذرو
کہ وہ تو جا چکا ممکن نہیں اب پا سکو اسکو

کہا ان میں سے بعض اصحاب نے لیکن یہ تھا اچھا
نہ کرتے ہم قتال اور تاجروں کا مال ملجاتا

ہوئے برہم شہ کونین اس تقریر سے انکی
مگر بات آ کے اچھی پڑگئی تقدیر سے اُن کی

کہ ان اصحاب میں موجود صدیق و عمر بھی تھے
تھے مقداد و عمرو آگئیں و سعد نامور بھی تھے

کہا ان چاروں نے ان لوگوں کو اس کی خبر کیا ہے
یہ سمجھے ہی نہیں سرکار کے مد نظر کیا ہے

یہ سب ہر دم قتال و جنگ پر اصرار کرتے ہیں
خدا کے اور نبی کے سامنے اقرار کرتے ہیں

کہا مقداد نے ہونگے نہ بیٹھے رہنے والوں میں
نہ ہم ٹھہرینگے انّا ھٰہُنا کے کہنے والوں میں

کہا پھر سعد نے ہم لوگ دریا میں رواں ہونگے
غرض یہ ہیں مطیع حکم ہی ہونگے جہاں ہونگے

وہ ہوگی سعی راہ دین حق میں جس سے جی خوش ہو
کریں گے ہم جہاد ایسا کہ اللہ و نبی خوش ہوں

ہوئے شاد اور متبسم شہ والا نے فرمایا
کہا ہوگی تمہاری فتح ہے اللہ کا وعدہ

تیاری لشکرِ اسلام

دیا پھر شاہِ دیں نے حکم تیاریِ لشکر کا
ہوا تیار لشکر جاں نثارانِ پیمبر کا

درِ دولت پہ خوش ہوتے ہوئے با صد ادب آئے
ہوا تھا حکم جن کو ساتھ چلنے کا وہ سب آئے

وہ تھا ماہِ صیام اور بارھویں تاریخ تھی اسکی
مدینے سے چلے جب بدر کو وہ سرورِ عالی

مسلمانوں کے اِس لشکر کے چلنے کا بیاں سُنئے
جو تھا سامان اُنکے ساتھ اُسکی داستاں سُنئے

تھے یہ سب تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلماں اور نہتے تھے
بس ان کے پاس ستر اونٹ تھے اور تین گھوڑے تھے

چھ زرہیں آٹھ تلواریں تھیں یہ کُل اُنکا ساماں تھا
سوا اسکے نبی کا لُطف تھا اور فضلِ رحماں تھا

یہ دل سے چلے تھے لڑنے کو یہ ڈھنگ تو دیکھو
ذرا ان آٹھ تلواروں کو اور اس جنگ کو دیکھو

ہزار اعدائے دیں اور اسطرف بس تین گھوڑے تھے
یہ کچھ بھی تو نہیں تھی یہ بھی کیا کہیے کہ تھوڑے تھے

دیا تھا حکم یہ اونٹوں کی نسبت شاہِ والا نے
کہ ایک ایک اونٹ دو دو آدمی لیں باری باری سے

شہِ والا کے حصے میں علیِ مرتضیٰ آئے
تو کرتے یوں ادب سے عرض پیشِ مصطفیٰ آئے

مری باری پہ بھی سرکار ہی چڑھ لیں تو اولیٰ ہے
ہوا ارشادِ عالی اے علی یہ راہِ مولیٰ ہے

ہیں مستغنی نہیں تم سے زیادہ اجر پانے ہیں ۔ قوی تر تم سے ہوں چلنے کی تکلیفیں اُٹھانے ہیں

ہوئے مولا علی چپ سُن کے یہ ارشاد آنحضرت ۔ چلا پھر لشکر اسلام دکھلاتا ہوا شوکت

ملا ایک بینے کو دوڑے جہاں اُٹھی جدھر اُٹھی ۔ ٹھائی آسمان نے سر پہ جب گرد سفر اُٹھی

نشان تھے یا بلندی کی نشانی ہر سپاہی کی ۔ پھریرے تھے کہ کلیاں دامن ظل الہٰی کی

چمک ان آہنی تیغوں کی تھی اُس ایک عالم میں ۔ ادھر تھی شش جہت میں اور ادھر تھی ربع مسکوں میں

ضیا نورانی چہاروں سو زمیں پر بڑھ کے آئی تھی ۔ یہ کہئے راہ میں چاندی کی قلعی ہوتی جاتی تھی

کمی انکی انہیں مانع نہ تھی بیحد اکڑتی تھیں ۔ نیاموں سے وہ تیغیں آپ ہی آپ اُبلی پڑتی تھیں

چمکدار ان کے قبضے انکی شکلیں پیاری پیاری تھیں ۔ وہ نازک تھیں وہ ہلکی تھیں مگر دشمن پہ بھاری تھیں

یہ چلنے میں نسیم خلد تھیں کھنچنے میں دلبر تھیں ۔ یہ تلواروں کی جا میں تھیں یہ شمشیر و نکا جوہر تھیں

پڑھیں تھیں یوں کہ بوجہل لعیں کو جا کے مار آئیں ۔ چلیں تھیں یوں کہ اس سے لیکر اُسکی ذوالفقار آئیں

کہیں اس شان کی اس حسن و خوبی کی نہیں دیکھیں ۔ یہ آٹھوں جیسی تھیں ہر صفت ایسی بھی نہیں دیکھیں

رجز خوانی میں وہ فقرے نہ ہوتے تھے جو گندے ہیں ۔ یہ کہتے تھے کہ ہے اللہ ایک ہم اُسکے بندے ہیں

بھرے وہ پر خدا کے مشرکوں سے لڑنے آئے ہیں ۔ مسلماں ہیں رسول اللہ پر ایمان لائے ہیں

نہ ڈھولک تھے اور نہ باجے ساتھ اس لشکر کے بجتے تھے — مگر اک شور تھا تکبیر کے بادل گرجتے تھے

مسلمانوں کا لشکر کیا مبارک اور مظفر تھا — سپہ اعظم ان میں کوئی کوئی سعد اکبر تھا

پھر ان سے کون بچتا شوق کا جن کے یہ عالم تھا — موخر مارنا تھا اور مرجانا مقدم تھا

نگاہیں تھی نہ میدان وغا سے چھوڑ کر جھپکیں — جو ٹکڑے کٹ کے بازو تو وہیں وہ توڑ کر پھینکیں

غرض یوں کاٹتے رستہ وظیفوں میں دعاؤں میں — وہ آئے بدر تک اللہ اکبر کی صداؤں میں

وہاں اترے تو جب یہ تو صورت ایسی پیش آئی — جو تھی خشک اور ریتلی اتفاقاً وہ جگہ پائی

جہاں ٹھہرے تھے کافر وہ جگہ ٹھنڈی تھی اور نم تھی — یہاں تھی جس قدر گرمی وہاں اتنی ذرا کم تھی

وہ پائی اچھی جگہ اور ہم پڑے ہیں گرم میدان میں — یہ شک شیطان نے ڈالا قلوب اہل ایمان میں

ہوئی تھی ان سے نادانی کہ یہ وہم ان کو گذرا تھا — مگر علام غیب اللہ تو دانا و بینا تھا

سمجھتے تو نہ تھے جو ہوسکے حالت نہ غیر ان کی — خدا تو جانتا تھا یہ کہ نیت ہے بخیر ان کی

کیا سامان پیدا ان کی خاطر اپنی قدرت سے — کہ دھوئی ان کی گرد و داہمہ باران رحمت سے

دوبارہ اس طرف خوش اہل ایماں سارے پھرتے تھے — ادھر دلدل ہوئی کفار مارے مارے پھرتے تھے

عجب منظر تھا کیا اللہ کی قدرت نمایاں تھی — یہی بارش ادھر زحمت ادھر رحمت کا ساماں تھی

ادھر بوندیاں تھیں مقصود کے گوہر برستے
اُدھر کفّار پہ تھا ابر پتھر برستے

ادھر گرد و کدورت دل رہی تھی اہلِ ایماں کی
اُدھر وہ جنگ کرتے تھے پڑیں پاس و حرماں کی

ادھر تھمی ریت میں لگتی تھی چلتے پھرتے تھے
اُدھر وہ چل سکتے تھے پھسل جاتے تھے گرتے تھے

ادھر یہ تحفۂ فضلِ خداوند تعالیٰ تھا
اُدھر ہر تار بارش تیر تھا برچھی تھا بھالا تھا

یہ کیوں کہیے کہ بجلی کوندتی تھی اُن سپاہوں پر
تڑپتی تھی وہ گرنے کو شقی رو سپاہوں پر

وہیں نازل ہوئی اس باب میں قرآن کی آیت
مخاطب ان مسلمانوں سے جس میں تھا بعدِ رحمت

یہ خوشخبری تھی جس میں اور یہ بخشش کا فرماں ہے
وہ آیت سورۂ انفال میں موجود قرآں ہے

یہ معنی ہیں اس آیت کے یہ مطلب ہے اُس آیت سے
کہ بھیجا ہم نے تم پر آبِ باراں اپنی رحمت سے

صفائی اور طہارت میں تمہاری تاکہ کام آئے
سوا اس کے تمہیں محفوظ رکھے رجسِ شیطاں سے

مسلماں خوش ہوئے یہ مژدۂ فرحت فزا سن کر
بڑھا کچھ اور بھی جوش اُن کا یہ حکمِ خدا سن کر

تھی اس ماہِ مبارک کی غرض تاریخ سترھویں
کہ آئے چڑھ کے بہرِ جنگ وہ اعدائے کفر آئیں

دعائے ختمِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

اُدھر وہ دشمنِ اسلام و دیں بہرِ دعا اُٹھے ‏ اِدھر شاہنشہِ کونین کے دستِ دعا اُٹھے

نہ تھے وہ اپنے آپے میں اُدھر شیطان تھا غالب ‏ اِدھر تھے شاہِ دیں اللہ سے امداد کے طالب

کہا یارب یہ تھوڑے سے مسلماں لیکے آیا ہوں ‏ تری سرکار میں کرنے کو قرباں لیکے آیا ہوں

دل ان کے سچے ہیں صاف اور پاک ان کی زبانیں ہیں ‏ بس ان کے پاس تیرا نام ہے اور ان کی جانیں ہیں

یہ تنگی میں تھکے ہیں یہ مفلس ہیں یہ بے زر ہیں ‏ مگر تیرے ہیں یعنی میرے انصار اور یاور ہیں

نہ کچھ تھا پاس ان کے اور نہ یہ کچھ ساتھ لائے ہیں ‏ تو میری شرم رکھ لینا کہ میرے ساتھ آئے ہیں

بڑی تو کیا کوئی لنگی ان کو چھوٹی بھی نہیں ملتی ‏ یہ وہ ہیں پیٹ بھر کر جن کو روٹی بھی نہیں ملتی

انہیں آزاد کر غم سے مسرت ہائے پیہم دے ‏ انہیں تو مال دے ملبوس دے دینار و درہم دے

اگر یہ ہو گئے سب قتل آج اس جنگِ اعدا میں ‏ تو پھر تیری پرستش حشر تک ہوگی نہ دنیا میں

جو ہونا ہے کسی کا پھر یہ شیوہ ہی نہیں ہوگا ‏ جہاں میں کوئی تیرا نام لیوا ہی نہیں ہوگا

انہیں منظور کر لے چند بے زر لیکے آیا ہوں ‏ تری سرکار میں نذرِ محقر لیکے آیا ہوں

مٹے عصیاں کی ظلمت نورِ وحدت کا اُجالا ہو ‏ ترا کلمہ پڑھے مخلوق تیرا بول بالا ہو

انہیں دے فتح و نصرت دشمنوں پر اپنے قادر ہے ‏ الٰہی تو قوی و حافظ و قیوم و ناصر ہے

بٹھائے جاتے تھے صدیقِ اکبر اپنے پہلو پر   مگر اک حال تھا اُسوقت طاری شاہِ خوشخو پر

تھے اِن کے دونوں ہاتھ اُن کی نعلہائے مطہر پر   مگر چادر نہیں رکتی تھی پھر بھی جسمِ اطہر میں

یہ حالت دیکھکر صدیقِ اکبر یوں ہوئے گویا   دعا مقبولِ خالق ہو گئی بس یا سیدِ والا

ابھی کیوں اتنا تردد فکر یہ سرکار کو کیا ہے   ہماری فتح و نصرت ہو گی ہم سے اسکا وعدہ ہے

ہیں دشمن سر بر آب سرکار اُٹھکر مستغرق ہیں   جدا اپنی دیکھیں اور اُنکی صف الگ دیکھیں

یہ سنکر آپ لشکر دیکھنے کو گشت میں آئے   مقامِ خوف سے نکلے رجا کے دشت میں آئے

گئے میدان میں پھر اُس کنارے اِس کنارے سے   نشانے مقتلِ کفار لکڑی کے اشارے سے

بیاں ہیں راویوں کے بعد یہ ذکر آیا تھا   وہیں پایا گیا مردہ جہاں جس کو بتایا تھا

قتلِ عتبہ و شیبہ و ولید

چھڑی پھر جنگ اُدھر سے موت کے مشتاقِ دیدار آئے   کہ لڑنے کے لئے عتبہ و شیبہ و ولید آئے

رجز خوانی بیہودہ کے بعد آواز دی دونوں نے   کہ بھیجو یا محمدؐ ہم سے لڑنے کے لئے کوئی

بجا لانے کو ارشادِ شہِ ابرار بیٹھے تھے   معاذ و عوف و عبد اللہ یہاں تیار بیٹھے تھے

اِشارہ پاتے ہی سرکار کا تنتے ہوئے اُٹھے ۔ بگڑنے کے لئے کفّار سے بنتے ہوئے اُٹھے

گئے جب تو یوں گویا ہوئے وہ دیکھ کر ان کو ۔ کہاں گھر ہے تمہارا کون ہو کیا نام رکھتے ہو

یہ بولے تم کو جن سے رنج ہے اُن پر فدا ہم ہیں ۔ مدینے رہتے ہیں انصار محبوب خدا ہم ہیں

تو یوں کہنے لگے اپنا نہیں نکلا ذرا مطلب ۔ نبی اعمام اپنے چاہتے ہیں تم سے کیا مطلب

کہا سرکار نے کہدو کہ یہ تینوں چلے آئیں ۔ ابھی اُٹھیں عبیدہ جائیں حمزہ و علی جائیں

اُٹھے یہ شیر اور میداں میں نعرے مارتے آئے ۔ بڑھے اور دشمنوں کو زور سے للکارتے آئے

وہ بولے ہم تو گھوڑوں پر ہیں اور تم پا پیادہ ہو ۔ ہے ظاہر یا تو ہو کم عقل یا گھر سے زیادہ ہو

نہ خنجر ہے نہ بھالے یہ بھی کچھ لڑنے کی صورت ہے ۔ بس اک تلوار لیکر چل پڑے ہو کیا حماقت ہے

بھلا ہم سے الجھنے آئے ہو کیوں شامت آئی ہے ۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تم کو موت لائی ہے

ادھر سے غازیوں نے دی صدا اللہ اکبر کی ۔ بڑھے کہتے ہوئے یہ بات تم نے ہم سے کیونکر کی

وہی تو ہو جو کل تک اس طرف آنے سے ڈرتے تھے ۔ وہی تو ہو جو بوجہل لعیں کو منع کرتے تھے

وہی تو ہو جو کل تک ہم سے لرزاں اور خائف تھے ۔ وہی تو ہو جو اس تیغ آزمائی کے مخالف تھے

یہ ہم اپنی زباں سے کیا کہیں تم کیسے ڈرتے ہو ۔ اُمیّہ کو بلا لو اُس سے پوچھو جیسے ڈرتے ہو

یقیں مرنے کا رکھتے ہو مگر لڑنے کو آئے ہو
تو پھر یہ کیوں نہیں کہتے یہاں گرنے کو آئے ہو

کہو مرنے کو حاضر با ارادہ تم ہو یا ہم ہیں
بتاؤ اب ہمیں گھر سے زیادہ تم ہو یا ہم ہیں

یہ کی تھی گفتگو تم سے کہ ہم سے اُس ستمگر نے
بتایا تھا کسے ناہرو ابوجہل بد اختر نے

یہ کہہ کر کھینچ لیں تینوں نے تلواریں نیاموں سے
سروں پر اُن کے پہنچے ملک نے اُن بد کلاموں سے

ملک حیران تھے تیغِ علی کے کارنامے پر
عمامے پر پڑی تھی جا کے ٹھہری چار جامے پر

دبایا کاوا جو پیچھے ہٹ کے اُس نے اپنی توسن کو
تو حمزہ نے بھی بچکر دبا دیا اپنے دشمن کو

علی و حمزۂ عالی گہر تو بچ کے صاف آئے
عبیدہ کے بدن پر زخم کچھ دشمن مصاف آئے

ہوا لیکن وہیں فی النار وہ بھی دشمن جاہل
شہادت کچھ دنوں کے بعد اُن کو بھی ہوئی حاصل

ملا جب دشمنوں کا مال اور سامان غنیمت میں
اضافہ ہو گیا کچھ مومنوں کے زور و طاقت میں

قتل ابوجہل

یہ حالت دیکھ کر اُٹھکر معاذ آ معوذ آئے
یہ دونوں بھائی تھے اور پھر آئے تھے دونوں گھبرائے

یکایک عبدرحمٰن ابن عوف آئے نظر اُن کو
کہا دونوں نے بڑھ کر اے چچا ٹھہرو ذرا سن لو

ابوجہل ستمگر کونسا ہے ہمکو بتلا دو — ہمیں پہچانتے ہم اُسکو اُسکی شکل دکھلا دو

ابھی باتیں یہ ہوتی تھیں کہ نکلا وہ اُدھر ہوکر — تبایا عبد رحمن نے یہ ہے بوجہل بد گوہر

خدائے پاک نے کیا خوب بات اُنکی بنائی تھی — کہ اُس مردود کو خود موت اُن کے پاس لائی تھی

بیاں ہے عبد رحمن کا کہ بس مونہہ موڑتے دیکھا — اور اُس مردود دیں پر اُنکو تیغیں چھوڑتے دیکھا

وہ مرکب پر تھا لیکن یہ اُچھلکر وار کرتے تھے — اور اُسکے وار کو بچ بچ کے رد ہر بار کرتے تھے

لگائی ایک نے تلوار ایسی اُس کے زانو پر — کہ ہڈی تک کٹی اور ٹانگ نیچے گر گئی کٹ کر

غرض اِن غازیوں کو چین اس دم تک نہیں آیا — نہ جب تک پشت مرکب سے وہ پالائے زمیں آیا

یہ دیکھا جب تو دوڑے اور شاہِ دیں کے پاس آئے — خدائے پاک کا کرتے ہوئے شکر و سپاس آئے

کیا وہ حال سارا عرض درگاہ نبوت میں — اور سب دست بستہ ہو گئے سرکار رسالت میں

کہا سرکار نے ہے کوئی جو اُس کی خبر لائے — وہیں تھے ابن مسعود اُٹھکے پہنچے اُس کا سر لانے

یہ اُس کے پاس جب پہنچے تو اُسمیں جان باقی تھی — مگر مردود میں نا دقت آخر آن باقی تھی

پکڑلی اُسکی داڑھی اور چڑھے یہ اُس کی چھاتی پر — کہا تو ہی ابوجہل اے شقی اے جاہل و خودسر

کہا اُس دشمن سرکار والا نے کہ ہاں میں ہوں — مگر اب پوچھے کیا آئے ہو جب بے زباں میں ہوں

پھر اُس کے سر کو کاٹا اور پیشِ مصطفیٰ لائے
ہوئے خوش سرورِ کونین جب وہ سامنے آئے

سر اُس کا دیکھ کر گویا ہوئے یوں سرورِ ذیشاں
بحمد اللہ تو غارت ہوا ہے دشمنِ ایماں

سر اُس کا اپنے آگے دیکھ کر وقتِ خواری پر
کیا پھر سجدۂ شکر آپ نے درگاہِ باری میں

ہوا ارشاد یہ بھی پیارا زاں ختمِ رسالت کا
خدا کا شکر ہے مارا گیا فرعون اس اُمت کا

ہوا جب قتل یہ مردود تو یار دل ہوئے تاری
اوٹھایا اپنا ساماں بھاگنے کی کرکے تیاری

لگے روکا اُنھیں بڑھ بڑھ کے سردارانِ لشکر نے
ابوسفیان کے ساتھ اُس کے چند اشخاصِ دیگر نے

اُدھر درگاہِ رب سے فتح و نصرت کی سند آئی
مسلمانوں کے لشکر میں فرشتوں کی مدد آئی

اِدھر پیغمبرِ معجز نما کا دستِ پاک اُٹھا
زمیں سے لیکے تھوڑی پتھریاں تھوڑی سی خاک اُٹھا

وہیں اپنے پھینکیں جو وہ اُن بے ایمانوں میں
ہوئیں داخل وہ اُنکی ناکوں میں آنکھوں میں کانوں میں

اسی کے ذکر میں آئی ہیں قرآں میں خبر یوں
اسی کا تو بیاں ہے مارمیت اذ رمیت میں

نہ ہوتی فتح کیوں جب اسقدر ساماں رکھتے تھے
ملائک تھے دعا تھی معجزے تھے لڑنے والے تھے

یہ تھی اللہ کی رحمت یہ تھی اللہ کی قدرت
نہیں تو ایک ہزار اور تین سو تیرہ سے کیا نسبت

جہاں کو شانِ علی شاہِ والا کی دکھانا تھی
یہ فوجِ ظاہری جو کچھ تھی یہ تو اک بہانہ تھی

خدا اتنا ہے پھر بھی حسبِ منشا فتح و ظفر ہوتے
یہی انجام ہوتا آپ تنہا بھی اگر ہوتے

جھکانے موڑنے سے کس کے یہ مڑتی تھی جھکتی تھی
یہ تھی نزدیک دینِ حق کہیں روکے سے رکتی تھی

وہ کس سے خوف کر سکتا تھا جس کے پاس قرآں تھا
اسے تھا کس کا اندیشہ خدا جس کا نگہباں تھا

ہوئے اس جنگ میں مقتول جو کافر وہ ستر تھے
گرفتاروں میں بھی اس سے زیادہ تھے نہ کمتر تھے

مچی ہے دھوم اب تک جن مسلمانوں کی جرأت کی
وہ جو وہ تھے جنہیں حاصل ہوئی دولت شہادت کی

مسلمانوں میں تھے انبار سامانِ غنیمت کے
گئے تھے ننگے بھوکے ساتھ آئے مال و دولت کے

گئے تھے نامزد سرکار نے کفار چار ان میں
دیا تھا حکم لاشیں ان کی میرے سامنے آئیں

لکھا ہے یہ کہ ان چاروں میں جو تھا نام تھا جس کا
وہ دشمن آپ کا عتبہ تھا جو ابن ربیعہ تھا

گڑھا پھر ایک کھدوا کر کہا اس میں انہیں ڈالو
برابر اس گڑھے کو کر دو اور مٹی سے بھروا دو

گھسیٹا جب پکڑ کر ٹانگ عتبہ کی صحابہ نے
تھے وہ بھی پاس دیکھا یہ حذیفہ ابنِ عتبہ نے

حذیفہ تھے مسلماں اور بڑے رتبے کے غازی تھے
بڑے مرتاض تھے عابد تھے زاہد تھے نمازی تھے

ہوا ان حسبِ منشا ایماں کے دل میں کچھ خطر پیدا
کیا بشرے پہ ان کے رنج نے رنگِ اثر پیدا

پریشاں دیکھ کر ان کو سمجھ کر ان کی بد حالی
نبی نے ان کے چہرے پر نگاہِ خشمگیں ڈالی

وہ بولے یا رسول اللہ نہیں رنج اُن کے مرنے کا — نہ کچھ صدمہ ہے اِن حالات کے اُن پر گذرنے کا

مگر یہ غم ہے میں اُن کو سمجھتا تھا خرد پرور — یقیں تھا مجھکو وہ لے آئینگے ایمان حضرت پر

مگر افسوس کفر و شرک نے اُن کو نہیں چھوڑا — ہے یہ بھی بات اُنھوں نے وقت بھی پایا بہت تھوڑا

گماں تھا مجھکو پورے اور سب ارماں بھی ہو جاتے — اگر وہ اور یہ جتنے صاحبِ ایماں بھی ہو جاتے

ہوئے خوش سرورِ کونین اُن کا یہ بیاں سُنکر — کیا رخصت اُنہیں اُن کی یہ ساری داستاں سُنکر

ذکرِ کفّار گرفتارانِ جنگ

گرفتاروں میں رشتہ دار خیر الناس بھی آئے — عقیل ابن ابی طالب بھی اور عباس بھی آئے

ہوئے واپس وہاں سے تین دن رہ کر شہِ والا — مدینے میں بجا پھر دھوم سے اس فتح کا ڈنکا

مبارکباد دینے غازیوں کو لوگ آتے تھے — تو یہ اُن کی مبارکباد سے شرمائے جاتے تھے

یہ کہتے تھے فرشتوں اور قریشیوں کی لڑائی تھی — ہماری تو برائے نام بس تیغ آزمائی تھی

سُنا سرکار نے جب یہ کلام اُن کا تو فرمایا — لڑے کیا تم نہیں پھر کیوں تمہیں ایسا خیال آیا

لڑے کفّار سے جو کر کے ہمت وہ تمہیں میں تھے — جنھیں حاصل ہوا فخرِ شہادت وہ تمہیں میں تھے

ہوئی جب رات حضرت خوابگاہِ ناز میں آئے — اُٹھے دربار سے اور منزلِ ممتاز میں آئے

کراہے حضرتِ عباس کچھ تکلیفِ بندش سے — یہ کب برداشت ہو سکتا تھا اُس جانِ نوازش سے

کہا یہ اُن پہ کیا تھا، یار کیا تکلیف ہوتی ہے — مجھے اس دردناک آواز سے تکلیف ہوتی ہے

یہ سُن کر ایک صاحب اُٹھے بند اُن کے کیے ڈھیلے — تو پھر وہ ہو گئے خاموش اور آرام سے سوئے

نہ آئی اُن کی جب آواز تو شاہِ ہدیٰ بولے — ہیں کیوں چپکے کسی نے بند کیا عباس کے کھولے

وہی صاحب یہ بولے گویا نگاہیں ہیں یہ روتے ہیں — ابھی کی ہیں یہ بندش ان کی ڈھیلی اب وہ سوتے ہیں

کہا سرکار نے ان سے کہ اُٹھو اور ابھی جاؤ — ہیں قیدی جس قدر اُن سب کے ڈھیلے بند کر آؤ

گئے وہ اور کی تعمیل اس ارشادِ حضرت کی — تعالی اللہ کیا تعریف ہو اس شانِ رحمت کی

بیاں اس رأفت و رحمت کا کس مونہہ سے کیا جائے — کہ ہو تکلیف دشمن کو تو حضرت کو نہ نیند آئے

ہوا ارشاد حق میں قیدیوں کے کیا کیا جائے — سزائے موت انہیں دی جائے یا فدیہ لیا جائے

کہا فاروق نے بہتر ہے ان کو قتل کر ڈالیں — مگر صدیق بولے چھوڑ دیں ان کو جو فدیہ دیں

رہی یہ گفتگو تا دیر اصحابِ پیمبر میں — ہوا فدیے کا آخر فیصلہ سرکارِ اطہر میں

کہا جب حضرتِ عباس سے فدیہ کرو حاضر — وہ بولے کچھ نہیں ہے میرے پاس اور اس سے ہوں قاصر

ہیں سونا یہ کے آیا تھا وہ آیا ہے غنیمت میں / وہی رکھ لیں شہ والا مرے فدیہ کی صورت میں

کہا محبوب باری نے کہ ایسا ہو نہیں سکتا / جو آیا ہے غنیمت میں وہ فدیہ ہو نہیں سکتا

وہ سونا لائے تھے تم کافروں پر صرف کرنے کو / کہ فدیے کیلئے آیا تھا میرے پاس دینے کو

تو وہ بولے کہاں سے لاؤں پھر اور کس طرح لاؤں / بچا ہوں آپ کا کیا بھیک مانگوں ہاتھ پھیلاؤں

کہا سرکار والا نے ضرورت بھیک کی کیا ہے / منگا بھیجو وہ سونا جو تمہارے گھر میں رکھا ہے

جو چلتے وقت دے آئے تھے اُم الفضل بی بی کو / وہ اس سے بڑھ کے کس کام آئیگا کچھ دل میں سوچو تو

وہ حیراں ہو کے بولے آپ کو اُسکی خبر کیا ہے / کہا شاہِ دو عالم نے کہ مجھ سے مستتر کیا ہے

خبر دی ہے مجھے رب نے مری تم اب بھی کچھ سمجھے / کہا جو کچھ بیاں اس بات کا مطلب بھی کچھ سمجھے

وہ بولے ہاں میں سمجھا آپ سچے اور رب سچا / یہ مذہب آپ کا بیشک ہے اے فخرِ عرب سچا

غرض اسلام لائے حضرت عباس اُسی ساعت / رہائی اُن کو بخشی اور رکھے کو کیا رخصت

جنگ اُحُد

ابھی صرف ایک سال اس بدر کے غزوے کو گذرا تھا / قریب ختم گویا تیسرا تھا سال ہجرت کا

لڑائی کا ہوا پیمان کُل کُفّارِ مکہ ہیں / ہوا جنگِ اُحُد کا شور و غُل کُفّارِ مکہ ہیں

یہ ٹھہرا ہو مدد اس جنگ ہیں مالِ تجارت سے / بچا کر اصل باقی سب لیے آئیں اپنی دولت سے

ابوسفیان سے سب نے کہا تم سب میں بہتر ہو / مناسب ہم سمجھتے ہیں کہ تم سردارِ لشکر ہو

اِدھر مخفی نہیں تھی بدر کی کوئی خبر اُن سے / وہ خائف بھی یہ حالت کہہ نہ سکتے تھے مگر اُن سے

بہت باتیں بنائیں اُن سے اور اُنکو بہت ٹالا / مگر ہند اُن کی زوجہ نے اُنہیں مجبور کر ڈالا

وہ بی بی اُنکی دخترِ عُتبہ ابنِ ربیعہ تھی / پدر کے مارے جانے سے بہت ہی دل گرفتہ تھی

کیا تھا بدر میں قتل اُسکو حمزہ آپکے عم نے / اُسی دن سے اُسنے بےچین کر رکھا تھا اس غم نے

ابوسفیان آخر ہو گئے راضی چڑھائی پر / چلے سردار اس لشکر کے بنکر اس لڑائی پر

صفیں القصہ قایم کی گئیں بہر شمار اُن کی / گنے جب سب وہ تو نکلی سہ ہزار اُن کی

امیرانِ سپہ میں جا کے اُن کے لشکری بانٹے / زرہ پوش اُن میں سے تھے سات سو وہ سب الگ چھانٹے

تھے جتنے جانور سب تیز رفتار و سبکرو تھے / شتر تھے سہ ہزار اور گھوڑے اُن کے ساتھ دو سو تھے

بھلا کیوں لے چلے تھے اُن کو کیسے رائے کج تھے / زنانِ مکہ کے بھی پندرہ اونٹ پر ہودج تھے

خبر اس لشکرِ اعدا کی دی عمِ مکرم نے / لکھا یہ حال سب حضرت کو عباسِ معظم نے

دیا یہ خط کسی کو اور یہ فرما دیا اُس سے | کہ اب سے تیسرے دن خدمتِ والا میں پہنچا دے
کتب میں ہی یہ اور آیا ہی اخبار شریفہ میں | چلا لشکر یہ اور کی پہلی منزل ذی الحلیفہ میں
یہاں خط ملگیا عباس کا محبوب داور کو | تو بھیجا آپ نے اُس سمت خبّاب ابن منذر کو
کہ وہ اِس لشکرِ کفّار کی جاکر خبر لائیں | پتہ پورا لگالیں جب تو فوراً واپس آجائیں
گئے وہ اور کسی ترکیب سے لشکر کو دیکھ آئے | مطابق نامہ عباس کے اُس کی خبر لائے
وہاں سے بڑھ کے ابوا میں رُکا وہ لشکرِ خود سر | جہاں تھی قبر پاک مادرِ سلطانِ بحر و بر
کیا یہ مشورہ کفّار نے قبر اُن کی کھدواؤ | نکالو ہڈیاں اُنہیں سے اور ساتھ اپنے لیجاؤ
اگر بالفرض اپنی عورتیں آئیں اسیری میں | تو ممکن ہی عوض اِن ہڈیوں کے اُنکو واپس لیں
نہیں تو لیں گے مال و زر بہت سا اِسکی قیمت میں | نہیں نقصان کچھ ہی فائدہ ہر ایک صورت میں
ہوا جب طے یہ آپس میں تو خوش ہو کر گئے بھاگے | یہ صورت پیش کی جاکر ابو سفیان کے آگے
وہ بولے سُن کے اِس تجویز کو یہ رائے فاسد ہے | بڑے جھگڑے پڑیں گے اِسمیں یہ وجہِ مفاسد ہی
بنو بکر و خزاعہ ہیں جو مکے میں حلیف اُن کے | تمہیں معلوم ہی وہ کیا کرینگے یہ خبر سُن کے
ہماری جسقدر قبریں ہیں فوراً کھود ڈالینگے | بہانہ ہاتھ آئے گا عداوت یوں نکالیں گے

چلا لشکر وہاں سے اور اُحد کے سامنے آیا
وہیں ٹھہرے وہیں اپنا مقامِ جنگ ٹھہرایا

اُدھر تو اُترے کافر گھر کے قہرِ حق تعالیٰ میں
اِدھر سرکار آئے مجلسِ اصحاب والا میں

یہ مطلب تھا کہ مرضی جان لیں محبوبِ رب اُن کی
سُنا کر حال سارا رائے کی اُن سے طلب اُن کی

کہا بعض نے وہ چڑھ کے آئے ہیں تو آنے دو
اُنھیں کیوں منہ لگاؤ اپنے گھر میں بیٹھو جانے دو

جو آجائیں یہاں لڑنے کو تو اُن سے لڑیں ہم بھی
بڑھیں ہم سے یہاں آکر تو پھر جا کر اڑیں ہم بھی

سُنی جب بات یہ اُن کی اور اُن کا مدعا پایا
شہِ کونین نے بھی اتفاق اُن سے ہی فرمایا

مگر اکثر مہاجر اور انصار اُٹھ کے یوں بولے
اگر ایسا ہوا تو وہ ہمیں کمزور سمجھیں گے

ابھی کل بدر میں جا کر ہم اُن کو مار آئے ہیں
وہی تو ہیں یہ جو پھر برسرِ پیکار آئے ہیں

اُدھر کثرت تھی بے حد اور اِدھر مجمع بہت کم تھا
نہیں کیا یاد کل کی بات ہی کیا اُن کا عالم تھا

کیا نعمان نے یہ عرض درگاہِ نبوت میں
خدا شاہد ہے میں اس وقت ہوں گلزارِ جنت میں

کہا سرکار نے کیونکر یہ صورت پیش آئی ہے
تو بولے آپ کی اور رب کی اُلفت کھینچ لائی ہے

سوا اس کے لڑائی کیلیے جو صف آرا ہوں جب آگے
تو پھر پیچھے کبھی ہٹنا نہیں ہوں خوف اعدا سے

ہوا ارشاد اے نعمان یہ تیرا بیاں سچ ہے
تو بیشک گلشنِ فردوس میں پہنچا ہی ہاں سچ ہے

کہا مالک نے اُٹھکر بات یہ ہیں خوب ہیں دونوں
غزا ہو یا شہادت مجھکو یہ محبوب ہیں دونوں

نہ اُٹھے جو خدا کے راستے میں وہ قدم کیا ہے
ہم ان دونوں کے خواہشمند ہیں پھر ہمکو غم کیا ہے

کہا حمزہ نے خالق کی قسم روزہ نہ کھولونگا
میں جب تک غازیوں میں یا شہیدوں میں نہ ہولونگا

کیا اصرار ہی صورت سے اور اصحاب حضرت نے
تو چلنے کا ارادہ کردیا ختم رسالت نے

پڑھا خطبہ بروز جمعہ اور اُن کو نصیحت کی
بشارت استقامت خوش خبر دی فتح و نصرت کی

گئے فرمان تیاری لشکر دیکے حجرے میں
وہاں کیا تھا ہوا تیار لشکر اک اشارے میں

گئے ساتھ آپکے فاروق اور صدیق اکبر بھی
اُنھی حجرے میں پہنچے دونوں یاران پیمبر بھی

کی آرائش سلاح جنگ سے جسم مقدس پر
زرہ پہنائی اور دستار باندھی فرق اقدس پر

سجایا لا کے خود آہنی بالائے عمامہ
لگائی تیغ سرکاری کمر سے باندھ کر پڑکا

اُڑھائی چادر پرنور نیزہ ہاتھ میں دیکر
چلے اس شان سے حجرے سے اُٹھکر حق کے پیغمبر

اِدھر سعد اور اُسید آپس میں باتیں دونوں کرتے تھے
خلاف رائے پیغمبر کیا اب اُس سے ڈرتے تھے

یہ کہتے تھے کہ اختلاف اُن سے نامناسب تھا
عمل سرکار ہی کے مشورے پر ہمکو واجب تھا

ہزاروں جاں نثاران پیمبر در پہ حاضر تھے
سب اُن میں کانپتے تھے ڈرتے تھے خائف تھے نادم تھے

برآمد ہو گئے اتنے میں حضرت قصر شاہی سے
رہے حیرت میں سب دیدار محبوب الٰہی سے

گرے قدموں پہ اور کی التجا شاہ ہدیٰ بخشیں
خطا ہم سے ہوئی ہے آپ سے بہر خدا بخشیں

وہی فرمائی جائے اختیار اچھی جو صورت ہو
ہیں ہم سب لوگ راضی اُس پہ جو مرضی حضرت ہو

کہا سرکار نے پہلے کہا تم سے نہ مانے تم
مگر اب آئے ہو اپنی خطائیں بخشوانے تم

لگا کر اسلحہ پھر کھول ڈالوں یہ نہیں ہوگا
چلو اب تو کہ جو کچھ فیصلہ ہوگا وہیں ہوگا

مگر میں پھر یہ کہتا ہوں کہ تہنیت نہیں ہوگی
جو میرا حکم مانو گے تو پھر نصرت نہیں ہوگی

چلے جس شوق سے پھر یہ جواں اُس کا بیاں کیا ہو
جو ہو بھی کچھ تو پھر عرض شروع داستاں کیا ہو

لکھوں کچھ کی حالت شوق دل کا یہ تقاضا ہے
بہت دلچسپ ہے اس جنگ کا یہ خاص حصہ ہے

ذکر صاحبزادگان صحابہ کرام

عمر کے بیٹے عبداللہ اُسامہ ابن زید آئے
پسر ثابت کے زید مقتدر بھی اُن کے ہمسائے

براء تھے ابن عازب اور زید ارقم بھی شامل تھے
اُدھر سمرہ بن جندب بھی اور رافع بھی داخل تھے

اِدھر اک بو سعید نامور ہمراہ لشکر تھے
اُدھر اُن کے علاوہ بھی بہت اطفال دیگر تھے

اُنہیں دیکھا جو محبوبِ خدا نے تو یہ فرمایا — لڑائی میں ہی کیا انکی ضرورت کون انہیں لایا
کیا ارشاد اُن سب سے کہ تم رستے سے ہٹ جاؤ — معیت اُنکی کافی ہے تمہاری اب پلٹ جاؤ
کوئی بولا کہ رافع تیر اندازی میں کامل ہے — اسے سرکار اجازت دیں کہ یہ لڑنے کے قابل ہے
ہوا ارشاد آنحضرت کہ اچھا انکو رہنے دو — جو ہیں اطفال اور اُنکے سوا رخصت کرو انکو
سُنی یہ بات سمرہ نے تو فوراً دوڑ کر آئے — کہا یا سرورِ عالم قوی تر ہوں میں رافع سے
یہ کم طاقت ہیں مجھ سے زور میں ان سے ہے بالا — گرا لیتا ہوں میں کشتی میں انکو یا شہِ والا
کہا اُنسے کہ اچھا ہمکو کشتی لڑ کے دکھلاؤ — اگر رافع سے جیتے تم تو پھر لشکر کے ساتھ آؤ
لڑے وہ اور گرایا حضرتِ رافع کو کشتی میں — ہوا ارشاد سمرہ بھی ہمارے ساتھ ہیں آئیں
زبردستوں کے گھر والے کہیں بھی زیر ہوتے ہیں — حقیقت تو یہ ہے شیروں کے بچے شیر ہوتے ہیں
پلے تھے غازیوں میں نامداروں میں دلیروں میں — یہ بچے شیر تھے پرورش پائی تھی شیروں میں
یہ بچے ایسے تھے بہاری تھی جو کافر جوانوں پر — یہ بچے ایسے تھے جو کھیلتے تھے اپنی جانوں پر
وہ ایسے تھے کہ سائے تیغوں کے انکے بچھونے تھے — وہ بچے ایسے تھے تیر و تبر جن کے کھلونے تھے
یہ تھا انکا لڑکپن یا جوانمردی کا جوہر تھا — کہ ہر زخم بدن اُنکے لئے پھولوں کا زیور تھا

یہ گودوں میں کھلانے والے تھے شبیر و شبر کے — یہ بچے تھے مگر بچے تھے یارانِ پیمبر کے

ہوئے ہوں گے جو حاضر مجلسِ سبطین حضرت میں — جو کھیلے ہوں گے آغوشِ شہنشاہِ رسالت میں

ملے ہوں گے کبھی جبریل سے دربارِ حضرت میں — وہ آئے ہوں گے جب پیشِ نبی دحیہ کی صورت میں

لکھے قسمت میں جن کی چین ہیں اُن کے یہ بچے ہیں — جو صحابِ شہ کونین ہیں اُن کے یہ بچے ہیں

برابر آ رہی تھیں یہ صدائیں چرخ والوں سے — پھلا پھولا رہے گلزارِ دیں ان نونہالوں سے

الٰہی آگے بڑھ کر کامرانی انکی کیا ہو گی — لڑکپن جن کا ایسا ہے جوانی اُن کی کیا ہو گی

نہ کیوں معمورِ نورِ رحمتِ رب سے وہ بستی ہو — جہاں کے بچے بچے ہیں یہ شوقِ حق پرستی ہو

فدائی مخبرِ صادق کے بچے ہوں تو ایسے ہوں — جو بچپن ہو تو ایسا ہو جو بچے ہوں تو ایسے ہوں

بتا تو دے کوئی یوں دشمنوں میں لڑتے دیکھے ہیں — کہیں بچے بھی میدانِ وغا میں لڑتے دیکھے ہیں

نہ تھی معجز نمائی یہ پیمبر کی تو پھر کیا تھا — صداقت یہ نہ تھی اُن دین پرور کی تو پھر کیا تھا

صدائے مرحبا آتی تھی اُن کے طرزِ احسن پر — جوانی اور بڑھاپا دونوں قرباں اِس لڑکپن پر

نہ اُن کو خوف تھا کوئی نہ دل میں اُنکی ڈر کے تھے — جوانوں سے تھی ہمدوشی مگر کہنے کو لڑکے تھے

خطا و کذب سے کیسے بری یہ دونوں بچے تھے — کہ اُن کے تیر بھی تو بیخطا تھے اور سچے تھے

روانگی لشکرِ اسلام

رواں آخر ہوا یہ اک ہزار اصحاب کا لشکر
اور اس لشکر کے تھے سردارِ اعلیٰ حق کے پیغمبر

چلے جب یہ تو پیدا جوش کا تھا طرز نوابین
لکھا ہے تھی زرہ پوش آگے آگے ایک سو ان میں

یہ کہتے ہیں رسول اللہ تھے اور اُنکی فوجیں تھیں
مگر وہ ذات تھی بحرِ کرم یہ اُسکی موجیں تھیں

اُدھر پاؤں نہ جمتے تھے پریشاں حال مضطر تھے
اِدھر حاصل سکونِ قلب تھا سر پر پیمبر تھے

اُدھر اعدائے رب تھے اس طرف مقبولِ باری تھے
یہ سچے تھے وہ جھوٹے تھے یہ ناجی تھے وہ ناری تھے

اُدھر مشرک اِدھر جو تھے پرستارانِ وحدت تھے
اُدھر اعمائے مادر زاد اِدھر اہلِ بصیرت تھے

اُدھر مردود تھے منحوس تھے مقہورِ باری تھے
اِدھر مقبول تھے مسعود تھے منظورِ باری تھے

اِدھر رہبر اُدھر رہزن اِدھر عالم اُدھر جاہل
اُدھر ممسک اِدھر معطی اُدھر ظالم اِدھر عادل

وہ اُن کے ہو نہیں سکتے تھے جو اِن کے سرشتے تھے
اُدھر غولِ بیاباں تھے اِدھر گویا فرشتے تھے

اُدھر نامرد وہ جو ذِلت و خواری کے عادی تھے
اِدھر وہ مرد تھے جو دین اور دنیا کے ہادی تھے

چڑھائی پر اِدھر مردانِ مسعود و مبارک تھے
اُدھر جو بار کے اُترے ہوئے تھے وہ مردک تھے

نزولِ لشکرِ اسلام بمقامِ اُحُد

اسی صورت سے بڑھتا تیز اور ہوتا بہم پہنچا
غرض لشکر یہ میدانِ اُحُد میں صبح دم پہنچا

یہ پہنچے جب تو لینے کو انہیں یادِ خدا آئی
نمازِ فجر کی جا کر مسلمانوں نے ٹھہرائی

انھیں حاصل تھا اطمینان تھی سب قبلہ رو بیٹھے
کھڑے تھے سر پہ دشمن اور یہ کرتے تھے وضو بیٹھے

رجوعِ غالب تو تھا ہی مگر یہ فخر کیا کم تھا
امام ان کا وہ تھا جو پیشوائے ہر دو عالم تھا

اُٹھے پھر نماز اور غازیوں نے کی صف آرائی
سحر نے بھی تو ان کے نورِ ایماں سے ضیا پائی

منوّر ہو رہے تھے کوہ و صحرا ان حسینوں سے
اُجالا دشت میں پھیلا ہوا تھا مہ جبینوں سے

وضو کرنے سے رونق اور اُن پر آئی جاتی تھی
ضیائے صبح اُن کے نور سے شرمائی جاتی تھی

مصلوں کی طرف یوں ٹوٹ کر وہ جاں نثار آئے
چمن پر فصلِ گُل میں جھوم کر جیسے بہار آئے

زمیں پر تھی صدا تکبیر کی لیکن فلک پر تھی
نمازِ اہلِ حق بھی کیا نماز اللہ اکبر تھی

سوئے میداں نمازیں پڑھ کے یوں وہ نامدار آئے
کہ جیسے شیر کوئی چھوڑ کر اپنی کچھار آئے

رکوع و سجدہ میں تھے قاعدے سے اور مسلسل تھے
یہ گویا حافظوں کی ایک تفسیرِ مکمل تھے

بیاں ہوں کیا مراتب اُن کے اعمالِ نکوتر کے — جُھکے تھے سامنے اللہ کے پیچھے پیمبر کے

دعائیں اُن کی تا عرشِ معظم بڑھتی رہتی تھیں — وظیفہ نام کا اُن کے نمازیں پڑھتی رہتی تھیں

مبارک تھے طریقے اُن کے اور موزوں قرینے تھے — مطہر اُن کے ملبوس اور منوّر اُن کے سینے تھے

بڑھے ہی جاتے تھے اللہ کی امیدِ رحمت پر — اگر رُکتے تھے تو رُکتے تھے یہ حدِ شریعت پر

بہت جب شورشِ کُفّار بد آئیں سے تنگ آئے — نمازیں ختم کر کر سب سوئے میدانِ جنگ آئے

عقب میں اِن مسلمانوں کے ایسا ایک درّہ تھا — جہاں سے حملہ ہو جانے کا اِن کو سخت خطرہ تھا

تعیناتی وہاں حضرت نے عبد اللہ کی فرمائی — پچاس اشخاص تیر انداز اور اُن کے کئی ساتھی

یہ کی تاکید اُن کو جنگ کا جو کچھ بھی ہو نقشہ — مگر تا حکمِ ثانی اِس جگہ سے تم نہ ہٹ جانا

یہ بالتخصیص فرمایا کہ لٹتے ہوں اگر کافر — نہ ہٹنا تو بھی اِس موقع سے رہنا تم یہیں حاضر

باطمینان جب درّے کا رستہ بند کروایا — مقابل ہونے کو کفّار سے ارشاد فرمایا

تھی اُس وقت ایک تیغِ تیز تر دستِ پیمبر میں — عَلم اُس کو کیا سلطانِ بحر و بر نے لشکر میں

کہا سرکار نے ہے کون جو یہ تیغ لے مجھ سے — کرے اس کا ادا حق جنگ کے میدان میں جا کے

بہت اصحاب پاس آئے یہ حکمِ شاہِ دیں سنکر — نہ اُن میں سے کسی کو آپ نے قابض کیا اُس پر

نہ اُن میں سے کسی کو جب شہِ دیں نے عنایت کی
تو آئے خدمت سرکار میں پھر بو دجانہ بھی

کہا کیا حق ہے اس تلوار کا یا سرورِ عالم
تو یوں اُن سے ہوئے خوش ہو کے گویا سرورِ عالم

کہا یہ حق ہے اس کا دشمنوں پر بار ہو جائے
چلے اُس وقت تک جب تک یہ بیکار ہو جائے

وہ اس سے قتل ہو جو سامنے اہلِ ستم آئے
چلائی جائے یہ اُسوقت تک جبتک نہ خم آئے

وہ بولے حق یہ اسکا میں ادا کرنیکو مائل ہوں
عنایت کیجئے مجھکو اگر میں اس کے قابل ہوں

وہ تلوار آپ نے بخشی اُنہیں وہ خوش ہوئے لیکر
چلے رن کو عصابہ سرخ اپنا باندھ کر سر پر

لکھا ہے جب کپڑا سرخ سر پر باندھتے تھے
تو پھر میدان میں دادِ شجاعت خوب دیتے تھے

رجز پڑھتے اکڑتے پشت توسن پر دلیر آئے
وہ یوں میدان میں آئے صف پر جسطرح شیر آئے

تبختر کا تجمل جب وہ میدان میں دکھاتے تھے
تو اُن کو دیکھکر شاہِ دو عالم مسکراتے تھے

یہ کہتے تھے بری ہے یہ روش اور قابلِ ذم ہے
مگر اسوقت مرغوب خداوند دو عالم ہے

دکھاتے شان و شوکت اور اُڑاتے بادپا پہنچے
بڑھے اور منفج کو وہ اُحد تک آپ جا پہنچے

وہاں جاکر جو دیکھا عورتیں تھیں کافرہ یکسر
پڑھے جاتے تھے نوحے بدر کے کفار مردہ پر

بری تھیں انکی باتیں انمیں اچھی تو نہ کوئی تھی
مگر تھی سب سے بدتر ہند کی جو یاوہ گوئی تھی

لگانی اُسکے سر پر تیغ چاہا بو دجانہ نے ۔ مگر روکا اُنہیں اُن کے خیالِ خادمانہ نے
یہ سوچے دل میں ہی تیغِ نبی اس سے گرامی تر ۔ کہ اُس سے ایک عورت قتل ہو گو ہو وہ نامی تر
ٹھہرنے کی ضرورت پھر نہ سمجھے بس چلے آئے ۔ وہاں اُس بد زباں کو ڈانٹ کے واپس چلے آئے
لکھا ہی سب سے پہلے اِسطرف جو تیر آیا تھا ۔ ابو عامر تھا اک فاسق اُدہر اُس نے چلایا تھا
پچاس اُس کے تھے ہمقوم اُسکے ساتھ اِس جنگ آئے ۔ دبایا اہلِ دیں نے جب تو بھاگے اور گھبرائے
پھر آیا سامنے طلحہ جو تھا ابن ابی طلحہ ۔ یہ نعرہ زور سے مارا زمیں پر گاڑ کر نیزہ
بہادر ہوں زمیں سے آسماں تک شور ہی میرا ۔ مجھے پہچانتے ہو تم میں ہوں ابنِ ابی طلحہ
مقابل ہونے مجھ سے ناحق آئی ہو پلٹ جاؤ ۔ ہی خیریت اسی میں سامنے سے میرے ہٹ جاؤ
بڑھے مولا علی سنکر یہ باتیں لاؤبالی کی ۔ بڑھایا یا دیا اپنا علم تیغ ہلالی کی
کیا وار اپنا ایسا اُس لعیں پر ہوشیاری سے ۔ کہ مغزِ سر تک اُسکا کٹ گیا اِس ضربِ کاری سے
گرا جب وہ تو اُسکا سترِ عورت کھل گیا اُنپر ۔ سوا اِسکے خوشامد بھی بہت کی اُس نے رو رو کر
یہ دیکھا جب تو اُسکے سامنے سے آپ ہٹ آئے ۔ سمجھ کر یہ کہ اب یہ بچ نہیں سکتا پلٹ آئے
لیا اُسکا علم پھر آکے اُس کے بھائی عثماں نے ۔ کیا قتل اُسکو حمزہ عم شاہنشاہِ ذیشاں نے

پھر اُس کا تیسرا بھائی ابو سعد شقی آیا — اُسے سعد ابن وقاص جری نے قتل کر ڈالا

اِسی صورت سے وہ سب مشرک علم کفّار کی لائے — وہ سب اِن غازیانِ پاک نے دوزخ میں پہنچائے

جو مردانِ علمبردار نے دوزخ میں جا پائی — تو پھر لیکر نشانِ فوج دخترِ علقمہ آئی

بہادر تھی وہ عورت اور اُس کا نام عمرہ تھا — مگر پھر بھی تھی عورت جنگ کا کام اُس سے کیا چلتا

گئی وہ بھی جہنم کی طرف تو صاف میداں تھا — نہ کوئی لڑنے والا تھا نہ کچھ لڑنے کا ساماں تھا

یہ حالت دیکھ کر دھاوا کیا اصحابِ حضرت نے — اُنھیں تیغوں پہ اپنی رکھ لیا اہلِ شجاعت نے

بھگایا اسقدر کفّار کو اور اسقدر مارا — کہ تھوڑی دیر میں میدان خالی ہو گیا سارا

وہ سب پھر موردِ لطفِ خدائے دو جہاں ہو کر — غنیمت میں ہوئے مصروف بیحد شادماں ہو کر

انتشارِ لشکرِ اسلام

غنیمت کے لئے وہ درّے والے بھی چلے آئے — نہ اُن کی کچھ سُنی ہرچند عبداللہ چلائے

کہا اُن سے یہاں پہرے کا اب کیا کام باقی ہے — نہ لوٹیں کیوں کہ مالِ فوجِ بدانجام باقی ہے

ہمیں یہ حکم تھا جب تک لڑائی ہو یہاں ٹھہریں — لڑائی ہو چکی ہے ختم اب جا کر وہاں ٹھہریں

بہت اُن میں یہی کہکر چلے آئے نہیں ہٹّے　　رہے عبد اللہِ عالی گہر لیکن وہیں ٹھہرے

جو تھی مورچہ پہلے سے نہ وہ قوّت رہی باقی　　رہے ہمراہ اُن کے صرف دس بارہ جری باقی

وہاں پہلے ہی سے تھے تاک میں اُنکی کھڑے خالد　　یہ موقع اُن کے ہاتھ آیا تو اُنپر آپڑے خالد

یہ پھر بھی روکتے تھے اُن کو لڑتے تھے اُن سے باہم تھے　　مگر کیا کیجئے اسکو وہ کثرت سے تھے یہ کم تھے

شہادت اِن سبھوں نے پائی اور وہ لوگ بڑھ آئے　　جو مشغولِ غنیمت تھے یکایک اُنپہ چڑھ آئے

چلی اِن دونوں میں تلوار پھر تو ایسی شدّت کی　　کہ قایم ہوگئی اُس دشت میں صورت قیامت کی

بڑھی تھی ہر جو ہی امتیازِ باہمی کم تھا　　مسلماں کو مسلماں قتل کرتا تھا یہ عالم تھا

جو نقشہ اسطرح بگڑا تھا اِس فوجِ مسلماں کا　　سبب تھا سب یہ نافرمانیٔ محبوبِ سبحاں کا

غلط فہمی اُنھوں نے یا ہوس کی مالِ دنیا کی　　جو کچھ بھی کی خلاف رائے شاہنشاہِ والا کی

بظاہر خالقِ کونین کی اسمیں یہ حکمت تھی　　جو کچھ واقع ہوا یہ بہر آیندہ ہدایت تھی

نتیجے ہیں رہا نقدِ شہادت ان کے حصّے میں　　انہیں رحمت تھی وہ اللہ کی رحمت کے پردے میں

درستی ان کی کرنا تھی انہیں ہموار کرنا تھا　　کہیں حد سے نہ بڑھ جائیں ذرا ہشیار کرنا تھا

معاذ اللہ کہیں انکو ذلیل و خوار کرنا تھا　　مگر اظہارِ شانِ سیدِ ابرار کرنا تھا

یہ کم ہوں تو بھی نصرت جنگ ہیں حصّہ انہیں کا ہے ۔ ابھی تو سُن چکے ہو بدر کا قصّہ انہیں کا ہے

نہیں ممکن یہ ورنہ پیش کوئی ایسی صورت ہو ۔ جہاں ہوں سرورِ عالم وہاں حاصل ہزیمت ہو

نبی کے سامنے ان کافروں کی کیا حقیقت تھی ۔ الٹ دیں طبقۂ ارضی انہیں حاصل یہ قدرت تھی

نکل جاتا اگر مونہہ سے اگر سرکار فرماتے ۔ وہ عمّاموں سے اپنے سامنے بندھ بندھ کے آجاتے

اشارہ سرورِ کونین کا کچھ بھی اگر پاتیں ۔ کمانیں اُن سے الجھتیں اور اُنکو کھینچکر لاتیں

حضوری میں پیمبر کی ادب کرتے ہوئے آتے ۔ اُنہیں کے خود اُنکو سوئے حضرت سر کے بل لاتے

اُنہیں لانے سوئے محبوب رب مجبور ہو جاتے ۔ اُنہیں کے مرکب آنیکے لئے مامور ہو جاتے

اگر بالفرض آنے سے وہ فوجیں اُن کی گھبراتیں ۔ پھریروں کی ہوائیں دھکّے دیدیکر اُنہیں لاتیں

اگر وہ مونہہ چھپا کر اُن کے آگے سے نہ ٹل جاتے ۔ اُنہیں کے نیزے اُنکو سانپ بنکر نگلجاتے

کہیں ہٹ کر نہ جانے دیتی کرتی روک تھام اُنکی ۔ پنہا دیتی اُنہیں زنجیر ہر موجِ خرام اُنکی

ذرا بھی بددعا حضرت جو اُنکے حق میں فرماتے ۔ وہ سنگیں دل خدا شاہد ہے پتھر ہوکے رہجاتے

جو چشمِ قہر حضرت کی خبر اُن کی ذرا لیتی ۔ سراقہ کی طرح فوراً زمیں اُنکو دبا لیتی

نبی کہتے تو پتنگے کی طرح لیکر مسل دیتے ۔ انہیں کی تیغ کی ہاتھہ اُنکو پاداشِ عمل دیتے

اگر وہ چاہتے برباد ہر گمراہ ہو جاتا | جو چاہا وہ ہوا جو چاہتے واللہ ہو جاتا
وسیع اتنا مگر سرکار کی رحمت کا دامن تھا | کہ اُس کے بھی نہ تھے بدخواہ جو بدخواہ و دشمن تھا
صحابہ پر غرض جب یہ پریشانی ہوئی طاری | کوئی بھاگا کوئی کرنے لگا چھپنے کی تیاری
ہلے لیکن نہ شہ عالم نہ اپنی جائے والا سے | رہے بیٹھے لگائے لو خداوند تعالےٰ سے
تھے جو اصحاب پہرے پر شہ دیں کے وہ چودہ تھے | تھے سات اُنمیں مہاجر اور سات انصار والا تھے
مہاجر صاحبوں میں حضرت صدیق اکبر تھے | علی مرتضیٰ اور عبدِ رحمٰن عوف کے بیٹے
زبیر ذی شرف بھی طلحہ بھی تھے بو عبیدہ بھی | جناب سعد ابی وقّاص کے فرزند والا بھی
جو تھے انصار میں حاضر وہ خبّاب اور عاصم تھے | اُسید و سہل تھے اور بو دجانہ شہ کے خادم تھے
تھے حارث ابنِ صمّہ اور سعد ابنِ معاذ انمیں | یہ سب تھے اُنکے عاشق اور پکے عشق کی دُھن میں
ہوا یہ کشت و خونِ عام جب کفّار موذی سے | شہادت پائی حمزہ نے اُسی میں دستِ وحشی سے
لکھا ہے ایک وقت اس جنگ میں ایسا بھی آیا تھا | کہ تھے صرف آپ اور مولا علی پاس آپ کے تنہا
یورش کفّار کی دیکھی تو بولے آپ مولا سے | جہاں پہنچے تمہارے یار تم بھی کیوں نہیں جاتے
مجھے چھوڑا تھا تنہا اور مصروفِ غنیمت تھے | یہ فرماتے تھے اور اک غیظ کی حالت میں حضرت تھے

ٹپکتا تھا عرق روئے شہنشاہِ رسالت سے / علی مرتضیٰ تھے لرزہ بر اندام ہیبت سے
کہے جاتے تھے رو رو کر زباں سے اور اشاروں سے / غلامِ شاہ والا ہوں مجھے کیا کام یاروں سے
یہ فرماتے ہی تھے حضرت کہ کچھ کفار آ پہنچے / کہا مولا سے اُٹھو دفع اِن کو تم کرو مجھ سے
غضب آلود ہو کر حضرتِ مولا وہاں پہنچے / بڑھے تلوار لیکر اور سوئے دشمناں پہنچے
اکیلے حضرتِ مولا تھے اور اُن کی جماعت تھی / مگر پشتِ علی پر ربِ اکبر کی حمایت تھی
فرشتہ وہ خدا کے تھے بصد تعجیل آئے تھے / مدد کرنے کو اُن کی حضرتِ جبریل آئے تھے
یہ کہتے ہیں علی جب زخم کھا کھا کر میں گرتا تھا / تو دیکھا ایک شخص ایسا جو میرے ساتھ پھرتا تھا
وہ کر دیتا تھا مجھکو پھر اُٹھا کر سامنے اُن کے / میں پھر لڑتا تھا اُن سے پاکے صحت اپنے زخموں سے
غرض مولا نے اُن سب مخبر دیوں کو قتل کر ڈالا / تو آئے ہو کے واپس سوئے درگاہِ شہِ والا
کہا سب حال جب سرکار سے تو آپ نے پوچھا / انھیں پہچانتے ہو تم کو کر دیتے تھے جو برپا
وہ بولے کچھ نہ کہتے تھے تو کوئی انکو کیا جانے / بظاہر جبہ کلمی تھے باطن کی خدا جانے
کہا سرکار نے آنکھیں ہوں روشن ای علی تیری / وہ تھے جبریل کی تیری ہی مدد مشکل ٹلی تیری
ہوا پھر نرغۂ کفار یار آئی شہ دیں پر / ہزاروں تیر آئے اور برسے سیکڑوں پتھر

گڑھے میں گر گئے حضرت تو غل یہ کر دیا برپا — کہ لو ہم نے نبی کے دشمنوں کو قتل کر ڈالا
کوئی کہتا ہے یہ شیطان کی آواز آئی تھی — مگر تحقیق کیا ہوتی کہ شورش تھی لڑائی تھی
لکھا ہے یہ بھی یہ آواز پہنچی تھی مدینے تک — گماں ہوتا ہے اس سے تھی صدا شیطان کی بیباک
جناب فاطمہ دوڑیں اسی آواز کو سن کر — مگر آئیں تو دیکھا ہیں سلامت سید اطہر
لہو دھوتے تھے اصحاب آپ کے روئے مبارک سے — زمیں پر ایک بھی قطرہ نہ اسکا گرنے دیتے تھے
روئے پاک سے خود سرور دیں پونچھے جاتے تھے — یہ کہتے تھے نہ گرنے پائیں میری خون کے قطرے
نہیں منظور مجھکو ساری دنیا کی تباہی ہو — نہیں منظور مجھکو بارش قہر الٰہی ہو
ہر اک قطرۂ خوں بھی جو روئے خاک پر آیا — سمجھ لینا کہ قہر خالق اکبر اتر آیا
قیامت تک رہیں گے خشک سب پیاسوں اور بے ریا — نہ ہوگی گھاس بھی روئے زمیں پر حشر تک پیدا
بدی ان موذیوں نے سرور دیں سے یہاں تک کی — شہادت ہو گئی ایک اگلے دندان مبارک کی
سمجھ کر اور کچھ کافر تو رخصت ہو گئے گھر کو — یہاں محفوظ رکھا رب اکبر نے پیمبر کو
ابی ابن خلف اس دن جو پیش شاہ دیں آیا — زباں پر چند گستاخانہ جملے بے ادب لایا
کہا اصحاب نے ہم قتل کر ڈالیں اسے جا کے — مگر روکا انہیں سرکار نے اور خود بڑھے آگے

زبیر عوّام کے فرزند نزد و شاہ والا تھے | بڑھایا دست اقدس اور نیزہ لے لیا اُن سے
وہ پھینکا آپ نے اُس خالقِ اکبر کے دشمن پر | خراش آیا بہت ہلکا سا گردنکش کی گردن
یہ کھایا زخم جب اُس نے تو خواب کبر سے جاگا | کیا گھوڑا وہیں سے اپنا واپس اور وہ بھاگا
بہت بے چین تھا نالاں تھا چلّاتا تھا روتا تھا | اُسے تکلیف ایسی تھی کہ گویا جان کھوتا تھا
کہا کفّار نے اُس سے کہ تو نامرد کیسا ہے | تو جس سے اسقدر روتا ہے کیا یہ زخم ایسا ہے
کہا اُس نے کہ ایسا زخم کھا آؤ تو پھر کہنا | ذرا صورت اُنہیں اپنی دکھا آؤ تو پھر کہنا
چلے اُن کے نہ آگے کچھ ارادے کرکے رہجاؤ | ہے یہ تو زخم وہ کہہ بیں تو تم سب کے رہجاؤ
غضب تو دیکھئے وہ باوجود اسکے سناتے تھے | شقی یہ جانتے تھے اور پھر ایمان نہ لاتے تھے
غرض زندہ نہ پہنچا دشمنِ سرکار مکے میں | لکھا ہے مرگیا وہ واپسی کے وقت رستے میں
سنا ہے بدتریں خلق اور بدبخت تر وہ ہے | ہوں محبوبِ خدا کے پاک جسکے قتل کی در پے
تھے اُن میں اور موذی پانچ ایسے اکفر و اظلم | شہنشاہِ جہاں نے جن کو دی تھی بددعا اُسدم
پھر اپنے غازیوں پر کی توجہ فضل و رحمت سے | دعا مغفرت کی اُن کے حق میں ربِ عزت سے
نتیجہ کو نبی نے پھر انکو خوشخبری سنائی تھی | سنائی پڑھ کے وہ آیت جو اُن کے حق میں آئی تھی

خدائے پاک نے ان پر یہ رحمت اور بخشش کی ۔ کہ آئندہ نہ کی کچھ باز پرس اس جرم لغزش کی
ہوا ارشاد یہ بھی اب کبھی ایسا نہیں ہوگا ۔ ہمیشہ فتح ہوگی خالق اکبر معین ہوگا
خدا اچھا ہے تو آئندہ مجھے تم شاد رکھو گے ۔ نصیحت ہوگی کافی تمہیں اب یاد رکھو گے
خدا ناکردہ ہوتے کس طرح وہ ابتلا والے ۔ خدا کا کام تھا اور لڑنے والے تھے خدا والے
نہ ہرگز انہیں کوئی قاصر فرض محبت تھا ۔ مگر تھے آدمی یہ اقتضائے آدمیت تھا
وہ غیر انبیا تھے اس لئے ان کو نصیحت کی ۔ وہ اصحاب نبی تھے اس لئے پھر ان پہ رحمت کی
مدینے کو پھر اسکے بعد واپس آگئے حضرت ۔ ادھر کفار بھی مکے کی جانب ہوگئے رخصت

غزوہ بنی نضیر

مع اصحاب جاتے تھے کہیں اک روز پیغمبر ۔ پڑے وہ راہ میں گذرے یہودانِ نضیری پر
پہنچے جب تو وہ کافر بڑی خاطر سے پیش آئے ۔ ضیافت کو کہا سرکار سے اور اپنے گھر لائے
بڑی تعظیم کی پہنچے شہ والا جو گھر ان کے ۔ لگا کر تکیہ اک دیوار سے محبوب رب بیٹھے
وہاں تھا حیّ ابن اخطب مردود بھی بیٹھا ۔ کہا ان کافروں سے آج موقع ہے بہت اچھا

چڑھو چھت پر وہاں سے جاکے پھینکوں اُن پہ اک پتھر — تو سارے کام بنجائیں ابھی مہلت نہ دو دم بھر

عمرو ابن جحاش اُٹھا کہ میں یہ کام کرتا ہوں — ابھی جاتا ہوں اور قصد اپنا سوئے بام کرتا ہوں

سلام اُن میں یہودی ایک تھا جو ابنِ اشکم تھا — وہ عاقل تھا خردمند و ذکی تھا انکا محرم تھا

کہا اُس نے یہ صورت ناروا ہے اور بیجا ہے — خبر ہر بات کی ربِ دو عالم اُن کو دیتا ہے

سوا اسکے جو ہے عہد ان میں ہم میں وہ بھی ٹوٹیگا — جو رشتہ امن کا اور عافیت کا ہے وہ چھوٹیگا

مگر مانا نہ کوئی اُسکا کہنا تو وہ چپ بیٹھا — عمرو اٹھا لاش سنگ ہیں اور بام پر پہنچا

یہاں جبریل آئے اور اسی دم یہ خبر لائے — تو فوراً اُس مکاں سے شاہ دیں اُٹھکر چلے آئے

زیادہ دیر جب گذری تو ہمراہی بھی اُٹھ آئے — کہی حضرت نے اُن سے جو خبر جبریل تھے لائے

پھر اُن کے پاس قاصد آپ نے بھیجا مدینے سے — کہ تم چھوڑو وطن یا ہاتھ دھو لو اپنے جینے سے

اگر دس روز کے اندر نہ اجلائے وطن ہوگا — تو پھر تم میں سے قتل و غارت اک اک بد چلن ہوگا

یہ سُن کر بولے ہیں تیار سامانِ سفر اپنا — تم اُن سے جاکے کہہ دینا کہ ہم چھوڑینگے گھر اپنا

ہوا قاصد جو رخصت بات کر کر یہ قبول اُنکی — تو آمادہ ہی کرنیکو یوں ابنِ سلول اُنکی

مدد میں قوم سے اپنی تمہیں پوری طرح دونگا — لڑونگا خوب اور بدلہ تمہارا اُن سے لے لونگا

وہ سب یہ بات سُن کر اُس کی خوش ہو کر ہوئے راضی ہوئے ترکِ وطن سے منحرف لڑنے کی ٹھہرا دی

گئے وہ دن گذرا اور جب نہ چھوڑے گھر شریروں نے تو دھاوا آکر کیا اسلام کے اِن قلعہ گیروں نے

شہ کونین لیکر فوج اپنی اُن پہ چڑھ آئے اُنہیں مہلت سنبھلنے کی نہ دی فوراً ہی بڑھ آئے

اُنہیں محصور رکھا پندرہ دن تک مکانوں میں ہوئی ہر قسم کی تکلیف اُن کے خاندانوں میں

منافق فائدہ کیا اُنکو پہنچانے کو آیا تھا عداوت میں مسلمانوں کی بہکانے کو آیا تھا

اُسے ایسی پڑی تھی کیا کہ ہونے کو ملول آتا وہ احمق تھا جو اُن کے پاس اب ابن سلول آتا

جو دیکھا یہ کہ صحیح اب تک نہیں ہوتے دماغ اُن کے تو کٹوائے شہ کونین نے خرما کے باغ اُن کے

درختوں کی محبت تھی بہت اُن خود دماغوں کو خوشامد آکے کی کٹتے ہوئے دیکھا جو باغوں کو

کہا راضی ہیں اب ہم گھروں سے اپنے ٹل جائیں جو کچھ سامان ہے اپنا اُسے لیکر نکل جائیں

کہا سرکار والا نے یہی ممکن اب تو بس اتنا کہ تم لیجاؤ ایک ایک اونٹ پر لیجا سکو جتنا

غرض لادے انھوں نے اونٹ چھ سو اور ہوئے رخصت رہا باقی جو کچھ آیا غنیمت میں وہ بے دقت

بہت چیزیں تو ایسی بیشمار و بے قیاس آئیں پچاس آئی گر اونٹ اور زرہیں اُن کی پچاس آئیں

لگیں تھیں ہاتھ اِن کے تین سو چالیس تلواریں چلے لیکر یہ سب سامان اور آئے مدینے میں

پئے تقسیم جب اسکو منگایا شاہ والا نے
دیا یہ حکم محبوب خداوند تعالیٰ نے

تمہاری رائے ای انصار کیا ہی کیا کیا جائے
میں کہتا ہوں کہ یہ سب اہل ہجرت کو دیا جائے

اور ان سے یہ کہوں وہ لوگ تم میں سے چلے آئیں
الگ اپنے بنائیں گھر اور اسکو خرچ میں لائیں

رہیں اپنے گھروں میں جا کے یہ خوش انکا بھی دل ہو
سبکدوشی تمہیں بھی بار سے ان سب کے حاصل ہو

نہ مانو یہ تو سب میں مال یہ تقسیم ہوجائے
ہمیشہ جیسی ہوتی ہے وہی تعمیم ہوجائے

سنا انصار نے جب یہ تو سعد ابن معاذ آئے
ادہر سے وہ سر سعد اور اٹھے عبادہ کے بیٹے

کہا ان دونوں نے ارشاد آنحضرت سنا ہم نے
اور اسکو سن کے فوراً فیصلہ یہ کر لیا ہم نے

پئے انصار اسمیں سے نہ کچھ حصہ لیا جائے
یہ جو کچھ ہے مہاجر صاحبوں کو دیدیا جائے

مگر پھر بھی گھروں میں یہ ہمارے ہی رہیں قائم
کریں خدمت ہم ان کی ای رسول مرسلین دائم

ہماری منزلوں میں ان کا رہنا وجہ رحمت ہے
کریں ہم خدمتیں ان کی ہماری اس میں عزت ہے

انہوں نے اپنے گھر چھوڑے ہیں دین پاک کی خاطر
یہ ہجرت کرکے آئے ہیں شہ لولاک کی خاطر

ہمارا ان میں ایک ایک اور ایک ایک اہل حاجت ہے
یہ ہیں مہماں ہمارے فرض ہم پر ان کی خدمت ہے

ہمارے پاس جو کچھ ہے سب ای سرکار انکا ہے
ہم ان کے مال انکا اور سب گھربار انکا ہے

لقب ان کا ہے شاہ دالا سابق الایمان ہے ان کا
یہ ہم میں آکے ٹھہرے ہیں بڑا احسان ہے ان کا

وہ ایذائیں کہاں اب تک کسی نے ہم ہیں پائیں ہیں
انہوں نے دین کی خاطر جو تکلیفیں اٹھائیں ہیں

یہ آقا ہیں ہمارے اور ہم ان کے ملازم ہیں
ہیں غازی تو یہی اصحاب ہم تو ان کے خادم ہیں

اگر بالفرض کچھ وقت پڑ جائے بھی تو سہہ لیں گے
مگر اپنے گھروں سے برکتیں اٹھنے نہیں دیں گے

لاہا جہز شکر ادا کرنے لگے سن کر بیاں ان کے
لا وہ مال بھی سب اور نہ چھوڑے پھر مکان ان کے

شہ دیں خوش ہوئے اور مسکرائے یہ بیاں سنکر
بہت تعریف کی ایثار کی یہ داستاں سنکر

دعائیں آپ نے الّٰھمّ الانصار تک کو دیں
انہیں اولاد کو اولاد کی اولاد تک کو دیں

منقبت حضرات انصارؓ

یہ اُن کے جوشِ الفت کا ذرا اظہار تو دیکھو
ذرا ان حضرتِ انصار کا ایثار تو دیکھو

رفاقت ہو تو ان کی سی محبت ہو تو ان کی سی
دعائیں دیں جنہیں سرکار قسمت ہو تو ان کی سی

کسی کے پاس جا کر کیوں وہ اپنا مدعا چاہیں
جنہیں چاہیں شہ کونین وہ پھر اور کیا چاہیں

جنہیں حاصل مدینے میں نبی کا فیضِ خدمت ہو
تو ان کے سامنے باغِ جناں کی کیا حقیقت ہو

وہ عاشق اُن کا کیسا تھا یہ اُسکے یار کیسے تھے
الٰہی کیسا تھا منصور اور انصار کیسے تھے

ہیں کچھ قَدْ اَفْلَحَ میں ذکر اُن کی زندگانی کے
گئے ساتھ اُن کے تھے جو کچھ مزے دنیائے فانی کے

مسلماں کل ہے کے ہیں نام کے دو چار باقی ہیں
گئے وہ پھول تو فردوس میں اب خار باقی ہیں

خدا کی تم پر اے سعد بن عالیجاہ رحمت ہو
خدائی میں تمہارا نام روشن تا قیامت ہو

نہ لغزش ہونے پائے تم ہمارا ہاتھ لے لینا
ہمیں بھی یاد رکھنا حشر کے دن ساتھ لے لینا

جو تم رکھتے ہو رکھتے ہیں وہی تو پیشوا ہم بھی
ہو تم جس کے اُسی در کے تو ہیں آخر گدا ہم بھی

دُرِ مقصد سے دامانِ طلب اُس روز بھر دینا
سفارش سرورِ کونین سے محشر میں کر دینا

یہ کہہ دینا کہ گو یہ عاصی و مجرم ہیں رسوا ہیں
مگر ہیں اُمتِ حضرت ہمارے نام لیوا ہیں

ہمارے کارنامے محفلوں میں ذکر کرتے ہیں
ہم اپنی جان ان پر کیوں نہ دیں یہ ہم پہ مرتے ہیں

عبادت لیکے آئے ہیں نہ طاعت لیکے آئے ہیں
فقط سرکار کی امید رحمت لیکے آئے ہیں

جو حاصل حشر میں یہ صورتِ آرام ہو جائے
تمہارا نام ہو جائے ہمارا کام ہو جائے

جنگ احزاب یا خندق

اُحد سے جب ہوئے واپس تو کافر خوش تھے شاداں تھے ۔ سمجھتے تھے کہ آئے فتح پا کر اسپہ نازاں تھے

سوئے مکہ بہت اعدائے محبوبِ خدا آئے ۔ مبارکباد دینے کے بہانے سے یہود آئے

بہت تعریف کر کر انکی اور دے دیکے داد اُن کو ۔ کیا اور اسطرف سے مائلِ بغض و عناد اُن کو

کہا اُن سے کہ پھر اچھی طرح زک اُن کو دے لیتے ۔ مناسب تھا اُحد میں تم ہمیں بھی ساتھ لے لیتے

مگر اب بھی گیا کیا ہے چڑھائی پھر کرو اُن پر ۔ نہ اُٹھے اُن سے اب کے بار بار ایسا دھرو اُن پر

چڑھائی اب کی ایسی ہو مسلماں سارے بے دم ہوں ۔ نہیں ہے کچھ بھی یہ مشکل تمہارے ساتھ اگر ہم ہوں

نضیری تھے یہودی اُن میں کچھ اور خیبری کچھ تھے ۔ نہ تھے کچھ بات والے اور نہ وہ ایسے جری کچھ تھے

کہ معمور تھے دل اُن کے اہلِ دیں کے کینے سے ۔ شہِ دیں نے کیا تھا بے وطن انکو مدینے سے

ابوسفیان نے اُن کی مدارات اور خاطر کی ۔ بہت کی انکی تعریف اور محبت اُن سے ظاہر کی

ادائے شکرِ احساں اُن کا کرنے کو زباں کھولی ۔ گئے پھر اُٹھ کے سب کعبے میں اور یہ بات طے ہو لی

بہت تیزی سے پھر بڑھتے ہوئے اک آن میں پہنچے ۔ چلے واں سے یہودی اور بنی غطفان میں پہنچے

کیا تیار جا کر اُن کو بھی تیغ آزمائی پر ۔ وہاں کے کافروں کو بھی ابھارا اس لڑائی پر

گنا اُن کو تو وہ تعداد میں سب دس ہزار آئے ۔ سہ صد گھوڑوں پر اور اونٹوں پہ چڑھکر اک ہزار آئے

اسی کو سب سے آخر میں علمبردار ٹھہرایا
ابو سفیان کو اس فوج کا سردار ٹھہرایا

مدینے میں خبر جب سرور عالم کو یہ پہنچی
صحابہ کو بلایا رائے بہر مشورہ ٹھہری

ہوا جب حکم طلب تو ہوگئے اصحاب سب حاضر
اور اپنی رائے جو کچھ رکھتے تھے وہ سب نے کی ظاہر

ذکر حفر خندق

کہا سلمان نے گرد مدینہ کھود لیں خندق
تو اچھا ہی حفاظت کے لئے یہ اے حبیب حق

کیا منظور محبوب خدا نے مشورہ اُن کا
اسی وقت اہتمام حفر خندق ہوگیا پورا

اُٹھے وہ لوگ جا کر جنگ میں جو اَڑنے والے تھے
وہی مزدور بھی تھے آپ کے جو لڑنے والے تھے

وہی احباب بھی اُن کے وہی تیغ آزما بھی تھے
وہی عاشق وہی محبوب محبوب خدا بھی تھے

خدا کی شان ہے کیا کیا مدارج اُن کو حاصل تھے
شہنشاہی میں بھی یکتا فقیری میں بھی کامل تھے

کبھی تھے بوریائے فقر پر اور زار و مضطر تھے
کبھی فغفور کے تخت شہی پر جلوہ گستر تھے

کبھی ہوتیں تھیں اونٹوں کی مہاریں ہاتھ میں اُنکے
کبھی ہوتے تھے لشکر الٰہی ساتھ میں اُنکے

کبھی حاکم تھے گاہے یہ خدا کو یاد کرتے تھے
کبھی فریاد سنتے تھے کبھی فریاد کرتے تھے

کبھی میں ایک زن کے حکم کی تعمیل پر اُن کا — کبھی تھا حکم جاری آبِ رودِ نیل پر اُن کا

کبھی ذکرِ خدا سے اہلِ دنیا کو رُلاتے تھے — کبھی روتے ہوؤں کو اپنی خدمت سے ہنساتے تھے

کیا کرتے تھے فاقے تو نکل چلتے تھے جب گھر سے — الٹ دیتے تھے جا کر تختِ شاہی ایک ٹھوکر سے

درِ حضرت پہ بھی حاضر تھے سلطانی بھی کرتے تھے — وہ دربانی بھی کرتے تھے جہانبانی بھی کرتے تھے

یہی تھے بادیہ گرد اور یہی دنیا کے ناظم تھے — یہی جنگل میں چرواہے یہی شہروں میں حاکم تھے

غنی اِن میں تھے فاروق اِن میں تھے صدیق اِن میں تھے — اکھاڑیں جو درِ خیبر وہ بالتحقیق اِن میں تھے

جو ماریں مرحب و حارث کو وہ سردار انہیں میں تھے — انہیں میں تھے قسم اللہ کی کرّار انہیں میں تھے

غرض یہ ہے کہ جو سردار و سرور تھے انہیں میں تھے — ہے سب سے بڑھ کے یہ جو سب سے بڑھ کر تھے انہیں میں تھے

غرض سب حضرتِ خندق کیلئے تیار ہو بیٹھے — انہیں کے ساتھ شامل سیدِ ابرار ہو بیٹھے

کیا تقسیم جب اس ارض کو ختمِ رسالت نے — زمیں دی چار گز ہر ایک کو اُن میں سے حضرت نے

مگر سلمان سب سے بڑھ کر اپنا کام کرتے تھے — برابر دس جوانمردوں کی تنہا کام کرتے تھے

مہاجر اور انصار اُن کو جب کہنے لگے اپنے — ہمارے ہیں ساتھیوں میں ہیں ہمارا ساتھ دیتے تھے

وہ کہتے تھے ہمارے ہیں یہ کہتے تھے ہمارے ہیں — مگر سلمان تھے حیران کس سے کہتے ہم ہمارے ہیں

رسول اللہ نے یہ حال جب دیکھا تو فرمایا
ہے سلماں میرے اہل بیت سے کیوں کرتے ہو جھگڑا

یہ سن کر سب ہوئے خاموش اور رکھنے لگے خندق
رہے اصحاب کے ساتھ اس مشقت میں حبیب حق

کبھی تھی تین دن یا کچھ کم و بیش اس طرح کھائی
ہوئے پھر مطمئن وہ سب فراغت اس سے جب پائی

خبر تھی کھودنے والوں کو کھانے کی نہ پینے کی
مقدم سارے کاموں سے حفاظت تھی مدینے کی

تھے بعض ایسے کہ دو دو روز تک کھانا نہ کھاتے تھے
بندھے ہوتے تھے پتھر پیٹ پر اور کھودے جاتے تھے

یہ ہے مصروف آقائے دو عالم بھی کمر باندھے
رسولِ مرسلیں نے بھی تو پتھر پیٹ پر باندھے

نہ تھوڑی دیر بھی وہ راحت و آرام کرتے تھے
اُٹھاتے تھے مصیبت خدمتِ اسلام کرتے تھے

ذکر دعوت حضرت جابرؓ

لکھا ہے وہ بھی تھے اس مجمع اصحاب میں حاضر
مشقت کر رہے تھے ساتھ سب کے حضرت جابر

ہوا اُن کو بھی یہ معلوم اُنھوں نے بھی یہ سُن پایا
کئی دن سے شہ دیں نے نہیں کچھ نوش فرمایا

ہوئے بیتاب مضطر ہو کے اُٹھے اور گھر آئے
گئے پاس اپنی بی بی کے زباں پر یہ سخن لائے

رسول اللہ بھوکے ہیں میں اس غم سے پریشاں ہوں
مگر کچھ بن نہیں پڑتا مجھے بے ساز و ساماں ہوں

ہے جو تھوڑا سا آٹا اُسکی روٹی تم پکا رکھو ۔ یہ بکری ذبح کر کر گوشت چولھے پر چڑھا رکھو
یہ حالت جا کر اُن سے سب کہے دیتا ہوں جاتا ہوں ۔ میں تھوڑی دیر میں شاہِ ہدا کو لیکے آتا ہوں
کہا بی بی نے جا کر اُنکو چپکے سے خبر کرنا ۔ ہے ساماں مختصر یہ عرض اُن سے پیشتر کرنا
گئے جابر کہا آہستگی سے حال حضرت سے ۔ کیا آگاہ شرماتے ہوئے ساماں کی قلت سے
مگر دیکھے کوئی سرکار کی کیا شان رحمت ہے ۔ کہا سب سے چلو جابر کے گھر تم سب کی دعوت ہے
یہ کہہ کر سید والا نے پھر جابر سے فرمایا ۔ پہنچ جائیں وہاں جب تک نہ ہم روٹی نہ پکوانا
سوا اسکے شہِ والا گہر نے یہ ہدایت کی ۔ اُتاری جائے چولھے سے نہ کھولی جائے ہانڈی بھی
وہ حیراں ہو گئے یہ سُن کے اور فوراً ہی گھر آئے ۔ جو الفاظ مبارک تھے وہ سب بی بی سے دہرائے
وہ بولیں ہمکو اِسکی فکر کیا ہے اور غم کیا ہے ۔ ہے ارشادِ نبی تو سب کو بھی یہ چیز کم کیا ہے
گئے پھر بعد کچھ وقفے کے گھر اُنکے شہِ والا ۔ لعابِ پاک اپنا آٹے میں اور گوشت میں ڈالا
ہوا ارشاد یہ بھی بیٹھے سب جب کھانے کو ۔ بلالو ایک عورت اور بھی روٹی پکانے کو
ہوا پھر حکم بسم اللہ کہہ کر ہاتھ ڈالو تم ۔ خدا کا نام لیکر گوشت ہانڈی سے نکالو تم
غرض وہ جملہ اصحابِ رسول اللہ نے کھایا ۔ اُنھیں میں بیٹھ کر سرکارِ عالی جاہ نے کھایا

ہوئے کہا کر جو حضرت سب رہا کوئی نہ جب باقی
ہوا تھا جسقدر رتبا رہا تھا وہ سب کا سب باقی

بیاں کیا کیا کریں اوصاف اُس ذات معظم کے
ہیں لیسے تو ہزاروں معجزے شاہ دو عالم کے

وہاں مدح و ثنا کا قصد اگر ہو بھی تو کیونکر ہو
جہاں اک لفظ کیا اک حرف سے کم ایک تفسیر ہو

بشر مخلوق میں ایسی صفت کا ہو نہیں سکتا
کسی سے حق ادا اُن کی صفت کا ہو نہیں سکتا

حقیقت اُنکی کیا تھی کون سمجھے کیا تھے خدا جانے
خدا کے بھید کی باتوں کو بندہ کوئی کیا جانے

جو کچھ ہے قرآں میں ہے اُسکے سوا کچھ پڑھ نہیں سکتے
کہ ہم حد شریعت سے تو آگے بڑھ نہیں سکتے

کتابوں میں بڑے افسانے ہیں اُن کی بڑائی کے
خدا کے فضل سے مختار تھے ساری خدائی کے

حضرت سلمان کو حضرت قیس کی نظر لگ جانا

لکھا ہے جب یہ خندق کھودتے تھے حضرت سلماں
وہاں تھے قیس ابن صعصعہ اک صاحب جمال

نظر بھر کر جو دیکھا قیس نے سلمان کو آ کر
تو وہ فوراً گرے بیہوش ہو کر اور غش کھا کر

نظر اُن کی لگا کرتی تھی لوگوں کو وہ عائن تھے
بچا کرتے تھے سب اُن سے ڈرا کرتے تھے سب اُن سے

کہا اصحاب نے یہ حال جا کر شاہ والا سے
سُنا یہ آپ نے تو جلد اُٹھ کر اُن کے پاس آئے

بتایا سب کو اور اک پیالہ تب اُن سے منگوایا ۔ وضو اسمیں کرو پھر اُن سے یہ ارشاد فرمایا
وضو وہ کر چکے تو یہ زبان پاک پر آیا ۔ کہ سب آب وضو سے جائے دھو دو اُن کے دست و پا
دُہلا چکے لیے ہاتھ اور پاؤں جا بجا جب ۔ الٹ کر رکھدیں یہ برتن انہیں کی پشت کیجانب
کیا جب یہ عمل جاکر وہ فوراً ہوش میں آئے ۔ نظر کا سب اثر جاتا رہا اور پھر نہ گھبرائے
چڑھائی کی پھر اسکے بعد کفار بد آئین نے ۔ اُنہیں خندق پہ روکا آکے اصحاب شہ دین نے
رہے چوبیس دن محصور اہل دیں مدینے میں ۔ رہے خدمات کرتے قابل تحسین مدینے میں
لڑائی ہوتی تھی روزانہ اور بہت سخت ہوتی تھی ۔ جہاں اکثر شکست دشمن بدبخت ہوتی تھی
تھے کثرت سے تو انکا جوش جنگی کم نہ ہوتا تھا ۔ وہ صدہا مارے جاتے تھے مگر کچھ غم نہ ہوتا تھا
نکیلے بھی جو پہنچے تو اُنہیں جاکر ہزیمت دی ۔ علی نے اُس لڑائی میں بڑی داد شجاعت دی
وہ اُنکی اُس لڑائی میں دلیری تھی شجاعت تھی ۔ صحابہ کو تو تھی ہی دشمنانِ دیں کو حیرت تھی
بپھر کر تیر کی صورت سوئے اطراف آتے تھے ۔ وہ نرغے میں بھی پھنسے تھے تو بچکر صاف آتے تھے
تھکے تھے زخم خوردہ تھے کئی راتوں کے جاگے تھے ۔ مگر میدان میں جاکر ہوا سے بھی تو آگے تھے
ہوا ایسی بندھی تھی پست نا فرجام ہوتے تھے ۔ جب اُنکو دیکھتے تھے لرزہ براندام ہوتے تھے

جب اُن کے سر پہ یہ شیرِ خدا حق کے ولی آئے
تو کہتے تھے کہ بچا گو سلامت سے ہیں علی آئے

دعائیں شاہ دیں ہو ہو کے خوش جب اُنکو دیتے تھے
تو پھر وہ اور بھی لڑتے تھے جا کر دم نہ لیتے تھے

کہا حضرت نے جو اعمال اُمت تا بہ محشر ہیں
علی کی اس لڑائی کے ثواب اُن سب سے برتر ہیں

بڑھایا اور بھی دل اُنکا جب اُن پر یہ شفقت کی
دعا دیکے اُنکو ذوالفقار اپنی عنایت کی

مگر یہ وقت ایسا سخت تھا قومِ مسلماں پر
کہ اس سے پیشتر آیا نہ تھا اِن اہلِ ایماں پر

اُحد میں بھی اگرچہ ایسی ہی تکلیف اُٹھی تھی
مگر جو بیس دن کی تھی یہ وہ صرف ایک دن کی تھی

شہ کون و مکاں بھی سخت تکلیفیں اٹھاتے تھے
تھے محصور اس لئے سب مرد و زن گھبرائے جاتے تھے

ذکر نعیم ابن مسعود

یہ حالت دیکھکر اللہ کی رحمت میں جوش آیا
نبی کے پاس فوراً ایک مردِ سرفروش آیا

نعیم اُن کا تھا نام اور ابنِ مسعود اُنکو کہتے تھے
اُسی فرقے سے تھے غطفان والوں میں وہ رہتے تھے

کہا آکر کہ اے محبوبِ رب ایمان لایا ہوں
مسلماں ہونے کو پیشِ شہ کونین آیا ہوں

مسلماں مجھکو کر کر یہ اجازت دیجئے مولا
کہ ہیں کفار سے جا کر کہوں جو کچھ ہو جی میرا

کیا مسر کار نے اُن کو مسلماں اور کہا جاؤ
سوئے کفار پہنچو اور جو کچھ جی چاہے کہہ آؤ

وہ پہنچے سیدھے او پہلے بنی غطفاں میں پہنچے
تھے اُن کے خانداں والے اُسی ہی واں میں پہنچے

گئے جب اُن میں یہ وہ جانتے تھے نا مسلماں ہے
انھیں معلوم کیا تھا ہو کے یہ آیا مسلماں ہے

کہا اُن سے سنو اک مشورہ دینے کو آیا ہوں
چلو گھر کو یہاں سے میں تمھیں لینے کو آیا ہوں

قریشیوں کو تو اُن سے بغض ہے کینہ ہے نفرت ہے
تم اُن کے ساتھ کیوں آئے ہو تمکو کیا عداوت ہے

عداوت بھی نہیں کچھ بھی تو بھی تم اُن سے لڑ نہیں سکتے
کہ وہ تعداد میں تم سے سوا ہیں تم ہو تھوڑے سے

تمھیں جو آج اگر یہ ہو کہ ہیں جیتے تو کل وہ بھی
لڑا کر اُن سے تم کو آپ اپنے گھر کو چل دیں گے

وہ بولے سچ ہے یہ اب اُن سے ہم بیزار ہوئے ہیں
یہاں سے کل ہی چلنے کیلئے تیار ہوتے ہیں

گئے وہ پھر قریظہ میں اور اُن سے بھی یہ باتیں کیں
انھوں نے بھی یہ سُن کر دی انھیں داد اور کی تحسیں

کہا سخت اور سست اُنکو ہوئے اُن سے جدا وہ بھی
بُرا کہنے لگے اُن کافروں کو برملا وہ بھی

گئے پھر اہل مکہ پاس اور جا کر کہا اُن سے
قریظہ اور بنی غطفان ابھی مجھ سے یہ کہتے تھے

کہ اہل مکہ مکار و دغا باز و فریبی ہیں
سوا اسکے سنائیں اور بھی باتیں بہت سی ہیں

غرض کر کر یہ باتیں اُنمیں ایسی پھوٹ ڈلوا دی
ہوا کفار میں اک ایک باہم دشمن جانی

طوفان ہوا

اِدھر تو کام یہ بگڑا اُدھر قہرِ خدا آیا
دعا فرمائی تھی حضرت نے طوفانِ ہوا آیا

اکھاڑے سارے ڈیرے اور خیمے اُن لعینوں کے
ہوا ایسی تھی جس سے ہوش اُڑتے تھے کمینوں کے

جو اُکھڑیں میخیں گھوڑوں کی تو اُنکی رسیاں ٹوٹیں
وہیں آئی مصیبت وہ جو سر پر ناگہاں ٹوٹیں

ہوا ایسی تھی دلی جاتی تھی سنگ اُن سبکے سینوں کے
اُلٹ کر چولہوں سے دیگیں جب آئیں کھنچ زمینوں پر

طریقہ کافروں کی گوشمالی کا نکالا تھا
ہوا سے ناک میں اُن کی غضب نے تیر ڈالا تھا

دکھاتا تھا کہ زیرِ گردشِ افلاک ہوتے ہیں
جو آتے ہیں ہوا میں بھر کے وہ یوں خاک ہوتے ہیں

ہوا تھی ایسی ٹھنڈی اور یہ سردی کا عالم تھا
ہر وقت اُسکی کم کرنیکو دوزخ بھی بہت کم تھا

چڑھا تھا گرد کا بھوت اُنپہ دیوانے بلا میں تھے
اٹے اب خاکِ ذلّت میں جو نخوت کی ہوا میں تھے

غرض اِس موج کو اُس فوج کا دستہ نہ ملتا تھا
وہ بھاگے بھاگے پھرتے تھے کہیں رستہ نہ ملتا تھا

اُنھیں چاروں طرف سے قہرِ خالق نے جو گھیرا تھا
تھے وہ گویا اندھیری قبر میں ایسا اندھیرا تھا

وہ رستے میں نہ تھے راہِ عدم کا کوچ کرتے تھے
جو اُٹھتے تھے تو گرتے تھے جو گرتے تھے تو مرتے تھے

ہوا وہ ایسی تھی جیسی تھی قوم عاد پہ آئی
مگر ان میں تھے آنحضرت تو وہ آفت نہ ہو پائی

ہوا کے ساتھ ہیں ہر سمت موذی کنکر بکھرتے تھے
پرندوں کی طرح سے یہ درندے اُڑتے پھرتے تھے

جھٹک کر اسکو اپنی راہ نا فرجام لیتا تھا
جو گھبرا کر کوئی دامن کسی کا تھام لیتا تھا

زمیں پڑتی تھی کچھ یہ سب تنگ ہو کر جان کھوتے تھے
پریشانی کے عالم میں تھے گھبراتے تھے روتے تھے

تھے ذلت میں مصیبت پر مصیبت ان پہ آئی تھی
وہ ٹھوکر کھا کے گرتے تھے تو گرد انکو دباتی تھی

ادھر پاؤں سواروں کے رکابوں میں الجھتے تھے
اُدھر رہوار خیموں کی طنابوں میں الجھتے تھے

ہوئے تھے باعث انکی موت کا خیمے مگر اُن کے
جو چوبیں انکی گرتی تھیں تو پھٹ جاتے تھے سر اُنکے

عجب بھاگڑ عجب تھی اُفت و خیز ان نامرادوں میں
تخالف تھا سواروں میں تزلزل تھا پیادوں میں

سکوں آخر طبیعت موذیوں کی پا ہی جاتی تھی
تھکے جاتے تھے اُنکو موت کی نیند آہی جاتی تھی

سنبھلتے ہی نہ تھے ٹھوکر پہ ٹھوکر کھائے جاتے تھے
ہوا کے زور سے آپس میں وہ ٹکرائے جاتے تھے

دیا تھا طول کیا اللہ نے اُن کی مصیبت کو
جو گرتا تھا وہ کہتا تھا اب اُٹھیں گے قیامت کو

ملے جاتے تھے ظالم خاک میں حالت یہ ابتر تھی
ہوا اُن کی ہوس کی آگ پر پانی سی پڑ کر تھی

نہ ایمان لاتے تھے گو مبتلا رنج و بلا میں تھے
خدا جانے ابھی تک یہ ستمگر کس ہوا میں تھے

زباں تھی چپ مگر دل میں تو کہتے ہونگے یہ واہی — چلے تھے کفر کی کرنیکو ہم اچھی ہوا خواہی

ہوئی جب رات تو سرکار تک پہنچیں یہ آوازیں — حذیفہ کو ہوا حکم نبی جا کر ابھی دیکھیں

لڑائی تو نہیں اسوقت ہم سے یہ بالکل ہی — تو پھر یہ کس سبب سے شور ہی کس وجہ سے غل ہے

حذیفہ جب وہاں پہنچے تو سب یہ ماجرا دیکھا — پریشانی میں ان اہل ستم کو مبتلا دیکھا

ہر اک سختی کی حالت جو دیکھی تو خیال آیا — خدائے پاک کی جانب سے ان پر یہ وبال آیا

ابوسفیان کو سردی کے مارے کانپتے دیکھا — اور اک گوشے میں بیٹھا پاس آتش ان کے دیکھا

یہ چاہا قتل کر دیں اسکو لیکن پھر خیال آیا — رسول اللہ نے ایسا نہیں ہے مجھ سے فرمایا

شہ کونین نے مجھکو خبر لینے کو بھیجا ہے — کسی کے قتل کرنے کو نہ سر لینے کو بھیجا ہے

ہوئے واپس وہاں سے اور سب حالات دہرائے — شہ والا ہوئے خوش اور یہ الفاظ فرمائے

اب آئندہ چڑھائی کی انہیں ہمت نہیں ہوگی — کبھی رخ کر سکیں اس سمت یہ جرأت نہیں ہوگی

ہوئی جب پسپائی انکی تو شاہ دیں بھی گھر آئے — گئے کافر ادھر کو اور اہل دیں ادھر آئے

ابھی بیٹھے ہی تھے اور غسل کو پانی منگایا تھا — شروع غسل بھی فرما چکے تھے سید والا

غزوہ بنی قریظہ

کہ آئے حضرتِ جبریل اور یہ حکم رب لائے — ابھی اسلام کا لشکر قریظہ کی طرف جائے

اُنہیں اُس سمت جانے کے لئے احباب سے کہہ دو — نہ کھولیں اسلحہ اپنے ابھی اصحاب سے کہہ دو

شہ کونین نے جب حضرتِ جبریل کو دیکھا — تو یہ ظاہر ہوا ہیں گرد آلود وہ سرتاپا

وہ اُن کی گرد جھاڑی شاہ دیں نے اپنی چادر سے — جدا کی اُن کی خاکِ پاک اپنے دستِ اطہر سے

ہوئے تیار حضرت اور فوراً آگئے باہر — درِ دولت پہ تھی موجود سب فوج ظفر پیکر

رواں آخر ہوئے وہ سب کے سب حکم آپ کا پاکر — محلے میں بنی نجار کے پہنچا جو وہ لشکر

تو دیکھا انتظارِ آمدِ محبوبِ داور ہے — مسلح اُس محلے کے مسلمانوں کا لشکر ہے

تو پوچھا اُن سے تم کو کیا خبر تھی اس لڑائی کی — یہ تم نے کس طرح تیاری تیغ آزمائی کی

وہ بولے وحیہ کلبی ابھی گذری ادھر ہوکر — وہ ہم سے کہہ گئے ہیں پھر لگا لو اسلحہ تن پر

یہیں تم ٹھہرے رہنا وہ اسی رستے سے آئیگا — قریظہ کی طرف لشکر مسلمانوں کا جائے گا

کہا حضرت نے وہ جبریل تھے اور حکم لائے تھے — بہ شکلِ وحیہ کلبی جو تم سے کہنے آئے تھے

غرض لشکر چلا وہ اور قریظہ کی طرف آیا — علی تھے سب سے آگے تا بہ صف صف شکن آیا
کئی دن تک اُنھیں محصور رکھا اور سمجھایا — مگر اُن میں سے کوئی کفر کی ضد سے نہ باز آیا
مع ساماں انھیں لیکر چلے آئے مدینے میں — گرفتاری ہوئی اُنکی اُنھیں لائے مدینے میں
کئی سامان تھی پندرہ سو آہنی تلواریں — اِسی تعداد کی ڈھالیں ملیں مالِ غنیمت میں
زرہیں تھیں تین سو اور تین سو نیزے تھے بھالے تھے — لاعلاوہ تھی بہت وہ بڑے اموال والے تھے
مویشی کی تو کچھ حد ہی نہیں تھی اتنے ہاتھ آئے — یہ سب سامان لیکر نبیٔ کونین ساتھ آئے
ہوئے تھے جا کے سعد ابن معاذ اس جنگ میں زخمی — وہ واپس جب ہوئے گھر کو تو رحلت ہوگئی اُن کی
کہا جبریل نے حضرت سے آکر ماجرا کیا ہے — حضورِ پاک کے اصحاب میں سے کون اُٹھا ہے
صفِ ماتم بچھائی ہے ملائک نے آسمانوں پہ — ہیں الفاظِ غم و رنج و الم اُنکی زبانوں پر
سوئے فردوس اعلیٰ کون سے یہ جاں نثار آئے — اُٹھانے کو جنازہ ہیں ملائک ستر ہزار آئے
ہوا ہے مہرباں اُنپر خداوند دو عالم بھی — ملائک تو ہیں ملائک جنبش میں ہے عرش معظم بھی
کہا حضرت سے سعد ابن معاذ اُٹھے ہیں دنیا سے — ملی جنت اُنھیں فضلِ خداوندِ تعالیٰ سے
گئے پھر قبر پر اُنکی تو حضرت نے یہ فرمایا — کشادہ ہو کے سنا از زمکر تا سعد پر ضغطہ

تری عزت بڑھانا ہے ترا رتبہ بڑھانا ہے ہوا ہے جس کا صدمہ عرش کو وہ تجھ پہ ہیں آنا ہے

انہیں مرقد ہیں رکھتے تھے تو فرماتے تھے یہ سرور رہیں گے یہ فشار قبر سے محفوظ تا محشر

کوئی دیکھے کہ کیا حصے ملے ہیں انکو رحمت کے صلے کیا کیا ہیں سرکار دو عالم کی محبت کے

جو پایا تھا انھوں نے نام اس کے لیے کیا کہیے ہے کسر شان اس کی کہتے ہیں بھی سعد کیا کہیے

غرض جب قید ہو کر یہ گروہ بے اماں آیا تو اسکے قتل کو حکم شہنشاہ جہاں آیا

انھیں لائے پڑے ان موذیوں کی جان کے لالے زبیر و حضرت مولا نے وہ سب قتل کر ڈالے

کوئی کہتا ہے کل نو سو تھے یا سب ہفت صد تھے وہ لکھا ہے چار سو لیکن بقول مستند تھے وہ

صلح حدیبیہ

رسول اللہ نے اک رات کو یہ خواب میں دیکھا کہ ہیں مکے میں ہم اور حج کیا ہے میں نے کعبے کا

کسی ترکیب سے فضل خدا کے ساتھ آئی ہے کلید قفل باب کعبہ میرے ہاتھ آئی ہے

صحابہ سے کہا یہ خواب شب کا صبح کو اٹھکر بہت ہی خوش ہوئے وہ سن کے یہ رویائے پیغمبر

یہ سمجھے وہ کہ اب حج پائینگے اس سال ہم بیشک خدا کے فضل سے ہو جائینگے خوشحال ہم بیتاب

کیا ظاہر ارادہ پھر سفر کا شاہ والا نے | میں عمرے کے لیے جاتا ہوں فرمایا یہ یاروں سے
گئے وہ سب بھی اپنی اپنی گھر باہر نکلنے کو | ہوئے تیار اصحاب نبی بھی ساتھ چلنے کو
لئے اصحاب میں اکثر نے سارے اسلحہ اپنے | بہت سے صرف تلواریں ہی لیکر سامنے آئے
یہ لشکر اہل دیں کا جب بشکل مختلف آیا | رہے اس مسئلے میں آپ ساکت کچھ نہ فرمایا
برائے جنگ تو جاتے نہیں یہ فیصلہ کر کے | چلے اپنے لئے تلوار ہی پر اکتفا کر کے
تھے ستر اونٹ قربانی کی خاطر ان ہمراہ میں | چلے پھر منزلیں کرتے ہوئے سب کوہ و صحرا میں
جلو میں تھیں صفیں اصحاب عالی جاہ و اکرم کی | سواری میں تھی قصوا سرور و سردار عالم کی
یہ تھی اک اونٹنی سرکار کی نام اسکا قصوا تھا | سوار اکثر ہوا کرتے تھے جس پر سید والا
خبر یہ آیا حضرت کی جب کفار نے پائی | تو سب نے اتفاق اسپر کیا یہ بات ٹھہرائی
انھیں روکو یہاں آنے سے لڑنے کے لیے نکلو | بناؤ کام اور انسے بگڑنے کے لئے نکلو
مقرر پھر کیا اک ایک امیر ایک ایک دستے میں | چلے اور آکے ٹھہری اک جگہہ جدّی کی رستے میں
ادھر اک موضع میں پہنچے شہ والا مع لشکر | سنا کفار کا یہ حال تو کہنے لگے سرور
چلیں ہم دوسرے رستے سے اور مکے میں داخل ہوں | جو تھوڑی سی ملیں قتل انکو کردیں گر مقابل ہوں

کہا صدیق اکبر نے کہ ہم لڑنے نہیں آئے | کچھ انکو قتل کرنے کے لئے اڑنے نہیں آئے
مگر عمرے سے روکے جائیں تو پھر جنگ بپا ہو | نہیں تو پھر کیا جائے وہی جو رائے والا ہو
شہ کونین نے اس رائے کو منظور فرمایا | اور اپنے یار غار خاص کو مسرور فرمایا
پھر اسکے بعد فرمایا چلو دشوار رستوں سے | الگ ہٹتے ہوئے بچتے ہوئے ان بت پرستوں سے
چلے پھر سب بہت ہی سخت ناہموار راہوں سے | اٹھاتے سختیاں چھپتے ہوئے انکی نگاہوں سے
حدیبیہ کے پاس اس سمت اک صنع ثنیہ تھا | وہاں پہنچے تو بیٹھی چلتے چلتے آپ کی قصوا
وہ ہلتی ہی نہ تھی ہر چند سب اسکو اٹھاتے تھے | چلانے کیلئے حل حل کی آوازیں سناتے تھے
کہا لوگوں نے ناقے بعض منزل تک بھی جاتی ہیں | کبھی یہ بیٹھ بھی جاتے ہیں یعنی تھک بھی جاتے ہیں
کہا سرکار نے تھک جانیکی عادت نہیں اسکو | مگر ہے حکم رب چلنے کی بھی طاقت نہیں اسکو
قسم اللہ کی قبضے میں جس کے جان ہے میری | کرونگا ہر طرح میں عزت و توقیر کعبے کی
خیال جنگ کو میں کافروں سے دور کر لونگا | بپاس کعبہ شرطیں ان کی سب منظور کر لونگا
چلایا پھر جو قصوا کو تو وہ چلنے لگی اٹھکر | حدیبیہ میں پھر آئے شہ والا معہ لشکر
اتر کر ساتھ اپنے خیمہ و خرگاہ کے ٹھہرے | وہیں اک چاہ بھی تھا آکے پاس اس چاہ کے ٹھہرے

پھر اُس چاہ سے پانی جو اصحاب پیمبر نے ۔ تو تھوڑی دیر کے لیے اسکو پایا خشک لشکر نے
یہ حالت دیکھکر اون کو ہوئی تھی پریشانی ۔ کہ یہ تو ہو گیا خشک اب کہاں سے آئیگا پانی
کیا یہ واقعہ جاکر بیاں ختم رسالت سے ۔ تو یہ پایا جواب خیر زبانِ پاک حضرت سے
نہ گھبراؤ ابھی ہر لشکری پا جائیگا پانی ۔ کنوئیں میں جا کے گاڑو تیر ابھی آجائیگا پانی
کیا جب یہ عمل جو شاہ والا کی ہدایت تھی ۔ تو دیکھا اس چہ بے آب میں پانی کی کثرت تھی
اودھر تو چاہ کو اُنکا یہ ارشاد زبانی تھا ۔ اُدھر شرم قصور آب سے وہ پانی پانی تھا
کمی تھی پھر نہ کچھ سیراب اُس سے سارا لشکر تھا ۔ ابھی تھا خشک ابھی وہ چاہ دریا تھا سمندر تھا
نزولِ لشکر اسلام جب کفار نے دیکھا ۔ بُدیل نامور کو خدمت سرکار میں بھیجا
کہا اُن سے کہ پہنچو جلد اور جاکر خبر لاؤ ۔ یہاں کیوں آئے ہیں اچھی طرح تحقیق کر لاؤ
وہ آئے آپکے پاس اور یوں گویا ہوئے آکر ۔ ہوئے ہیں متفق حضرت سے لڑنیکو قریش اکثر
وہ روکیں گے شہ کونین کو مکے میں آنے سے ۔ نہ مانا آپنے تو پھر لڑینگے اس بہانے سے
کہا حضرت نے میں اسوقت لڑنیکو نہیں آیا ۔ ابھی مجھکو نہیں یہ حکم رب العالمیں آیا
لڑائی کا نہیں اسوقت عمرے کا ارادہ ہے ۔ نہ مانے وہ تو نقصان اُنکا ہی سمیں زیادہ ہے

لڑونگا ان سے میں بھی پھر اور اتنا جنگجو ہونگا
کہ پاؤں گا نہ ہاونا اور خدا سے امر خرو ہونگا

اگر ایسا ہوا تو ہر مسلماں لڑکے مرے گا
حفاظت دین اطہر کی خدا پھر آپ کرے گا

یہ ممکن ہے کہ مجھ سے ان میں باہم صلح ہو جائے
زمان صلح میں یعنی نہ کوئی لڑنے کو آئے

نہ ہونگے اس پہ وہ راضی تو پھر نقصان اٹھائینگے
مزہ اس سرکشی کا انکی ہم ان کو چکھائیں گے

گئے واپس سوئے کفار یہ سن کر بدیل ان سے
بلایا ان کو جا کر گفتگو کی حسب ذیل ان سے

ابھی ہیں قصد عمرہ کا شہ دنیا و دیں رکھتے
ارادہ جنگ کا اسوقت وہ تم سے نہیں رکھتے

نہیں عمرے سے بھی کوئی کسی کو باز رکھتا ہے
تو بولے سب کہ بس چپ رہ تو ان سے ساز رکھتا ہے

کہا عروہ نے مجھکو آپ سب کیسا سمجھتے ہیں
وہ بولے تیرا کیا کہنا بہت اچھا سمجھتے ہیں

کہا اس نے اجازت دو تو میں پاس انکے ہو آؤں
ارادہ ان کا کیا ہے آئے ہیں کیوں یہ خبر لاؤں

وہ بولے جاؤ مل لو ہمیں اندوہ و تعب کیا ہے
نہیں کچھ کام نتا ہمارا اپنا چل جائے عجب کیا ہے

گیا عروہ جو پیش حضرت محبوب سبحانی
تو کی آغاز اک تقریر نا زیبا و طولانی

مخاطب ہو کے با اسم گرامی اس طرح بولا
نہیں کرتا ہے کوئی قوم سے اپنی سلوک ایسا

ابھی تم قتل بھی کر آئے تو کیا ہاتھ آئے گا
سوا اسکے کہ بدنامی کا دھبہ ساتھ جائے گا

خلاف اس کے ہوا تو پھر نہیں وقت بری ہو گی　　یہ جتنی فوج ہے تم سے الگ سب جا کھڑی ہو گی

یہ فوجیں کیا ہیں محتاجوں کا قلاشوں کا مجمع ہے　　لٹیروں کا ہے یا تھوڑے بسے اوباشوں کا مجمع ہے

سُنا یہ حضرتِ صدیق نے تو غیظ میں آکر　　اُسے دی سخت گالی اٹھکر اُس کے سامنے جا کر

کہا اُس نے کہ بو بکر آپ کا احسان ہے مجھ پر　　جواب اِسکا نہیں تو آپ سُنتے اِس سے بھی بدتر

وہ باتیں کرتا تھا اور ہاتھ بھی اپنا اُٹھاتا تھا　　جو ریش پاک پر نور شہ والا تک آتا تھا

مُغیرہ ایک صحابی تھے نبی کے دوستداروں میں　　قریب شاہ دیں بیٹھے ہوئے تھے اور یاروں میں

اُٹھا کر دستہ شمشیر اُس کے ہاتھ پر مارا　　ادب سے بات کر او بے ادب یہ کہہ کے للکارا

کہا اُس نے کہ ہے یہ کون جس نے مجھکو ایذا دی　　کہا اصحاب نے اُس سے مغیرہ ہیں یہ اے موذی

کہا اُس نے مغیرہ مجھپہ اک تیرا بھی احسان ہے　　اگر میں دوں جواب اِسکا تو نقضِ عہد و پیمان ہے

جوابا شاہ والا نے وہی اُس سے بھی فرمایا　　جو پہلے کہہ چکے تھے سُن کے عروہ بس چلا آیا

کہی کفار سے جا کر جو گذری تھی یہاں حالت　　بیاں تو کر رہا تھا تھی مگر اُسکو بڑی حیرت

یہ کہتا تھا گیا ہوں میں بہت سی بارگاہوں میں　　بہت سے اہل دولت ہیں بہت سے بادشاہوں میں

کہیں لیکن یہ سطوت اور یہ شوکت نہیں دیکھی　　جو اُن کے جاں نثاروں کی ہے یہ حالت نہیں دیکھی

کھڑے ہو جاتے ہیں سب جب وہ اُٹھنے کو سنبھلتے ہیں — اگر وہ تھوک دیتے ہیں تو وہ سب منہ پہ ملتے ہیں

اشارے پہ وہ اُن کے منتظر ہر بار رہتے ہیں — وہ اُن پر جان دینے کے لیے تیار رہتے ہیں

وضو کرتے ہیں تو آبِ وضو ہاتھوں میں لیتے ہیں — تبرّک کی طرح بٹتا ہی جا کر سب کو دیتے ہیں

جدا جب ریش سے موئے شہِ ابرار ہوتے ہیں — تو آنکھوں سے اُٹھانے کے لئے تیار ہوتے ہیں

بگاڑیں ایسے لوگوں سے ذرا یہ ہو نہیں سکتا — کوئی بھی اُن سے ہو عُہدہ برا یہ ہو نہیں سکتا

کہا اُس نے یہ سن کر تو پریشاں ہو کے آیا ہے — ہمیں ہوتا ہی شک شاید مسلماں ہو کے آیا ہے

حُلَیس اک شخص تھا اُنہیں اُسی پھر اسطرف بھیجا — کہا اُس نے سمجھنا غور سے ہی کیا خیال اُن کا

اُسے جب دور سے دیکھا شہِ دیں نے تو فرمایا — کہ کرتا ہے ادب یہ شخص قربانی کے اونٹوں کا

کہا اصحاب سے اپنے ابھی اُٹھو ابھی جاؤ — اُٹھا دو اونٹ اور جا کر باستقبال اُسے لاؤ

ہوئی اس حکم کی تعمیل اور اُس نے یہ جب دیکھا — ہوا واپس وہیں سے دیکھتا تھا جو وہ سب دیکھا

کہا کفّار سے جا کر کہ وہ عمرے کو آئے ہیں — بہت سے اونٹ قربانی کے بھی ہمراہ لائے ہیں

نہیں آئے وہ لڑنے کے لئے پھر اُن سے لڑنا کیا — مقابل اُن کے بنا کیا اور ایسوں سے بگڑنا کیا

اجازت اُن کو عمرے کیلئے دینا مناسب ہے — وہ اہلِ صلح ہیں اُن سے جھگڑنا نامناسب ہے

مگر وہ سنگدل کہنے لگے تو مردِ دہقاں ہے ۔۔۔ یہ باتیں ہیں سمجھ سے تیری بالاتر تو ناداں ہے

کہا اُس نے اگر روکوگے تم اُن کو تظلّم سے ۔۔۔ میں اپنی قوم کو لیکر جُدا ہو جاؤنگا تم سے

یہ سُنکر کی خوشامد اُنکی اور راضی کیا اُس کو ۔۔۔ کہا ہم صلح کرنے کے لئے تیار ہیں اب تو

ہماری ضد یہ ہے اس سال وہ واپس چلے جائیں ۔۔۔ کریں عمرہ خوشی سے سال آئندہ اگر آئیں

اُدھر سے جب یہ دو تین اُنکے اشخاص آئے پکڑے ۔۔۔ اِدھر سے بھی کوئی جائے کیا سرکار نے یہ طے

یہ طے فرما کے پہلے حضرتِ خرّاش بھجوائے ۔۔۔ کہا اُن سے یہ کہنا آج ہم لڑنے نہیں آئے

کرینگے کعبے کی تعظیم اور عمرہ ادا ہوگا ۔۔۔ تمہارا اے قریش اِس شکل میں نقصان کیا ہوگا

گئے جب حضرتِ خرّاش چڑھکر اونٹ پر اُنمیں ۔۔۔ تو غدّاروں نے آکر کاٹ ڈالیں اونٹ کی کونچیں

کیا یہ مشورہ ہم پر جو یہ اپنا اثر ڈالیں ۔۔۔ تو پھر واپس نہ ہونے دیں انہیں ہم قتل کر ڈالیں

وہ جب کہنے لگے پیغام حضرت کا شریروں سے ۔۔۔ تو آئے قتل کرنے اُن کو تلواروں سے تیروں سے

مگر قوم اُن کی آکر درمیاں میں ہوگئی حائل ۔۔۔ تو مجبوری کو اپنے قصد سے باز آئے وہ جاہل

انہیں لوگوں نے پھر خرّاش کو واپس بھی بھجوایا ۔۔۔ اُنہوں نے واقعہ سب خدمتِ حضرت میں دُہرایا

کیا سرکار نے اِرشاد پھر فاروق اعظم سے ۔۔۔ یہی باتیں کہو تم جا کر ان کُفّار اظلم سے

وہ بولے مجھکو پائیں گے تو فوراً قتل کر دینگے
نہ میری کچھ سنیں گے اور نہ اپنی کچھ خبر دینگے

نہیں کچھ عرض کرنیکی یہ حاجت کیسی رکھتے ہیں
خبر سب کو ہے وہ مجھسے عداوت جیسی رکھتے ہیں

مگر عثمان ہیں اس کام کے اچھی طرح قابل
کہ رشتہ دار اکثر ان کے اُن لوگوں میں ہیں شامل

کہا سرکار نے بہتر ہے یہ عثمان ہی جائیں
کہو اُن سے یہ سب باتیں کہیں جاکر ابھی جائیں

یہ سُنتے ہی روانہ ہوگئے عثمان مکّے کو
چلے لیکر شہ کونین کا فرمان مکّے کو

کیا یہ تذکرہ آپس میں بعض احباب حضرت نے
کہ پہنچا پا ہی کیا عثمان کو کعبے میں قسمت نے

مشرف ہوکے آئیں گے وہ کعبے کی زیارت سے
وہیں جاکر کسی نے کہدیا یہ حال حضرت سے

تو فرمایا شہ والا نے میرا تو گماں یہ ہے
بہت دشوار ہے عثمان سے ممکن کہاں یہ ہے

نہوں ہیں اور وہ عمرے کیلئے تنہا چلے جائیں
نہیں جب تک یقیں مجھکو وہ کمزوری یہ دکھلائیں

ابوسفیان سے جاکر ملے اور اس سے فرمایا
ابھی لشکر ہمارا تم سے لڑنے کو نہیں آیا

رسول اللہ عمرے کیلئے تشریف لائے ہیں
اسی مقصد سے اور اصحاب بھی ہمراہ آئے ہیں

وہ بولا چاہے کچھ بھی ہو مگر ایسا نہیں ہوگا
نبی کا آپکے ہرگز ادا عمرہ نہیں ہوگا

ادائے عمرہ کی لیکن اگر تم کو ضرورت ہے
تو ہم مانع نہیں ہو تم چلے جاؤ اجازت ہے

تھے ان کے بعد ازاں اصحاب حضرت اور بھی آئے
تھے جو سکانِ مکہ اور ان لوگوں کے ہمسائے

ابوسفیان سے جب یہ جواب ناصواب آیا
تو ان کفار سے یوں حضرتِ عثماں نے فرمایا

تمہیں ان سے تو نفرت ہے مگر مجھ سے محبت ہے
سراسر یہ تمہاری یاوہ گوئی ہے حماقت ہے

بڑا ہوں ان سے میں یا وہ بڑے ہیں اسکو کیا کہئے
تمہاری عقل پر پردے پڑے ہیں اسکو کیا کہئے

بغیر ان کے مجھے کعبے میں جانے کی اجازت ہے
یہ میرے ساتھ الفت ہے کہ اظہار عداوت ہے

نہ لائیں خود ہی وہ تشریف تو یہ اور صورت ہے
کہیں تم روک سکتے ہو تمہاری کیا حقیقت ہے

وہ چاہیں تو دعائے دولت اقبال کو جائے
وہ فرمائیں تو کعبہ ان کے استقبال کو جائے

بہت برہم ہوئے کفار سن کر یہ جواب ان کا
کیا غصہ بڑھا حد سے زیادہ پیچ و تاب ان کا

کہا تم قید میں ہو اب وہاں جانے نہیں دینگے
تمہیں جانے نہیں دینگے انہیں آنے نہیں دینگے

اسی دن اہل دیں میں یہ خبر اڑتی ہوئی آئی
کہ مکے میں شہادت حضرت عثماں نے پائی

سنا یہ شاہ والا نے تو اک حالت ہوئی طاری
کہا اصحاب سے اپنے کرو لڑنے کی تیاری

جہاد و قتل کرنے کیلئے تم سے قسم لوں گا
تہ تیغ اب میں ان اعدا کو کر لونگا تو دم لونگا

اسی غصے کی حالت میں اٹھے تحت شجر آئے
لگا کر اس سے پشتِ پاک یہ الفاظ فرمائے

خدا کی راہ ہے درپیش تم ثابت قدم رہنا
لڑائی ہو تو روگرداں نہ ہونا تیز دم رہنا

اٹھو آگے بڑھو اس بات پر بیعت کرو مجھ سے
سنا جب یہ تو سب اصحاب حضرت سامنے آئے

دسویں حضرت عثمان جو اس دم نہ حاضر تھے
گئے تھے کار سرکاری کو مصروف اُدھر تھے

اٹھایا سرور کون و مکاں نے دستِ حق اپنا
کہا یہ ہاتھ میرا ہاتھ ہے عثمان کا گویا

نہیں ہیں وہ تو ہیں اُن کی طرف سے عہد کرتا ہوں
لی بیعت یہ دستِ راست اپنا اپنے ہاتھ پر رکھا

منقبت حضرت عثمان رض

خدا کی شان ہے کیا مرتبے اُن کو ملے دیکھو
وہ اُن کی جاں نثاری اور یہ اُس کے صلے دیکھو

جہاد و قتل پھر اُن کی ترقی میں کیا شک ہو
نبی کا ہاتھ جب عثمان کا دستِ مبارک ہو

نبی نے اپنا دستِ پاک اُن کا ہاتھ فرمایا
کوئی دیکھے کہ کیا عز و شرف یہ اُن کے ہاتھ آیا

حقیقت تو یہ ہے اُن کی بیاں کیا شان و شوکت ہو
شہ کون و مکاں کا جن پہ ایسا دستِ شفقت ہو

مشرف جب کیا جائے انہیں اس جاہ و تمکیں سے
نہ کیوں محفوظ ہوں وہ شرِ دشمن دیں سے

جب آتے ہیں زبردست اُن کے آگے پست ہوتے ہیں
یہ برباد دشمنوں میں ہوں تو بالادست ہوتے ہیں

یدُ اللّٰہ فوقَ ایدیھم سے اُنکا ساتھ رہتا ہی
جہاں جا کر لڑیں ہیں ران اِن کے ہاتھ رہتا ہی

بیاں کیا ہو کسی سے ہاتھ ہیں جو اِن کے قوت سے
کلیدِ فتح و نصرت اِن کی انگشتِ شہادت ہے

دکھانے کو یہ جب تلوار کے ہاتھ آگے بڑھتے ہیں
تو دشمن بھی قصیدے منقبت کے اِن کی پڑھتے ہیں

انہیں کے ہاتھ ہوگا کارِ محشر یہ مسلم ہے
ہمارے ہاتھ میں دامن ہی اِن کا ہمکو کیا غم ہی

اُٹھیں گے قبر سے جس وقت اِن کے ساتھ جائیں گے
خدا چاہی تو ہم محشر میں ہاتوں ہاتھ جائیں گے

ہیں یہ گنہگار پر سخت اِسپہ قرآں کی گواہی ہے
تو کیا غم اِن کو اِن کے پاس دستاویز شاہی ہے

نبی کے ہاتھ پر یہ بِک چکے ہیں شان والے ہیں
ہی لازم اِسپہ جنت اور یہ رضواں والے ہیں

دکھا دو گے زمانے بھر کو پھر جاہ و جلال اِنکا
بڑھاؤ تو ذرا اِنکی طرف دستِ سوال اپنا

معیں حضرت کی اُمت کے یہاں وہ ہیں وہاں وہ ہیں
ہیں القصہ جہاں بھی دستگیر یکساں وہ ہیں

اِدھر پھر اِس خصوصیت میں کون اِن سے مقدم ہے
ہیں ذی النورین یہ عزّ و شرف بھی اُنکا کیا کم ہے

گئے ملکے ہیں ہر اہلِ ادب سے پہلے وہ یہ ہیں
خریدارِ چاہِ بیرِ وقف سب سے پہلے وہ یہ ہیں

توکل پر گذر کرتے ہیں کہنے کو تونگر ہیں
غنی ہو کر فقیرِ درگہِ محبوبِ داور ہیں

وہ اک مقبولِ درگاہِ خداوندِ تعالٰی ہیں
خبر یہ ہی کہ جنت میں رفیقِ شاہِ والا ہیں

غرض جب منکروں نے حال اِس بیعت کا سن پایا
سر ہمت اُن کو اپنی پائمالی کا خیال آیا

کئی اشخاص پہونچے صلح کا پیغام لے لیکر
سُہیلؔ آخر میں آئے پیش سرکارِ جہاں پرور

شرائط صلح کی ٹھہریں پئے احوال آیندہ
یہ ٹھہرا اب پلٹ جائیں پھر آئیں سال آیندہ

لکھیں اس صلحنامہ میں بہت سی اور شرطیں بھی
یہاں تو صلح کرنا تھی ہوئیں منظورِ شاہِ دیں

مکمل ہوگیا یہ صلحنامہ تو وہ یوں بولے
ہمارے قیدیوں کو چھوڑ دیجے اب وہ ہیں جتنے

کہا سرکار نے ہیں صلح سے تو منہ نہ موڑوں گا
مگر جب تک نہ عثماں آئیں گے تم کو نہ چھوڑوں گا

وہ جب تک ساتھیوں کو اپنے لیکر آ نہیں سکتے
تم اپنے آپ کو بھی قید سمجھو جا نہیں سکتے

یہ سُنکر آدمی بھیجا اُنھوں نے اپنا مکے کو
کہا اُس سے ابھی جا کر ابوسفیان سے کہدو

کہ عثماں اور اُن کے ساتھیوں کو جلد بھجوائیں
پہنچ جائیں مسلمانوں میں جب وہ سب تو ہم آئیں

گرفتاری ہماری ہوگئی ہی جا نہیں سکتے
نہ جب تک وہ یہاں آجائیں گے ہم آ نہیں سکتے

یہ قاصد جب وہاں پہنچا تو غازی ہو کے شاد آئے
تو پھر مکے میں یہ سب کافرانِ نامراد آئے

ہوئے اِس صلح سے اصحاب حضرت کچھ ملول افسردہ
عمر اِن صاحبوں میں تھے زیادہ سب سے آزردہ

کہا اِس صلح میں تو سخت ذلت انتہائی ہے
کہا سرکار نے میں کیا کروں حکمِ خدا یہ ہے

نہیں ذلّت ابھی معلوم ہوتی ہے یہ ظاہر میں
مگر اے ابنِ خطّاب اسمیں عزّت ہوگی آخر میں

نہیں یہ صلح تمہیدِ بہارِ فتحِ مکّہ ہے
نہیں یہ صلح نامہ اک کلیدِ فتحِ مکّہ ہے

یہ سُن کر وہ گئے پھر خدمتِ صدیقِ اکبر میں
کہا جو کچھ کہا تھا در گہہ محبوبِ داور میں

کیا جب اُن کو آگہہ صلح کی دستور آئیں سے
وہی پایا جواب اُس یارِ غارِ قبلۂ دیں سے

جواب اُنکو نہ کیوں ملتا وہی اُن کی شکایت کا
دلِ صدیق تو آئینہ تھا مہرِ نبوت کا

خبر تھی اُن کو سب وہ خاص محرمِ رازِ پیمبر تھے
وزیرِ اعظمِ محبوبِ حق صدیقِ اکبر تھے

زیادہ سب سے تھے ممتاز اسلامی سفینے میں
نچوڑی جاتی تھی وحیِ الٰہی اُنکے سینے میں

نہیں ممکن تھا اُن سے وہ خلاف اُسکے ذرا کہتے
کہا تھا جو نبی نے وہ نہ کہتے پھر تو کیا کہتے

ہوئی تسکین جس سے اُن کی وہ تقریر فرمائی
بیانِ قبلۂ کونین کی تفسیر فرمائی

وہ راضی ہوگئے سُن کر جوابِ باصواب اُن کا
طمانیت ہوئی جاتا رہا سب پیچ و تاب اُن کا

منقبت حضرت عمر فاروق رضؓ

تھے فاروق ایسے سچے ایسے پکے دین کی دُھن میں
کہ کم تھے اوروں میں وہ صاف ایسے جیسے تھے وہ اُن میں

بڑی پابند حکم رب تھے نام آور تھے نامی تھے — وہ بعد حضرت صدیق امت میں گرامی تھے

محبت میں خدا و مصطفےٰ کی تھی وہ اک کامل — ہوئی وحی الٰہی بھی تو اُن کی رائے پر نازل

دل و جاں سے نبی کے حکم کی تعمیل کرتے تھے — وہ ڈرتے تھے خدا سے اس لئے سب اُن سے ڈرتے تھے

مشیر خاص تھے مقبول درگاہ پیمبر تھے — دعا اُن کی طلب میں کی گئی تھی ایسے برتر تھے

جری تھے متقی تھے ماہر دیں تھے مدبر تھے — رفیع الشان عامل تھے جلیل القدر آمر تھے

کہیں سبط نبی جب اُن کے بیٹے کو غلام اپنا — تو فرمائیں کہ محشر کا بنا لایا تو کام اپنا

یہ تسنیم کا جنت سے جام آئے گا محشر میں — یہ اُن سے جا کے لکھوا لا کہ کام آئیگا محشر میں

شہ والا کے شہزادوں کی خدمت ایسی ہوتی ہے — محبت اسکو کہتے ہیں محبت ایسی ہوتی ہے

وہ تھے محکوم حضرت تھا بھروسہ شاہ والا پر — جبھی تو حکم پاک اُن کا رواں تھا آب دریا پر

مطیع خاص حکم سید والا جو ہوتے ہیں — قیامت تک وہ اُن کے پہلوئے اقدس میں سوتے ہیں

تھے ای ادم بخود اُن کی سیاستہائے پیہم سے — زمانہ کانپتا تھا ہیبت فاروق اعظم سے

شہ والا نے جب ملحوظ رکھی حرمت کعبہ — ہوا اس بات کا ملک عرب میں چار سو شہرہ

مسلماں ہونیکو ہر سمت سے لوگ اسقدر آئے — نہ اتبک بعثت سرکار سے تھے جسقدر آئے

تواضع سے جو پیش آتا ہے اُس کی دھوم ہوتی ہے
یہ حکمت ظاہرا اس صلح میں معلوم ہوتی ہے

نہیں ہوتی مناسب ایک سی ہر وقت سرگرمی
ہو سختی کی جگہہ سختی تو نرمی کی جگہہ نرمی

جو کچھہ اسلام کی تھی شان وہ ساری دکھائی تھی
یہ موقع تھا رعایت کا رواداری دکھائی تھی

اِدھر صبر و تحمل اپنا لوگوں کو دکھانا تھا
سوئے اسلام اُدھر اہل عرب کو کھینچ لانا تھا

خدا کی مصلحت پر کام اپنے کرنے والے تھے
معاذ اللہ کہیں وہ کافروں سے ڈرنے والے تھے

تھے اتنے پُر رہ سو اُن سے ڈر کر کیا پلٹ جاتے
اکیلے بھی اگر ہوتے تو میداں سے نہ ہٹ جاتے

ہوئی تھی صلح میں اک شرط یہ بھی شاہ والا سے
مدینے میں اگر کوئی مسلماں ہو کے آ جائے

تو اُس کو سرورِ عالم مدینے میں نہ رہنے دیں
ہمارے پاس واپس بھیج دیں فی الفور مکّے میں

مگر اسلام سے پھر کر اگر کچھہ لوگ اِدھر آئیں
تو ہم اُن کو نہ واپس دیں وہ چاہیں جسقدر آئیں

حدیبیہ میں رہ کر بیس دن تک اس مہینے میں
چلے آئے تھے واپس سرورِ عالم مدینے میں

ہوئی واپس جلائی آتشِ غم اُن کے سینوں میں
وہ شرطِ واپسی لائی نیا رنگ اُن کمینوں میں

ذکر حضرت ابو بصیرؓ

تھے اُن میں بو بصیر اک شخص ایمان لے آئے
نکلکر کافروں میں سے سلامت جان لے آئے

مدینے میں انہیں پہنچے ہوئے کچھ دن ہی گذرے تھے
کہ واپس لینے کو دو شخص آئے کافروں میں سے

کہا سرکار نے اُن سے کہ اِن کی ساتھہ واپس ہو
وہ بولے کافروں میں بھیجتے ہیں آپ پھر مجھکو

ہوا ارشاد میں مجبور رہوں میرا یہ وعدہ ہے
ابا کیونکر کروں جب صلحنامہ میں یہ لکھا ہی

تمہارا اب نہ چارہ ہی صاحب بہتر اسی میں ہے
تم اِن کی ساتھ جاؤ تو فلاحِ کار اسی میں ہی

مجالِ دم زدن ہو سکتی تھی کیا حکم والا میں
روانہ ہو گئے ساتھہ اُن کے پہنچے ذی الحلیفہ میں

وہاں پہنچے تو کھولا جاکے سامانِ طعام اپنا
تواضع سی کیا اُن کافروں کو ہمکلام اپنا

کہا یوں ایک سے یہ آپ کی تلوار اچھی ہی
بہت اچھا ہی لوہا اِسکا اِسکی دھار اچھی ہی

وہ بولا ہاں بہت ہی تیز ہی اور کام والی ہی
کئے ہیں معرکے سر اِس سے میں نے نام والی ہی

یہ بولے میری خواہش ہی کہ دیکھوں ہاتھہ میں لیکر
چلوں پھر سوئے مکہ میں تمہارے ساتھہ میں لیکر

وہ احمق خوش ہوا تلوار اُن کی ہاتھہ میں دیدی
اُنھوں نے لی وہی تلوار سی فوراً خبر اُسکی

کیا قتل اُسکو تو وہ دوسرا مرد اُٹھہ بھاگا
نبی کے پاس آ انکو مدینے کو پھرا اُلٹا

اُسے آتے ہوئے دیکھا جو سرکارِ دو عالم نے
کہا واپس کیا ہی اسکو رنج و دہشت و غم نے

پھر آئے وہ بہادر اور باعیش و خوشی آئے ‏ لئے تلوار اُس مردود کی پیش نبی آئے

نبی نے اُن سے کچھ اِس قسم کے الفاظ فرمائے ‏ یہ مطلب جن کا تھا تم کیوں ہمارے سامنے آئے

یہ سُن کر وہ ہوئے مسجد سے باہر اور چل نکلے ‏ وہ کافر رہ گیا بیٹھا وہیں وہ برمحل نکلے

مقرر کی جگہ رہنے کی اپنی راہِ مکہ میں ‏ طریق کاروانِ قوم کفر آگاہ مکہ میں

قریشی قافلہ جو اِس طرف ہو کر گذرتا تھا ‏ یہ اُسکو لوٹ لیتے تھے وہ اِن سے خوف کرتا تھا

جو ہو جاتا تھا مکے میں مسلماں اِن میں آتا تھا ‏ گروہ اِن اہلِ دیں کا رات دن بڑھتا ہی جاتا تھا

ہوئے جب تین سو یہ پھر تو ان کی خوب بن آئی ‏ کہ کر دی بند اُن کفار پر وہ راہ صحرائی

ہوئے جب تنگ مشرک تو سوئے شاہ حجاز آئے ‏ کہا یا مصطفٰے اِس شرط سے ہم اپنی باز آئے

بڑا نقصان ہوتا ہے ہمارا اس قرینے میں ‏ خدا کے واسطے اُن کو بلا بھیجو مدینے میں

ہمارے جس قدر ارماں ہیں دل کی دل میں رہتے ہیں ‏ تجارت ہو گئی ہے بند ہم مشکل میں رہتے ہیں

سنا یہ مومنین نے فوراً خط اُن کے نام لکھوایا ‏ کہ تم سب واپس آ جاؤ نہیں ہے اب کوئی جھگڑا

چلے آؤ خداوند دو عالم نے مدد کر دی ‏ قریشیوں نے تمہاری واپسی کی شرط رد کر دی

یہ مکتوب گرامی لے کے جب قاصد اِدھر آیا ‏ تو اُس نے ابو بصیر خوش سیر کو نزع میں پایا

پڑھا اوّل سے آخر تک وہ خط باقی نہ کچھ چھوڑا — لگایا آنکھوں سے سینے پہ رکھا اور دم توڑا
نہ ٹھہرے کچھ بھی پھر یاں وہ لوگ اس حکمِ شہِ دیں سے — چلے آئے جو فارغ ہو گئے تجہیز و تکفین سے
شہِ کون و مکاں کے زیرِ فرماں ایسے ہوتے ہیں — مسلماں ان کو کہتے ہیں مسلماں ایسے ہوتے ہیں
غرض ہوتی تھی کچھ اِن کی نہ کوئی مدعا اِن کا — وہ تھا آیت حدیث اِن سے جو کہہ دے پیشوا اِن کا
یہ تھی اسلام کی شان اور یہ فرمان شاہی تھے — اُسامہ سرورِ جیش اور عمر اُن کے سپاہی تھے
اُسامہ سے جواں بست سالہ میرِ لشکر ہوں — جلو میں ساتھ اُن کے حضرتِ صدیق اکبر ہوں
کہیں جب وہ کہ ہے دھوپ اور ہوا گرم آتی ہے — میں گھوڑے پر رہوں اور ہیں آپ پیدل شرم آتی ہے
تو یوں کہہ دیں وہ لیں اس پا جو سب سے بہتر ہے — کہ وجہ مغفرت میرے لیے یہ گردِ لشکر ہے
حدیبیہ سے جب واپس ہوئے اور پہلی منزل کی — خدا نے سورۂ اِنّا فتحنا اُن پہ نازل کی
اُٹھے جب صبح کو سرکار تو مسرور و شاداں تھے — رُخِ روشن سے آثارِ طمانیت نمایاں تھے
صحابہ کو سنائی پڑھ کے وہ سورت مسرت سے — تو بے حد خوش ہوئے وہ سب بھی اِن آیاتِ رحمت سے
صفائی ہو گئی تھی قلب سے غم کی کدورت کی — نہ کیوں خوش ہوتے خوشخبری ملی تھی فتح و نصرت کی
غرض واپس مدینے میں شہنشاہِ جہاں آئے — اور اک غزوہ فتحِ عظیمہ ساتھ میں لائے

جب اِس سورت کی صورت میں ہے انعام داور کا
تو اِس مژدے کو سمجھے آپ مژدہ فتح خیبر کا

فتح خیبر

حدیبیہ سے جب واپس ہوئے سرکارِ والاشان
تو خیبر پر چڑھائی کرنے کا فرما دیا اعلان

اگرچہ سرورِ عالم کی پہلے سے یہ عادت تھی
چھپایا کرتے تھے کفّار سے خبریں لڑائی کی

مگر اِس مرتبہ اک عام شہرت برملا کر دی
برائے فتح خیبر جائیں گے ہم یہ ندا کر دی

مدینے میں نہ رہ جائے کوئی مردانِ غازی میں
کہا اصحاب سے مصروف ہوں سب کارسازی میں

جب اِس کے بعد آخر ہفتہ ماہِ صیام آیا
تو چل دینے کو حکم حضرت خیر الانام آیا

لکھا ہے اک ہزار اور چار سو یہ سب مجاہد تھے
بہت تھے اونٹ لیکن اسپ دو سو سے نہ زائد تھے

منافق کافروں میں ایک تھا ابنِ سُلول ایسا
بہت ہی جو عداوت اہلِ دیں سے دل میں رکھتا تھا

یہودِ خیبری تھے اُس کے ہم قوم اور ہم مشرب
منافق نے لکھا اُن کو کہ فکر اپنی کرو تم سب

وہ اپنے زعم میں نقصان تمہیں پہنچانے والا ہے
مسلمانوں کا لشکر تم پہ چڑھ کر آنے والا ہے

یہ آئیں تو مقابل آ کے اس لشکر کے ہو جانا
کہیں تم صلح پر راضی نہ اُن سے ڈر کے ہو جانا

چلے القصہ کروفر سے یہ اسلام کے غازی
دکھانے کے لیے اُن کافروں کو اپنی جانبازی

وہاں ان کافروں نے کر لیا یہ انتظام اپنا
کہ ساماں ایک ہی قلعے میں لے آئے تمام اپنا

بہم تھے متصل اور اس جگہ چھ سات قلعے تھے
وہ سب مشہور تھے اور مختلف نام ان کے رکھے تھے

بہت مضبوط اور سب سے بڑا تھا قلعہ خیبر
یہیں سے لڑنے کی ٹھہری یہیں گھر آئے سب خود سر

دکھاتا شاں اپنی سوئے کفارِ لعیں پہنچا
ادھر یہ لشکرِ اسلام بھی آخر وہیں پہنچا

بکثرت لوگ تھے اصحابِ پاکِ شاہِ دیں میں سے
تھیں زینب آپ کے ساتھ امہات المومنین میں سے

چلیں تھیں عورتیں بھی اور بھی خدمت کو لشکر کی
جو ہوں گی غالباً ازواج انہیں اصحاب برتر کی

کفار پر غلبۂ خواب

خبر جب سے سنی تھی کافروں نے ان کے آنے کی
اڑی تھی نیند ان مردودوں کی اک گھبرانے کی

وہ شب بھر کہتے تھے وہ فوج آئی اور اب آئی
یہاں تک آ کے فوجِ شہِ والا کی شب آئی

کہیں اُن موذیوں کی خفتہ بختی جانے والی تھی
جو راتوں جاگتے تھے آج انہیں نیند آنے والی تھی

جو پہرے پر تھے وہ قسمت کو اپنی روئے جاتے تھے
کھلیں تھیں اُن کی آنکھیں پاؤں لیکن سوئے جاتے تھے

سحر ہوتے ہی محبوسِ بلا وہ ہونیوالے تھے
مگر سوتے تھے ظالم کس بلا کے سونیوالے تھے

ہوئی تھی خندہ زن غفلت بھی اُنکی بد اصولی پر
یہ دیکھا آج سُنتے تھے کہ نیند آتی ہے سولی پر

اندھیری رات میں کیا آنکھ کھُلتی روسیاہوں کی
دکھایا تھیں اُجالے میں اُنھیں قہر دیں گناہوں کی

سحر ہونے سے پہلے وہ لعین ہشیار کیا ہوتے
اُنھیں تھی موت کی نیند آنکھ سے بیدار کیا ہوتے

نہ کیوں چل دیتے گھر والے بھی اُنکو چھوڑ کر سوتا
مروں کو شام کے تا صبح کوئی کس طرح روتا

سحر کو قتل ہوں گے پیش ایسی صورت آئی تھی
مگر ان موذیوں کی شام ہی سے شامت آئی تھی

کئی راتوں جو وہ بدبختیوں پر اپنی روئے تھے
اُٹھیں گے حشر کو اب غالباً یہ کہہ کے سوئے تھے

رہے سوتے نہ جب تک دھوپ کا اُنپر عذاب آیا
کھُلیں آنکھیں جو سر پر گرم ہوکر آفتاب آیا

تھا قلعہ اک نطاہ اُن قلعوں میں اول سب سے پہلا تھا
وہاں اِن خیبری کفّار کا تھوڑا سا جرگہ تھا

ارادہ یہ کیا تھا بڑھ کے فوجِ اہلِ دیں روکیں
یہیں سے جنگ میں مصروف ہوجائیں یہیں روکیں

غرض جب صبح کو وہ دھوپ میں جلتے ہوئے اُٹھے
کفِ افسوس اپنے حال پر ملتے ہوئے اُٹھے

تھے اک محمود ابنِ مسلمہ اصحاب حضرت میں
اُنھیں تکلیف پہنچی لو میں اور گرمی کی شدت میں

وہ سوئے قلعے کی دیوار کے نیچے نہاں ہوکر
بخار اور اپنے بارِ اسلحہ سے سرگراں ہوکر

کنانہ نے جو اُنکو قلعے کی دیوار سے دیکھا | تو پھینکا اُس پہ پتھر جس سے سر زخمی ہوا اُن کا
شہادت پائی اس صدمے سے محمودِ دلاور نے | کئے پھر اُس پہ حملے روز یارانِ پیمبر نے
پھر اُن کی گوشمالی کی گئی اچھی طرح جا کر | شکستِ فاش دی روزِ چہارم قلعے میں آ کر
نبی کے خیمے کے پہرے میں جو تقسیم باہم تھی | لکھا ہے ایک شب یہ خدمتِ فاروق اعظم تھی
یہودی ایک اس شب میں یہاں چھپتا ہوا آیا | اُنھوں نے دیکھکر فوراً گرفتار اُسکو کروایا
دیا پھر حکم اُس کی قتل کا ایک اور صاحب کو | وہ بولا میں نبی کے پاس جاؤنگا ذرا ٹھہرو
ضروری مجھکو اُن کے سامنے ہو کر گذرنا ہے | کچھ اُن کی خدمتِ اقدس میں جا کر عرض کرنا ہے
مدد فرمائیے اُسکے التماسِ عذر خواہی میں | اُسے بھجوا دیا فاروق نے دربار شاہی میں
حضورِ سرورِ عالم وہ جب آیا تو یوں بولا | ہو پہلے میری جاں بخشی اماں دیجائے ای آقا
تو پھر جو واقعہ ہے وہ بیاں کرنیکو آیا ہوں | مسلماں ہونے آیا ہوں نہ میں مرنیکو آیا ہوں
مری اہل و عیال اس قلعے میں ہیں وہ بھی ماموں ہوں | نہ وہ منجملۂ آوارگانِ دشت و ہاموں ہوں
کہا سرکار نے اب غم نہ کر سب کو اماں بخشی | تری اور تیری گھر والوں کی کر دی ہمنے جاں بخشی
کہا اُس نے یہودی جس قدر ہیں سخت حیراں ہیں | خصوصاً آپکی جنگ و جدل سی زار و نالاں ہیں

ارادہ کرتے ہیں چھوڑیں یہ موضع آپ کے حق میں — یہاں سے آج ہی شب میں وہ جائیں قلعہ شق میں
کیا ہے جمع اپنا مال و زر اک گھر میں لا لا کر — میں آیا ہوں حضورِ شاہ دیں میں یہ خبر پا کر
وہ موقع صبح کو میں شاہ والا کو بتا دوں گا — وہ سارا مال ہاتھ آجائیگا پورا پتہ دونگا
غرض اُس قلعے پر جب صبح کو جا کر کیا قبضہ — نشاں اُس شخص نے آ کر دیا وہ مال ہاتھ آیا
ادا کرتا ہوا شکرِ خدائے ذوالجلال آیا — مسلماں ہونے کو پھر وہ مع اہل و عیال آیا
حبش کا رہنے والا اک غلام ان کا غرض یہیں تھا — چرایا کرتا تھا جو بکریاں مالک کی روزانہ
لڑائی کا یہ ساماں دیکھکر مالک کے پاس آیا — پریشانی میں اُسکو دیکھکر ہوکر اُداس آیا
کہا اُس سے کہ کیوں چاروں طرف شور تباہی ہے — چڑھائی کس نے کی ہے کس سے یہ لڑنیکا ساماں ہے
وہ بولا نام محبوبِ خدائے دوجہاں لیکر — وہ چڑھ آئے ہیں ہمپر اپنی فوج بیکراں لیکر
یہ سن کر اُس سے اپنی بکریاں لیکر چلا آیا — رہا جو وا اور معمولاً اُنھیں جنگل میں ٹھرایا
قریبِ شام آکر شاہ دیں کے پاس یوں بولا — کرائی جاتی ہے کفّار سے کس بات پر تو یہ
کہا سرکار نے یہ کہلوانے بیچ منفیر رہوں — خدا ہے ایک وہ لا شریک اور میں پیمبر ہوں
کہا اُس نے اگر یہ کہہ دیا جائے تو کیا ہوگا — کہا شہ نے وہ جنت پائیگا اُس کا بھلا ہوگا

کہا اُس نے مسلماں کیجیے مجھکو میں ہوں راضی — خدا قایم رکھے اسپر یہ صورت ہی بہت اچھی
مگر یہ بکریاں لوگوں کی جو ہیں لیکے آیا ہوں — اب اُن کے پاس واپس دینی انکو کس طرح جاوٗں
کہا سرکار نے ان بکریوں سے جاکے یوں کہدو — ہو تم جس جس کی مِلک اُسکی یہاں سیدھی چلی جاوٗ
دیا اک ٹھیکرا اسکو کہ یہ اُن کی طرف پھینکو — چلی جائینگی وہ سب مالکوں میں جانے دو انکو
کیا جب یہ عمل جاکر تو ساری بکریاں اُٹھکر — روانہ ہو گئیں اور جا پہنچیں سیدھی اپنے اپنے گھر
لڑائی میں انہوں نے جاکے پھر فوراً ہی شرکت کی — ذرا ہی دیر میں دولت ملی اُن کو شہادت کی
کہا جب دیکھنے پہنچے تھے گردوں سر پر اُنکو — ملا ہی کیا قلیل اعمال کا اجر کثیر اُنکو
نماز و روزہ ہی کوئی نہ کوئی زہد و طاعت ہے — مگر جنت ملی جاگیر میں کیا اُس کی رحمت ہے
ابھی اپنے نہ تھے یہ تھا شمار اِن کا پرائے ہیں — ابھی لیٹے ہوئے ہیں حور کی دامن کی سائے ہیں
نکالے خار غم دامن دُرِ مقصود سے بھر دے — وہ جسکو چاہے اُسکو دم کے دم میں کچھ سے کچھ کر دے
ہنسا دیتا ہی اُسکو دم میں جو پر سو نکا روتا ہی — نہیں کچھ دیر لگتی جب خدا کا فضل ہوتا ہی
ابھی کیا تھا ابھی کیا اُنکو لطفِ زیست حاصل ہے — ابھی گھر تھا جہنم میں ابھی جنت میں منزل ہے
جو ہوں نا آشنائے دین جمع ہوں بیشتر و کمتر اے — وہ ہوتے ہیں خدا والے جو محبوب خدا چاہے

ہی کیا جاری یہ صدقہ رحمتِ ختمِ رسالت کا | گنہ سب محو کر دیتا ہی اک کلمہ شہادت کا
وہ زندہ رہ گئے جو جان قرباں کر گئے اُنپر | مزے جینے کے تو وہ لیگئے جو مر گئے اُنپر
وہاں تھا ایک قلعہ قلعۂ صعب اسکو کہتے تھے | جو سب میں تھی یہودی مالدار اسمیں وہ رہتے تھے
لکھا ہی یہ بھی سامانِ خور و نوش اسمیں بیحد تھا | یہ ساماں بھی ملے یہ بھی مسلمانونکا مقصد تھا
پریشاں ہو گئے تھے لشکری روزی سی علاقہ تھا | سبب یہ ہی کئی دن سی ان اہلِ دیں میں فاقہ تھا
یہ حالت دیکھکر شاہِ دوعالم نے دعا مانگی | خدا سی اُن کے حق میں دولت لطف و عطا مانگی
کہا یارب بدل دی یُسر سی عُسر ان غریبوں کا | ہو حصہ مال و زر اِس قلعے سی ان کے نصیبوں کا
مبدل ان کی محنت راحت و آرام سی کر دے | خوش ان کو آج اپنے لطف سی اکرام سے کر دے
دعا انکو یہ پہنچی کسکی دعا سرکار والا کی | اُسی دم ہو گئی رحمت خداوند تعالا کی
بڑھے یکبارگی خبّاب ابن منذر اُس جانب | کیا اِس زور کا حملہ کہ اُن پر آ گئے غالب
تعجب کیا جو فتح و نصرت اِن کے ہاتھ آئی تھی | دعائے سرور و سردار عالم ساتھ آئی تھی
لباس و مال و سامانِ غذا حسب الطلب پایا | جو کچھ مانگا تھا محبوب الٰہی نے وہ سب پایا
کیا قتل اُن کو ساماں کر دیئے سارے خراب اُنکے | لنڈھا آئے زمیں پر جا کے خمہای شراب اُنکے

اُتارا اُنؑ نے کفر و نفاق اُن کے دماغوں سے
کیا خارج مکانوں سے کیا بے دخل باغوں سے

یہاں سے ہو کے فارغ پھر سوئے حصنِ قموص آئے
بڑا تھا قلعہ یہ اور اسمیں دشمن بھی بہت پائے

یہی وہ قلعہ تھا جسمیں تھا گھر مرحبِ اکفر کا
یہیں تھا فیصلہ ہونیکو جنگِ ملکِ خیبر کا

تعیناتی ہوئی پہلے عمرؓ کی اس لڑائی پر
لڑے دن بھر مگر قابو نہ پایا در کشائی پر

تو بھیجا دوسرے دن آپ نے صدیقِ اکبر کو
لڑے یہ بھی بہت لیکن نہ توڑا قلعے کے در کو

تو پھر فاروقِ اعظم تیسرے دن آپ نے بھیجے
مگر اس روز بھی بے فتح یہ واپس چلے آئے

تو فرمایا شہِ دیں نے کل ایسا شخص جائیگا
خدا چاہے تو کر کر فتح اس قلعے کو آئے گا

ابھی یہ فتح کیونکر ہوتی وقت اس کا مقرر تھا
یہ حصّہ خاص تھا اور حصّہ تقدیر حیدر تھا

نہ تھا جب حکم تو کس طرح حاصل مدعا کرتے
یہاں صدیق کا کیا زور تھا فاروق کیا کرتے

اطاعت فرض تھی محبوب رب کی اُنکی یاروں پر
مگر سب کام تو چلتا تھا حضرت کے اشاروں پر

قسم اللہ کی واپس نہ ہرگز بے ظفر آتے
یہی حکم اُن کو بھی ہوتا تو وہ بھی فتح کر آتے

مگر صورت وہاں تو اور تھی کچھ اور قصہ تھا
نہ آتا کیونکر ان کے ہاتھ جو مولا کا حصّہ تھا

اُنھیں آشوبِ چشم اس درجہ تھا اور ایسے مضطر تھے
کہ ساتھ آئے نہ تھے اس لشکرِ عالی کے اور گھر تھے

روانہ جب یہ لشکر ہو گیا تو یہ خیال آیا ۔ ہیں کیوں تنہا یہاں باقی رہا اِس پر ملال آیا
اسی حالت میں خدمت جیسی ہو سکتی رہیں کرتا ۔ مگر انکار اُنکے ساتھ جانے سے نہیں کرتا
یہ کہیئے یا سمجھیئے یہ کہ جب اُس روز رات آئی ۔ اُدہر مونہہ سے وہ نکلا اور اِدہر دلمیں یہ بات آئی
یہ کہکر چل دیئے ہوتے ہوئے ناشاد وہیں پہنچے ۔ جہاں تھا لشکرِ اسلام وقتِ شب وہیں پہنچے
سحر ہوتے ہی ہوکر ہر کوئی اُمیدوار آیا ۔ علم لینے کی خاطر پیش شاہِ نامدار آیا
نہ فرمایا کسی سے کچھہ مگر ختم رسالت نے ۔ بلایا حضرتِ مولا علی کو خود بدولت نے
کہا لوگوں نے ہیں موجود لیکن آ نہیں سکتے ۔ وَرَم ہے اُن کی آنکھوں پر اُنہیں ہم لا نہیں سکتے
وہ ہیں مجبور اتنے اسقدر تکلیف ہے اُن کو ۔ نظر آتی نہیں ہے پیش پا اُفتادہ شئے اُن کو
ہوا اصحاب سے ارشادِ آنحضرت ابھی جاؤ ۔ ہو ممکن جس طرح اُن کو ہمارے پاس لے آؤ
یہ سُن کر حضرتِ سلمہ وہیں دوڑے ہوئے آئے ۔ پکڑ کر ہاتھہ مولا کا اُنھیں پیشِ نبی لائے
وہ آئے تو سر اُنکا رکھ کے زانوئے مطہر پر ۔ لعابِ پاک اپنا مل دیا چشمانِ حیدر پر
اُٹھا کر ہاتھہ پھر حقِ علی میں یہ دعا کردی ۔ نہ پہنچائے کبھی تکلیف اِن کو گرمی و سردی
نجات اُن کو ہوئی حاصل وہیں آنکھوں کی آزار سے ۔ کبھی دُکھنے نہ آئیں عمر بھر پھر فضل مولا سے

لکھا ہے اس دعائے شاہِ دیں کا یہ اثر دیکھا
کہ جاڑے میں نہ کپڑا گرم اُن کے جسم پر دیکھا

روئی کے کپڑے جب وہ فصلِ گرما میں پہنتے تھے
تو ہوتی تھی نہ کچھ تکلیف اس موسم میں گرمی کے

کہا پھر اُن سے نیکر میر لشکر آج تم جاؤ
ان اعدائے خدا کے کرنیکو تاراج تم جاؤ

زرہ اپنی انہیں پھر شاہ دیں نے آپ پہنائی
کمر پر ذوالفقارِ آبدار اٹھوا کے لٹکائی

کہا بس اب خدا کا نام لو اور اُسطرف جاؤ
لڑو اور دشمنوں سے سارا میداں صاف کر آؤ

وہ بولے میں قتال اُن سے کروں یا شاہِ دیں کب تک
کہا سرکار والا نے پڑھیں کلمہ نہ وہ جب تک

جنگ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

غرض شیرِ خدا رخصت ہوئے میداں میں آئے
خدا والوں کو لیکر خیل بے ایماں میں آئے

یہ پہنچے جب تو اک کافر تھا برجِ قلعہ پر بیٹھا
کہا اس نے تمہارا نام کیا ہے رہتے ہو کس جا

کہا ہوں خادمِ النبی امام اسلامی سفینے میں
علی ابنِ ابی طالب ہوں رہتا ہوں مدینے میں

کہا اُس نے یہ جا کر کافروں سے کچھ خبر بھی ہے
علی آئے ہیں لڑنیکو تو کچھ کچھ ادھر بھی ہے

بڑے ہی جنگجو ہیں مردِ میدانِ تہور ہیں
انھیں میں جانتا ہوں نام آور ہیں بہادر ہیں

سوا اس کے کتابوں میں لکھا ہے مال و زر لیگا | علی جب چڑھ کے آئیگا تو قلعہ فتح کر لیگا
کہا یہ سن کے حارث نے تو بیہودہ ہی واہی ہے | ابھی سے اسقدر کمزور ہی کیسا سپاہی ہے
بہادر ہی تو ہیں اُسکی خبر لینے کو جاتا ہوں | یہیں سے دیکھنا رہ اُسکا سر لینے کو جاتا ہوں
یہیں کہتا ہوا مردود اپنے زعم باطل میں | چلا اور آکے ٹھہرا اہل ایماں کے مقابل میں
یہ مانا وہ شقی شہزور بھی تھا پہلتن بھی تھا | یہ مانا وزن نیزے کی سناں کا تین من بھی تھا
یہ سچ ہے وہ قوی تھا نامور تھا دیو پیکر تھا | مگر شیر خدا کے سامنے پشّے سے کمتر تھا
کیا آتے ہی چند اسلامیوں پر ہاتھ صاف اُس نے | دکھائے جوہر اپنی تیغ کے وقت مصاف اُس نے
کہا اُس نے یہ وہ حارث ہے جو مرحب کا بھائی ہے | بلا لاؤ علی کو یہ دم تیغ آزمائی ہے
ہوئے ہیں دوست اُن کے قتل تو گھبرا کے جا بیٹھے ہیں | کہاں وہ مجھ سے ڈر کر مونہہ چھپا کر جا کے بیٹھے ہیں
نہ دکھلاؤں کسی کو اپنا مونہہ چھوڑوں اگر اُن کو | مناسب کاٹ کر دینا ہی خود آج اپنا سر اُن کو
یہ سنا تھا کہ شیر حق جگہ سے اپنی چل نکلے | چباتے ہونٹ اور ڈالے ہوئے تیوری پہ بل نکلے
نظر جب اُن پہ کی خاموش اور ساکت وہ واہی تھا | خدا کے شیر کا غصّہ تھا یا قہر الٰہی تھا
وہ یہ کیونکر سمجھتا بیخرد تھا اور ناداں تھا | انھیں غصّے میں لانا قتل کا خود اپنے ساماں تھا

کہا بڑھکر کمینوں سے ملاقاتیں نہیں کرتے   جنہیں ہو قتل کرنا اُن سے ہم باتیں نہیں کرتے
یہ کہکر اور جھپٹ کر ایسی تیغِ تیز دم چھوڑی   کہ گردن ظالمِ غدّار کی کر کر قلم چھوڑی
ہوا وہ داخلِ دوزخ تو مرحب یہ خبر سُن کر   بہت ہی کرّ و فر کے ساتھ آیا قلعے سے باہر
زرہیں دو پہنیں تو تھے دو خود بھی بالائے سر رکھے   اِدھر لٹکائے دو تیغیں اُدھر پیچھے سپر رکھے
اسے کیا کیجیے کام اُس کا قسمت نے بگاڑا تھا   کہ اب آیا ہی خود گڑنے ابھی بھائی کو گاڑا تھا
اُسے کیا سوجھتی لڑنے کی اِس کرّار و صفدر سے   کہ آنکھوں میں اندھیرا تھا غمِ مرگِ برادر سے
نہ تھی سر پیٹنے سے ہاتھ کو فرصت تو کیا لڑتا   ہوئی تھی قوّت بازو کی جب رخصت تو کیا لڑتا
مگر آیا تھا لڑنے تو رجز خوانی بھی کرنی تھی   اِدھر تھا عقل سے خالی تو نادانی بھی کرنی تھی
کہا میں خیبری مرحب ہوں مجھ سے لوگ ڈرتے ہیں   جو سن لیتے ہیں میرا نام تو کچھ کھا کے مرتے ہیں
قوی ایسا ہوں اور خنجر کی ایسی آبداری ہے   مرا ہلکا سا بھی اک ہاتھ گویا ضرب کاری ہے
میں ایسا زور والا ہوں یہ ہی قوّت مرے تن کی   کہ غصّے میں ٹہلتا ہوں تو ہلتی ہے زمیں رن کی
علی انساں ہیں معمولی سے اُن کی کیا حقیقت ہے   مری تو اِس تمامی فوج سے لڑنے میں ذلّت ہے
مگر یہ اشتعالِ طبع ہے قتلِ برادر سے   کہ کر دوں اِس زمیں کو صاف تم لوگوں کے لشکر سے

بہانہ کر کے اپنے میرِ لشکر سے نکل جاؤ — بچانا چاہو جاں اپنی تو تم آگے سے ٹل جاؤ

تمہارے سامنے لڑنیکو میں پاؤں جماؤں کیا — تمہارے سر اڑاؤں کیا میں تم پر ہاتھ اٹھاؤں کیا

بہادر ہوں جری ہوں پہلتن ہوں کوہ پیکر ہوں — یہ طرہ اُسپہ ہی اسوقت میں جامے سے باہر ہوں

ذرا اُن سے کہو جا کر کہ اب میدان میں آؤ — علی ہیں کون ہے اُن کو تو میرے سامنے لاؤ

یہ بکواس اُسکی سُن کے حضرتِ شیرِ خدا آئے — متانت سے بڑھے اور اُس سے یہ الفاظ فرمائے

ذرا مجھ سے سنبھلکر بات کرنا بات والا ہوں — مری ماں شیرنی تھی اور میں شیر اُسکا بیٹا ہوں

مزہ تجھکو میں تیری یاوہ گوئی کا چکھا دونگا — ابھی میں تیرے جسمِ نحس کے ٹکڑے اُڑا دونگا

یہ سُن کر اُسنے چھوڑی تیغ انھوں نے ڈھال پر روکی — پھنسی بھی انہیں گو وہ ڈھال اُس تلوار نے دو کی

لگا موقع سپر میں تیغ اُلجھکر رہ گئی اُس کی — تو فوراً حضرتِ مولا نے وہ ڈھال الٹ کر پھینکی

لگائی بڑھ کے ضربِ ذوالفقار اس زور سے کاری — گلے سے تا کمر کاٹ آئی دو ہو کر گرا ناری

فلک والوں کو حیرانی ہوئی اس ضربِ حیدر سے — زمیں ہلتی تھی شورِ نعرۂ اللہ اکبر سے

کیا پھر قلعے پر حملہ درِ خیبر اکھاڑ آئے — سپر کا کام لینے کے لئے لیکر کو اڑ آئے

امامِ مومنین پاک باقر کا بیاں یہ ہے — شکستِ بابِ خیبر کی نرالی داستاں یہ ہے

وہ دروازہ جو توڑا جا رہا تھا دستِ حیدر سے — تو جنبش تھی نمایاں قلعے دیوار و در سے
پتہ یہ قوتِ دستِ یدِ اللٰہی کا ملتا تھا — کہ وہ قلعے کا قلعہ مثلِ برگِ کاہ ہلتا تھا
تھیں ام المومنین یعنی صفیہ ایک چوکی پر — ہلی چوکی وہ ایسی آپ نیچے آ رہیں گر کر
پھر اُس پھاٹک سے وہ کارِ سپر لیتے رہے دن بھر — جو پھینکا شام کو تو فاصلے سے وہ گرا جا کر
خدا جانے سلیں تھیں پتھر کی یا وہ آہن تھا — کواڑ اتنا تھا بھاری وزن جسکا آٹھ سو من تھا
اُٹھانے کو جو اُس پھاٹک کو ستر اہلِ دیں آئے — سمجھکر یہ کہ پھر اسکی جگہہ پر رکھ دیا جائے
اُٹھاتے تھے تو مونہہ ایک ایک کا حیرت سے تکتا تھا — اُٹھانا کیا وہ ان ستر سے ہل بھی تو نہ سکتا تھا
یہ دیکھا تو علی کو اپنی قوت کا خیال آیا — وہیں نزدِ نبی فرمان ربِ ذوالجلال آیا
علی سے کہہ دو پھر تو جا کے وہ پھاٹک اُٹھا لائیں — کہا سرکار نے یہ حکم آیا ہے علی جائیں
گئے مولا علی اُس کو اُٹھا لانیکی کوشش کی — مگر اُس جا سے پھاٹک نے ذرا بھی تو نہ جنبش کی
پھر اسکے بعد یہ الفاظ وحی ربِ اکرم تھے — کنندہ بابِ خیبر کے علی ہرگز نہ تھے ہم تھے
وہ پھینکی توڑ کر اک دم میں جو چیز اتنی بھاری تھی — کہو اُن سے نہ تھی اُنکی یہ طاقت ہماری تھی
گئے پھر قلعے میں اور کافروں نے جب اماں مانگی — اماں دینے کو وہ حسبِ ہدایت ہو گئے راضی

وہاں سے پھر نبی کے پاس وہ شیرِ خدا آیا
نکلکر خیمے سے حضرت نے استقبال فرمایا

دیا بوسہ جبینِ پاک پر آغوش میں لیکر
تو روئے فرطِ شادی سے علی مرتضےٰ اسپر

کہا سرکار نے روتے ہو کیوں آخر سبب کیا ہے
کہو کچھ تو زباں سے باعثِ رنج و تعب کیا ہے

علی بولے یہ میرا گریہ آرام و راحت ہے
ہوئے سرکار راضی مجھ سے مجھکو یہ مسرت ہے

کہا بیشک بہت خوش آج جی میرا ہوا تم سے
نہ تنہا میرا جی اللہ بھی راضی ہوا تم سے

اماں پھر کافروں کو دیکر اُن کا مال و زر لیکر
چلے آئے مدینے کی طرف سلطانِ بحر و بر

قضائے عمرہ

قضائے عمرہ کا پھر وقت اسکے بعد ہی آیا
تہیہ کعبے جانے کا شہِ والا نے فرمایا

ہوا ارشاد کے چلنے کو باصد ادب آئیں
حدیبیہ میں جو تھے اُنمیں جو زندہ ہیں سب آئیں

سوا اُنکے جو کوئی اور چاہے وہ بھی حاضر ہو
وہ ہو منجملۂ انصار یا کوئی مہاجر ہو

منادی جب ہوئی یہ تو بہت سے جاں نثار آئے
خبر یہ سُن کے اصحابِ پیمبر دو ہزار آئے

روانہ سب ہوئے یہ پھر وہاں سے منزلیں کرتے
محبت میں نبی کی دم خدا کی یاد کا بھرتے

قریب مکہ جب پہنچے تو یہ کفار نے دیکھا — کہ آئے ہیں مسلح ہو کے اصحاب شہ والا
ڈرے وہ اور یہ سمجھے کرنے ہمکو جنگ آئے ہیں — یہ عمرے کو نہیں آئے ہیں بہر جنگ آئے ہیں
سنا جب یہ شہ کونین نے تو ان کو بلوایا — وہ آئے جب تو ان سے اس طرح ارشاد فرمایا
کیا ہے جو وعدہ وہ جھوٹا ہو نہیں سکتا — میں توڑوں عہد اپنا مجھ سے ایسا ہو نہیں سکتا
تمہیں خطرہ یہ گر ہے اسلحہ ہمراہ آنے سے — مگر اپنی حفاظت چاہئے ان کو لانے سے
ہوئے وہ مطمئن یہ بات سن کر اپنے گھر آئے — حریم کعبہ میں پھر قبلۂ جن و بشر آئے
طواف کعبہ سب نے باندھ کر احرام فرمایا — مناسک سب ادا فرمائے استیلام فرمایا
مہاجر دیکھے جب کفار نے تو طعن کی ان پر — کہ یہ آب و ہوا سے اس طرف کی ہو گئے لاغر
لیے امداد اپنے ساتھ والوں کا ہیں ہو نہ تکنے — یہ دوڑینگے تو کیا اچھی طرح چل بھی نہیں سکتے
خبر جس دم یہ پہنچی آپ کے سمع مبارک میں — تو فرمایا کہ دوڑ اپنی صحابہ انکو دکھلائیں
یہ سن کر دوڑے سب اصحاب حیراں رہ گئے کافر — سوا تم سے ہے قوت ہم میں ان پر کر دیا ظاہر
ٹھہرنے کے وہاں تھے تین دن اس صلح کی رو سے — یہ وعدہ لے لیا تھا کافروں نے شاہ خوش خو سے
وہ دن گذرے تو کفار بد آئین کا پیام آیا — کہ اب لیجائیے تشریف وقت اختتام آیا

کہا سرکار نے اُن سے اگر کچھ ہو اور مہلت
تو میں کھاؤں کھلانا چاہتا ہوں ایک دن سب کو

وہ نا ہنجار بولے تم زیارت کرنے آئے ہو
کہ کعبے میں ٹھہر کر سب کی دعوت کرنے آئے ہو

یہی پیغام اُن سب کے سوئے شاہ حجاز آئے
کہ ہوں رخصت بہانے سے آپ یہ ہم دعوت سے باز آئے

عبادہ کے پسر تھے سعد بھی بیٹھے ہوئے اُن میں
انھوں نے جب سنیں کفار سے سختی کی یہ باتیں

تو بولے ڈانٹ کر اُنکو کہ جاؤ ہم نہیں جاتے
چلے جائیں گے جب جی چاہیگا اسدم نہیں جاتے

ہمارے جی میں جو کچھ بات آتی ہے وہ کرتے ہیں
رعیت کیا ہیں تم لوگوں کی کیا ہم تم سے ڈرتے ہیں

خدا کو ایک کہتے ہیں مسلماں تم ہو یا ہم ہیں
خدا کا گھر ہے یہ اسکے نگہباں تم ہو یا ہم ہیں

خدا کی مرحمت دن رات ہم پر ہے کہ تم پر ہے
رسولِ مرسلیں کی ذات ہم پر ہے کہ تم پر ہے

سُنا یہ سعد سے تو مسکرائے شاہ انس و جن
کہا اُن سے نہ گھبراؤ بہت جلد آئیگا وہ دن

خدا کا نام نامی اور بالا ہونے والا ہے
اندھیرا جانے والا ہے اُجالا ہونے والا ہے

ہوئے خوش سعد سے اصحاب پیمبر یہ بیاں سُنکر
رواں ہونے کو پھر ہونے لگی تیاری لشکر

چلے حضرت تو دوڑیں کہہ کے یا عم دخترِ حمزہ
کہا مجھکو بھی لیتے چلیے ساتھ اپنے سوئے طیبہ

رضاعی بھائی بھی تھے آپکے حمزہ چچا بھی تھے
کہا عم اس سبب سے شاہ دیں کو اُن کی دختر نے

بٹھایا مرتضیٰ نے فاطمہ زہرا کے ہودج میں ۔ روانہ ہو گئے وہ پھر اوا ہولیں جو سب رہمیں

مدینے میں گئے تو صاحبان باوثوق آئے ۔ مسلماں ہونیکو چاروں طرف سے جوق جوق آئے

حضرت عمرو ابن عاص و خالد کا اسلام لانا

انھیں ایام میں سوئے نبی عمرو ابن عاص آئے ۔ ملے رستے میں خالد ساتھ وہ بھی ہو لئے اُن کے

وہ کہتے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے میرے جی میں یہ آیا ۔ وہ جائے امن ہے حبشے میں جا ٹھہروں تو ہے اچھا

ہوئے غالب اگر یہ اہل اسلام آکے مکے پر ۔ نہ آؤنگا یہاں پھر رہ پڑونگا میں وہیں جاکر

خلاف اسکے اگر ہوگا تو اطمینان حاصل ہے ۔ چلا آؤنگا واپس پھر نہ باقی کوئی مشکل ہے

کیا یہ مشورہ اوروں سے بھی لی رائے اُنکی بھی ۔ کہا سب نے یہ ہے معقول وہ سب ہو گئے راضی

چلے القصہ یہ سب اور نجاشی سے ملے جاکر ۔ برائے نذر ادیم طائفی تھا ساتھ اونٹوں پر

وہاں پہنچے تو کی اُنکی مدارات اہل حبشہ نے ۔ بہت کی مدح لیکر انکی سوغات اہل حبشہ نے

کہا ان سے کہ عمرو ابن اُمیہ کو بلا بھیجو ۔ مسلماں ہو گیا ہے وہ عداوت اُس سے ہے مجھکو

کرونگا قتل اُسکو اور میں اُسکی خبر لونگا ۔ تہِ شمشیر کر کر آج جی خوش اپنا کرلونگا

نجاشی یوں طپانچہ اپنے مونہہ پر مار کر بولا — یہ اے عمر آج تم نے مجھ سے کیا کہنے کو مونہہ کھولا
رسول اللہ کی قاصد کو تم سے قتل کرواؤں — نہیں معلوم ہے شاید یہ تمکو میں مسلماں ہوں
اگر یہ جان لیتے تم تو ایسا کہہ نہ سکتے تھے — مرے مہماں ہو ورنہ آج زندہ رہ نہ سکتے تھے
پریشاں حال اور کب تک ہو گے اسطرح خود سر — نہ کب تک لاؤ گے ایمان اک حق کی پیمبر پر
جہاں میں نور ہدایت کا اُجالا ہونیوالا ہے — خدا کی دہر میں انکا بول بالا ہونے والا ہے
جو اُن کے دشمن خود سر ہیں وہ چھوٹے ہیں یا ابتر ہیں — قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ وہ سچے پیمبر ہیں
ملیگی دولت کونین اُن کی راہ میں آکر — مری مانو تو اُن کے ہاتھ پر بیعت کرو جا کر
اثر دل پر ہوا اُن کے کچھ ایسا یہ بیاں سُن کر — چلے فوراً مدینے کو سوئے دربار پیغمبر
ملے رستے میں خالد اُن سے پوچھا کیا ارادہ ہے — وہ بولے خدمت حضرت میں جانیکا ارادہ ہے
حقیقت ہو گئی ہے مجھ پہ ظاہر دین اطہر کی — قدمبوسی کرونگا جا کے حاصل میں پیمبر کی
تمہارا کیا ارادہ ہے کہاں کو جانیوالے ہو — یہ بولے میں بھی جاتا ہوں وہیں ایمان لانیکو
چلے دونوں دیار سید ابرار میں آئے — بڑی سرکار میں پہنچے بڑے دربار میں آئے
وہاں پہنچے جہاں سے منزل رحمت میں جاتے ہیں — وہاں پہنچے جہاں سے گلشن جنت میں جاتے ہیں

وہاں پہنچے جہاں کونین کی موجود نعمت ہے ۔ وہاں پہنچے جہاں رحمت نہیں رحمن ہی رحمت ہے
وہاں پہنچے جہاں نادار کو ہر بار حالی نہیں آتا ۔ وہاں پہنچے جہاں جا کر کوئی خالی نہیں آتا
وہاں پہنچے جہاں کی حاضری وجہ سعادت ہے ۔ وہاں پہنچے جہاں کی خاک اکسیر ہدایت ہے
وہاں پہنچے جہاں وہ ذات ہی جو فخر آدم ہے ۔ وہاں پہنچے جہاں فرش زمیں سے آسماں کم ہے
وہاں پہنچے جہاں کا ذرّہ ذرّہ بھی مہر ہے ۔ وہاں پہنچے جہاں کا ہے والا عرش مسند ہے
غرض پہنچے شہ کونین کے دربار اطہر میں ۔ شرف پایا رسائی کا حضور بندہ پرور میں
ہوئے داخل مسلماں ہو کے یاران پیمبر میں ۔ لکھایا نام فرد جاں نثاران پیمبر میں
لقب دربار سرکاری سے پایا دین پناہ اپنا ۔ گھٹائی کفر کی رونق بڑھایا عز و جاہ اپنا

سریہ موتہ

سرایا جتنے ہیں سب میں بڑا موتہ کا سریہ تھا ۔ یہ تھا اک شہر ملک شام میں نام اسکا موتہ تھا
لکھا تھا نامہ نامی نبی نے اُس کے حاکم کو ۔ دیا تھا خط وہ حارث کو کہ اُسکے پاس پہنچا دو
چلے جب یہ تو رستے میں ملا شرجیل بد گوہر ۔ کہا تم کون ہو بولے کہ ہیں پیغمبر کا پیغمبر

یہ سُنتے ہی کیا قتل اُس لعین نے اِس دلاور کو — خبر جس وقت یہ پہنچی حبیب رب اکبر کو

بہت غصہ یہ سُنتے ہی شہ کونین کو آیا — نہیں کرتا ہے کوئی قتل قاصد کو یہ فرمایا

کہا اصحاب سے تیاری لشکر کرو فوراً — بہت تیزی سے پہنچو اور ابھی جاؤ سوئے دشمن

امیر لشکر دیں زید ابن حارثہ ہوں گے — شہادت اُن کی ہو تو پھر علم پاس آئے جعفر کے

اگر یہ بھی شہیدوں میں ہوں داخل اور مر جائیں — تو پھر میداں میں عبداللہ رواحہ کے لیکر جائیں

پئیں جام شہادت یہ بھی تو سب کو بلا لینا — ہوں جس پر متفق سب لوگ امیر اُسکو بنا لینا

غرض یہ سہ ہزار اصحاب با خیل و خدم نکلے — خود اُن کے ساتھ تھوڑی دور تک شاہِ اُمم نکلے

مَعان اک موضع ہے موتہ کے نزدیک اُسمیں جب آئے — بہت ہی دھوم سے آئے لیے عیش و طرب آئے

خبر شرجیل نے پائی مسلماں چڑھ کے آئے ہیں — بہت ساماں بہت سے لڑنے والے ساتھ لائے ہیں

تو اپنے ایک بھائی کو مع پنجاہ کس بھیجا — خبر لانے کو اُن کی یہ گروہ زود رس بھیجا

مسلمانوں نے حملہ کر کے اُن کو قتل کر ڈالا — جو باقی رہ گئے اُنمیں سے وہ بھاگے سوئے موتہ

یہ سُن کر استعانت کیلئے کی جہد و کد اُس نے — ہرقل رومی بدبخت سے مانگی مدد اُس نے

یہ عرضی اُسکی اِسکے پاس جب بہر طلب آئی — بہ تعداد کثیر اِس سمت اپنی فوج بھجوائی

دکھاتے اپنی طاقت اور بڑھاتے اپنی ساکھ آئے — مقابل سہ ہزار اصحاب کے وہ ایک لاکھ آئے

پریشانی مسلمانوں میں پھیلی اور گھبرائے — امیر فوج کے خیمے میں بہر مشورہ آئے

کہا انہیں کہ یا واپس ہو یا فوج اور منگواؤ — لکھو یہ حال حضرت کو اگر لڑنے کی ٹھہراؤ

اٹھے ابن رواحہ سن کے یہ تقریر طولانی — کہا بے وجہ اندیشہ ہی ناحق ہے پریشانی

ہی ڈرنا کیا ہزیمت ہی تو ہوگی اور کیا ہوگا — جو کم ہیں تو شہادت ہی تو ہوگی اور کیا ہوگا

اگر نصرت ہوئی تو پھر ثنا خواں سارا عالم ہی — ہمیں کس بات کا ڈر ہی ہمیں کس بات کا غم ہی

ذرا یہ بھی تو سوچو بدر میں ہم لوگ کتنے تھے — انہوں نے ہی تو آخر فتح پائی تھی وہ جتنے تھے

خدا چاہے تو پھر جو بلا آئے گی رد ہوگی — رکھو ہمت بلند اللہ تعالے کی مدد ہوگی

یہ مانا ہم نے مانگی اور امداد آپ نے کردی — مرے نزدیک تو لیکن اسے کہتے ہیں نامردی

مسلماں ہیں یہ ممکن ہی نہیں واپس ہوں ہٹ جائیں — چلیں لیکر خدا کا نام اور میداں میں ڈٹ جائیں

کیا اس رائے کو اکثر نے پسند ان اہل ایماں نے — صفیں کیں پھر درست اپنی جناب زید ذیشاں نے

بڑھے پھر جوش کیسا تھا اور موتہ کے قریب آئے — لگاتے نعرۂ تکبیر با حال عجیب آئے

تھے وہ بھی ان میں شامل یہ بیاں ہے بوہریرہ کا — مجھے حیرت ہوئی جب لشکر کفار کو دیکھا

تھی اتنی کثرت اُن کی اسقدر پاس اُنکے ساماں تھا
ہوئی جاتیں تھیں آنکھیں میری خیرہ سخت حیراں تھا

کہاں تاب توان سی بار ہیں موجود تم کب تھے
جو ہوتے دیکھتے کس ساز اور ساماں سے وہ سب تھے

مگر حاصل ہوئی تھی فتح ہمکو فضل باری سے
ذرا بھی تو نہ ڈرنا چاہئے اِس فوج ناری سے

لڑائی چھڑ گئی آخر شہادت زید نے پائی
تو پھر سرداری فوج خدا جعفر کی ہاتھ آئی

یہ لڑتے تھے کہ کٹ کر گر گیا اک ہاتھ بازو سے
تو پھر یہ دوسری دستِ مبارک میں علم لائے

کٹا وہ بھی تو دونوں بازوؤں سی وہ علم روکا
رہے ویسے ہی حملہ آور اور کفّار رکو ٹوکا

پڑی تلوار پھر ایسی کمر پر آپ کی آکے
گرا جس سے زمیں پر ہو کی جسم پاک دو ٹکڑے

اُدھر لڑتے تھے عبداللہ ان اعدا سے بڑھ بڑھ کے
مگر بھوکے تھے وہ تھا تیسرا دن اُنکو فاقے سے

تھکا ڈالا اُنھیں جب بھوک نے اور اس لڑائی نے
تو ٹکڑا گوشت کا اُنکو دیا اِک اُنکے بھائی نے

لیا ہی تھا وہ دانتوں میں کہ فوراً یہ خبر آئی
شہادت حضرتِ جعفر نے میداں میں ابھی پائی

وہ ٹکڑا منہ سے پھینکا گوشت کا اور اسطرف آئے
بہت غصّے میں آئے روتے دشمن کی صف آئے

مخاطب ہو کے اپنے نفس سی پھر یوں ہوئے گویا
خدا کی راہ میں چلنا ہی بس اب اُٹھ بہت سویا

محبت ہی جو بی بی کی تو دیتا ہوں طلاق اُسکو
یہ کہدی آج کا دن مجھہ سی ہی روز فراق اُسکو

علی مولا سے ہے اُلفت تو انھیں آزاد کرتا ہوں — فدا ہوتا ہوں حضرت پر خدا کو یاد کرتا ہوں
جو کچھ ہی مال و دولت وہ شہ والا کو دیتا ہوں — کوئی عمدہ سا گھر اُسکے عوض جنت میں لیتا ہوں
بس اب باقی رہا کیا جو مجھے تو آکے روکے گا — مراد امن پکڑ کر سوئے حق جانے سے ٹوکے گا
یہ دنیا کیا ہی اے نفس دنی اک خواب باطل ہی — وہ اسکے دام میں پھنستا نہیں جو مرد عاقل ہی
سب اپنی اپنی مطلب کے ہیں اپنا کون ہوتا ہے — نہ بی بی ہی نہ بھائی ہی نہ بیٹا ہی نہ پوتا ہے
متاع و مال دنیا کون لیکر ساتھ جاتا ہی — یہاں سے جو کوئی جاتا ہے خالی ہاتھ جاتا ہی
ہیں دونوں ایک سے وارد جو وقت موت اُنپر ہو — بھکاری ہو کوئی یا بادشاہِ ہفت کشور ہو
یہیں رہجائیں گے دنیا رو و رہم ایک ایک اپنے — وہاں تک ساتھ جائینگے تو صرف اعمال نیک اپنے
ادھر یہ کہہ کے دکھلانے چلے زورِ مصاف اپنا — اُدھر شمشیر جو ہر دار نے چھوڑا غلاف اپنا
دُلہن حجلے سے نکلی اور با ناز و ادا نکلی — فرشتوں کی زباں سی بھی صدائے مرحبا نکلی
چلی تھی جان لینے کیلئے شرما کے چلتی تھی — کٹے جاتے تھے دشمن دل میں جب اترا کے چلتی تھی
وہ تلوار اُن کی اک نورِ خدا کا صاعقہ بھی تھی — مگر اعدا کی جانوں کیلئے برقِ بلا بھی تھی
کبھی تھی پشت مرکب پر کبھی روئے سپر پر تھی — کبھی تھی سر پہ دشمن کے کبھی اُسکی کمر پر تھی

یہ کردیتی تھی وہ ہر دشمن غمناک کو چھوکر
نہا لیتی تھی فوراً خون میں ناپاک کو چھوکر

کئے دیتی تھی پست اُس فوج لعیں کے نامردوں کو
پری وہ بھوت بنکر لپٹی تھی اُن دیوزادوں کو

چلی ٹھہری رکی چمکی گئی آئی اُٹھی بیٹھی
پڑی جو منزل اُسکی راہ میں خوبی سے وہ طے کی

دبے جاتے تھے جس سے سب کبھی تو ایسی بھاری تھی
کبھی زخموں کے پھولوں کے لئے بادِ بہاری تھی

گلے دشمن سے مل لیتی تھی کردیتی تھی صاف اُسکو
مگر تھا روزِ عیدِ مومنیں روزِ مصاف اُس کو

کبھی یہ فخر تھا ہوں ساتھ یارانِ پیمبر کے
کبھی یہ ناز تھا قبضے میں ہوں مردِ دلاور کے

بہادر دشمنِ دیں ہوں غلط یہ سب قیافی ہیں
خط اُن پر ڈالی تھی جب تو کھلتا تھا لفافی ہیں

شہادت پائی آخر لڑتے لڑتے اُس معظم نے
علم ثابت نے فوراً لے لیا جو پاس تھا اُن کے

چلے آئے مسلمانوں میں اور اُن سے ہوئے گویا
کسے اب یہ دیا جائیگا کرلو فیصلہ اس کا

تو بولے سب تمہیں کو اِسکے قابل ہم سمجھتے ہیں
یہ بولے مجھ سے بہتر جب بہت ہوں سب سے کمتر ہیں

کیا پھر منتخب خالد کو سب نے متفق ہوکر
تو وہ کہنے لگے ثابت سے تم سے ہیں نہیں بہتر

کہا ثابت نے ہیں اچھی طرح یہ سوچ آیا ہوں
تمہیں دینے کی خاطر یہ علم ہمراہ لایا ہوں

غرض خالد نے لیکر وہ علم میدان کو رُخ پھیرا
اور اپنی فوج سے اُن دشمنانِ دیں کو جا گھیرا

لڑی اس سختی و شدت سے وہ اللہ کے پیارے — رہی محفوظ اُن سے اور صدہا وہ لعیں مارے

ہوئی جب شام تو لشکر مقابل سے ہٹے دونوں — تھے دونوں ہمت لڑنے والے مشکل سے ہٹے دونوں

تھیں جتنی قتل کرنے کی وہ تدبیریں چھپا بیٹھیں — کہ نو تلواریں اس دن حضرت خالد کی ٹوٹی تھیں

سپاہی جتنے تھے ہمراہ پیش و پس سب آئے تھے — تھا دستہ ہاتھ میں تلوار کا واپس جب آئے تھے

فن جنگ و جدل سے تھی جو واقف خالد عالی — سحر کو اُٹھ کے ترتیب اپنے لشکر کی بدل ڈالی

جواں جو دائیں جانب تھے انھیں بائیں طرف لائے — جو پہلے سب سے آگے رہتے تھے وہ کردیئے پیچھے

چلا اس طرح جب تیار رہ کر صبح کو لشکر — تو ہیبت ان مسلمانوں کی چھائی اُن لعینوں پر

جماعت اہل ایماں کی بڑھی ہو کر بہم آئی — وہ سمجھے یہ مدد کو ان کی فوج تازہ دم آئی

قدم پھر اُن کے میدان وغا میں گڑ نہیں سکتے — [illegible] رعب نے [illegible] جب بدل [illegible] تو پھر وہ لڑ نہیں سکتے

ٹھہرتے کیا کسی کے حکم پر وہ آکے کیا جھکتے — [illegible] اُن کے دلوں میں جب وحشت تو پھر رکتے سے کیا رکتے

وہ بھاگے جب تو خالد اُن کے پیچھے قلعے تک پہنچے — لئے لشکر کو اپنے بے خطر اور بے دھڑک پہنچے

کئے قلعے میں جاکر قتل کفار لعیں صدہا — عوض میں حضرت حارث کی جانیں اُنکی لیں صدہا

دکھایا ظالم و غدار خارج ایسے ہوتے ہیں — بتایا قتل قاصد کے نتائج ایسے ہوتے ہیں

ہوا خالی وہ قلعہ تو غنیمت بیشمار آئی
پھر اسکے لیے واپس فوج شاہِ نامدار آئی

یہاں میداں میں یہ کارہائے جنگ جاری تھے
وہاں مسجد میں اپنی حضرتِ محبوبِ باری تھے

وہ میداں سامنے تھا اُنکے حکمِ حق تعالا سے
حجاباتِ مکانی اُٹھ گئے تھے شاہ والا سے

کہا سرکار نے جامِ شہادت زید نے پایا
ہوا ارشاد پھر جعفر کا وقتِ آخری آیا

یہ بولے پھر گئے فردوس کو ابنِ رواحہ بھی
کیا رب احد نے خاتمہ بالخیر اُن کا بھی

یہ کہتے جاتے تھے شاہ زمن اور روتے جاتے تھے
غمِ اصحابِ عالی میں پریشاں ہوتے جاتے تھے

کہا پھر خالد عالی گہر نے اب علم پایا
لقب اُن کا شہِ والا نے سیف اللہ فرمایا

ہوا ارشاد یہ بھی فتح ہوگی اہل دیں کی اب
تباہی آئے گی مونہ کے کفار لعیں کی اب

جو کچھ ہوتا تھا میداں میں وہ سب فرماتے جاتے تھے
جو ہونے والا تھا وہ بھی زباں پر لاتے جاتے تھے

شہیدوں کی یہاں پھر تعزیت کو شاہ دیں پہنچے
ضروری تھا جہاں تشریف لیجانا وہیں پہنچے

فتح مکہ

لکھا ہی تھا ہوا صلح حدیبیہ کا جب قصہ
خزاعہ نے شرف پایا شہ دیں کی معیت کا

تھیں دو قومیں بنو بکر و خزاعہ جن کو کہتے تھے — بہت مدت سے ان دونوں میں جھگڑے زور رہتے تھے
اعانت خواہ ہو کر جب کہ دونوں صف بصف آئے — وہ ٹھہری کافروں میں یہ پیمبر کی طرف آئے
یہ ٹھہرا تھا رہیں دس سال تک ملکر وہ آپس میں — مگر لائے ہیں رنگ آخر جہالت کی جو تھیں رسمیں
بنو بکر سپہ دل نے جو تھے آتش کے پرکالے — بجا یک بار شب کو دس خزاعی قتل کر ڈالے
یہ کہتے ہیں کہ اس سازش میں خفیہ ہاتھ تھا اُن کے — بدلکر بھیس آئے تھے قریشی ساتھ تھے اُن کے
پڑی جب یہ مصیبت جب ہوئے آزردہ اس غم سے — خزاعہ نے یہ کی فریاد سرکار دو عالم سے
بہت اس ظلم کفار جفا پیشہ سے گھبرائے — وہیں مکے میں بیٹھے بیٹھے روئے اور چلائے
کہا لبیک محبوب خداوند تعالا نے — مدینے میں سنی فریاد اُن کی شاہ والا نے
وہ محو نالہ و فریاد تھے جس وقت مکے میں — وضو فرما رہے تھے آپ میمونہ کے حجرے میں
کیا دریافت ام المومنین نے ای شہ اکرم — یہاں کوئی نہیں کس کو دیا ہے یہ جواب اسدم
ہوا ارشاد مکے میں خزاعہ یاد کرتے ہیں — ہوا ہے اُن پہ جور و ظلم وہ فریاد کرتے ہیں
ابھی اس واقعے کو تین دن ہونے نہ پائے تھے — عمر سالم خزاعی کے پسر سرکار میں آئے
سنایا حال جور و ظلم اشک غم سے منہ دھوکر — کیا سب ماجرا اپنا بیاں حضرت سے رو رو کر

خبر تھی وہ کہ مقصودِ دلِ اہلِ مدینہ تھی خبر تھی وہ کہ تمہیدِ نویدِ فتحِ مکہ تھی
لگے الغصہ اس کے بعد نقشے اور ہی جمنے دیا لشکر کشی کا حکم سرکارِ دو عالم نے
ہوا ارشاد یہ بھی بادشاہِ دین و دنیا کا نہوں واقف منافق اس ارادے سے تو ہے اچھا
تھے حاطب ایک صاحب خاص اصحابِ پیمبر میں تھے وہ بھی اہل شورا میں تھے وہ بھی اہلِ لشکر میں
انھوں نے اہلِ مکہ کی طرف خط ایک لکھ مارا اور انہیں حال اس لشکر کشی کا لکھ دیا سارا
دیا لکھکر وہ خط فی الفور اک چالاک عورت کو بہت ہشیار عورت کو بہت بیباک عورت کو
مدارج میں لکھا ہے نام اُس عورت کا تھا سارہ بروزِ فتحِ مکہ خون فرمایا تھا ہدر اسکا
چھپانے کی ہدایت کی بتا دیں اُسکی راہیں بھی نہ ہاتھ آئے کہیں ڈھونڈیں اگر تیری نگاہیں بھی
طمع اچھی طرح دی اُسکو اُسکے حقِ خدمت کی غرض یہ ہے کہ اطمینان سے رخصت وہ عورت کی
اُدھر عورت ہوئی رخصت اِدھر روح الامیں آئے تھی جو مضمون اُس خط کی وہ سب حضرت کو بتلائے
کہا حضرت نے مقداد و زبیر آئیں علی آئیں چڑھیں گھوڑوں پہ اور مقامِ خاخ تک جائیں
وہاں پائینگے وہ اک خط لیے جاتی ہوئی اک زن ہمارے پاس لائیں چھین کر اُس سے وہ خط فوراً
یہ سن کر تینوں گھوڑے اپنے دوڑاتے ہوئے پہنچے قریبِ اُس زن کے جو ارشاد فرماتے ہوئے پہنچے

ٹھہر جا اور حوالے کر ہمارے خط جو لائی ہے
کہا اُس نے یہ تہمت آپ نے مجھ پر لگائی ہے

نہیں آئی ہوں لیکر ساتھ اپنے میں کسی کا خط
یہ کیا فرما رہے ہیں آپ کس کا خط ہے کیسا خط

کہا مولا علی نے خط دیا ہے تجھکو حاطب نے
سوئے مکہ روانہ بھی کیا ہے تجھکو حاطب نے

نہ دے گی خط تو میں ننگا کرونگا تجھکو اے عورت
یہ جھوٹا ہو نہیں سکتا کہ ہے فرمان آنحضرت

بہت سی دھمکیاں دیں اور بھی اُس حیلہ پرور کو
مگر وہ ڈر گئی جب سُن لیا حکمِ پیمبر کو

کہا اُس نے کہ ارشادِ شہ کونین سچا ہے
وہ خط بیشک ہے میرے پاس اور چوٹی میں رکھا ہے

یہ کہہ کر اُس نے سر کے بال کھولے اور نکالا خط
کی اُن سے معذرت اور اُن کے آگے لا کے ڈالا خط

وہ خط لیکر ہوئے واپس مدینے کیطرف آئے
بجالائے جو حکمِ شہ تو باعز و شرف آئے

سُنا شاہنشہ کونین نے اور خط وہ پڑھوایا
ابھی حاطب بلائے جائیں یہ ارشاد فرمایا

سنا یہ حال حاطب نے تو گھبرائے وہ بیچارے
ڈرے یہ حال کھلجانے سے کانپے خوف کے مارے

غرض جسوقت بلوائے گئے سرکار ذیشان میں
تو آئے ہاتھ باندھے اور مونہہ ڈالے گریباں میں

پریشاں حال تھے بیچین تھے مضطر تھے حیراں تھے
خجل تھے شرم آلودہ تھے نادم تھے پشیماں تھے

شہ والا نے فرمایا کہ یہ نامہ لکھا تھا کیوں
تو بھرائی ہوئی آواز میں گویا ہوئے وہ یوں

نہیں مکّے میں کوئی شخص میرے رشتہ داروں میں
نہ یارانِ طریقت میں نہ قومی غمگساروں میں

مدینے میں جو آیا تھا میں ہجرت کر کے مکّے سے
وہاں بالکل اکیلے رہ گئے تھے میرے گھر والے

پریشانی میں تھی اُن کا وہاں پرساں نہ تھا کوئی
مرا ہمدرد و دلسوز ان کا نہ پشتیبان تھا کوئی

مری اس خط سے صرف اتنی غرض تھی یا رسُولُ اللہ
مسلماں جب کریں کفّار کو جا کر تہ و بالا

تو اُس حالت میں کافر میرے بچّوں کی خبر رکھیں
جو خط لکھنے کا احساں ہے اُسے مدِ نظر رکھیں

نہ نقصاں کا نہ کوئی احتمال اس سے ضرر کا تھا
مجھے دل سے یقیں سرکار کی فتح و ظفر کا تھا

ابھی اُس نے کہا تھا کچھ نہ سرکارِ دو عالم نے
کہ اُٹھ کر دست بستہ عرض کی فاروقِ اعظم نے

یہ کچھ کہتا ہے لیکن قصور اسمیں ہے پھر اسکا
یہ ہے پورا منافق کیوں اڑا دوں میں نہ سر اسکا

یہ سُن کر جوش آیا آپ کے دریائے رحمت کو
کہا اُس نے نہیں ہے یہ مناسب تم جو کہتے ہو

تمہاری طرح ذکر اسکا بھی ہے اُن باکمالوں میں
نہیں کیا یاد تمکو یہ بھی تو ہے بدر والوں میں

اس امرِ خاص میں اس شخص میں تم سے کمی کیا ہے
جو تم سے ہے وہی اس سے بھی تو بخشش کا وعدہ ہے

جو کچھ اس نے کہا ہے یہ بجا ہے راست ہے حق ہے
یہ سارا واقعہ سچّا ہے فرق اسمیں نہ مطلق ہے

یہ سُن کر حضرتِ فاروق پر گریہ ہوا طاری
کہا فرما رہے ہیں راست آپ اے خاصۂ باری

مچا اک غل بیانِ رحمتِ اللعالمیں سن کر　　گئے خوش ہو کے حاطب یہ کلامِ دلنشیں سن کر

حقیقت تو یہ ہے قربان اسپر کیوں نہ جانیں ہوں　　صفت کیا لکھیے اُن کی خلق کی رحمت کی نہایں ہوں

نہ رکھا راز پھر حاطب نے جب رستہ لیا گھر کا　　علی الاعلان ہوا ارشاد تیاری لشکر کا

کیا پھر نامزد حضرت نے سردارانِ لشکر کو　　عسا کر کر دیئے تقسیم امیرانِ دلاور کو

عبیدہ و زبیر و طلحہ و سعد و سعید آئے　　مقدم سب سے رہنے کیلئے ابن ولید آئے

عبادہ و علی و حضرت مقداد بھی رکھے　　بہت ایسے فنونِ حرب کے اُستاد بھی رکھے

اُدھر محتاج بھی نکلے ادھر زردار بھی نکلے　　مہاجر بھی صفیں باندھے ہوئے انصار بھی نکلے

گئے سب احتیاط آپس میں کی وقتِ شمار اُنکی　　لکھا ہے یہ کہ کل تعداد تھی بارہ ہزار اُن کی

جو تھے سردار کل وہ فوج کے سردار کل ٹھہرے　　امیر اس لشکر اسلام کے ختم الرسل ٹھہرے

چلے جب سب بہم ہو کر تو آگے سب سے خالد تھے　　پھر اُن کے پیچھے سردار اور بھی ساتھ اپنے لشکر کے

بڑے جاہ و تجمل سے نبی باصد عز و تمکیں تھے　　کہ سب سے پیچھے قصوا اونٹنی پر سرورِ دیں تھے

یہ وہ قصوا تھی جو صدیق اکبر نے خریدی تھی　　وہی تھی یہ جو ہجرت کے سفر میں کام آئی تھی

بہم تیجے ہوئے اللہ اکبر کی صدائیں تھے　　اُسید و حضرت صدیق اکبر دائیں بائیں تھے

رکابیں اونٹنی کی ہاتھ ہیں دو جاں نثاروں کے
پڑی تھی اسکے پیچھے پیدلوں کے اور سواروں کے

صفت کیوں ایسے لشکر کی نہ منصور و مظفر ہو
خدا کا ہو جو لشکر اور پیمبر میر لشکر ہو

مدح صحابہ کرام رضی

وہ آسکتیں نہیں تحریر میں جو انکی ثنا ئیں تھیں
کہ تھے وہ پیکراں نور اور ایماں کی جا ئیں تھیں

مزہ آتا ہے اب تک ہمکو اُن کی داستانوں میں
صداقت پیشہ تھی تاثیر تھی اُنکی زبانوں میں

یہ دنیا میں فقط یاد الٰہی کرنے آئے تھے
فقیری بھیس میں یہ بادشاہی کرنے آئے تھے

بہادر تھے نمازی تھے سخی تھے اہل انصاف تھے
بھروسہ دین حق کو جنپہ تھا وہ انکا ایمان تھے

خدا سے اور رسول پاک سے صرف انکو الفت تھی
یہ دنیا میں تو تھے لیکن انھیں دنیا سے نفرت تھی

زمانے بھر میں انکی شہرت حاجت روائی تھی
خدا کے خاص بندے تھے فدا انپر خدائی تھی

پڑوسی تھے شہ دیں کے مدینے میں سکونت تھی
یہ تھے جنت کے مالک ان کے دروازے پہ جنت تھی

شہادت اور غزا میں بس فخر یہ تھا تو ان کا تھا
جو مرنا تھا تو انکا تھا جو جینا تھا تو ان کا تھا

ہر اک بات ان کی مقبول خدا و بار تعالا تھی
اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار ان کی شان و الا تھی

کبھی یہ وحی لکھتے تھے کبھی قرآں سناتے تھے
کبھی جبریل اُنکی شکل میں تشریف لاتے تھے

وہ ایسے تھے کہ اُن کی ذکر سے معمور ہر گھر ہے
وہ ایسے تھے کہ اُن کا نام روشن تا بہ محشر ہے

ہوا ہے جیسا اُن کا دور ایسا ہو نہیں سکتا
وہ ایسے تھے کہ کوئی اور ایسا ہو نہیں سکتا

زمانہ اُن کا کیا اچھا تھا کیا دورِ صفائی تھا
چراغِ خانۂ اصحاب نورِ مصطفائی تھا

جری تھے متقی تھے عابد و زاہد تھے غازی تھے
زکات و حج کے دلدادہ تھے صائم تھے نمازی تھے

خدا کے فضل سے جو بات تھی وہ لاجواب اُنکی
رسول اُن کے محمدؐ مصطفےٰ قرآں کتاب اُنکی

ہوئیں تھیں جمع اُن میں خوبیاں سارے زمانے کی
شفا بخشِ مریضاں خاک اُن کے آستانے کی

جو حال نوح کو ہمراہیٔ ختمِ رسالت تھی
تو اُسکی گرد بھی ظلِ کرم تھی ابرِ رحمت تھی

کہاں کی گمرہی اب کام کیا غولوں کا جنگل میں
شگفتہ باغ تھا اسلام کی پھولوں کا جنگل میں

مدینے سے اُٹھایا دل طلب پرواز خواہ ہو گی
چلا مکے کو دھونے کیلئے فرزیں گنا ہو گی

خدا نے پاک نے پھیری تھی دن مکےّ کی قسمت کے
چلے آتے تھے پل ٹوٹے ہوئے دریائے رحمت کے

شیاطین جس قدر تھے چھپ رہے تھے جا کی آڑوں میں
وہ ہیبت تھی زمیں ہلتی تھی لرزہ تھا پہاڑوں میں

نہ تھا ممکن بہادر دوسری جانب کو مُڑ جاتے
یہ جلدی تھی پہنچنے کی کہ پر ہوتے تو اُڑ جاتے

وہ اس محنت پہ اپنی قابلِ صد سرفرازی تھے | کہ تھا ماہِ صیام پاک اور روزوں سے غازی تھے

یہ لشکر چلتے چلتے آخر آیا پاس مکّے کے | جو تھے مکّے کے مالک اُنکو لایا پاس مکّے کے

یہ دیکھا جب تو دوڑا عکرمہ نے آکے خالد کو | خدا کی تیغ کو فاتح کو غازی کو مجاہد کو

پھر کر شہر ادھر سے بڑھ کے اُلجھے بد کلاموں سے | الٹ کر آستینیں کھینچ لیں تیغیں نیاموں سے

کسی جانب نہ تیغ بھاگنے کا بھی دیا اُن کو | بڑھے اپنے نہ تلواروں پہ اپنی رکھ لیا اُن کو

وہ ہٹتے جاتے تھے یہ پیچھے اُن کے ہر قدم پر تھے | یہ اُن کے سر پہ تھے اور عکرمہ بابِ حرم پر تھے

نہ دل کو چین تھا اُن کو نہ آتا تھا قرار اُن کو | گھرے تھے اسطرح ملتی نہ تھی راہِ فرار اُن کو

ہوئے مجبور جب بالکل تو خالد سے اماں مانگی | شہِ کونین کیلئے دو عالم کی دُہائی دی

ہوئے پُرچین محبوبِ الٰہی یہ خبر پا کر | کہا اک شخص سے خالد سے کہدو یہ ابھی جا کر

اماں مانگی گئی تو ہے یہ لازم اہلِ ایماں پر | نہ آئے پلّے اب دھبّہ کسی تیغِ مسلماں پر

اماں بخشی گئی اُنکو اٹھا لیں اُن سے تلواریں | چلے آئیں وہاں سے اور کسی کو اب نہ وہ ماریں

مگر جو شخص کہنے کو گیا تھا پاس خالد کے | جو کچھ فرمان تھا اُسکے خلاف اُس نے کہا اُن سے

یہاں تھا حکم اِرْفَعْ عَنْهُمُ السَّيْفَ اُس نے فرمایا | وہاں پیغام ضَعْ فِيهِمُ السَّيْفَ اُسنے کہہ آیا

یہ سُن کر حضرتِ خالد نے دکھلا کر جوانمردی سوا پہلے سے تیزی قتل میں کُفّار کی کر دی
کیا انکو تو وہ اس سے زیادہ تھے نہ کمتر تھے ہوئے تھے قتل کافر جس قدر وہ پورے ستر تھے
خبر پائی جو شہ نے اُن کی اِس تیغ آزمائی کی بلایا پاس اپنے سُن کے یہ حالت لڑائی کی
کہا جو حکم بھیجا تھا نہیں معنی تھے صاف اُسکے پھر اسکا کیا سبب ہے جو کیا تم نے خلاف اُسکے
وہ بولے ہیں مطیعِ حکمِ محبوبِ الٰہی تھا وہی میں نے کیا ہے جو مجھے فرمان شاہی تھا
بلایا اُسکو جو قاصد تھا اور بولے یہ پیغمبر کہ ہم نے کیا کہا تھا تجھ سے تو نے کیا کہا جا کر
وہ بولا جب چلا لیکر یہاں سے حکم سرکاری تو مجھکو چلتے چلتے پیش آئی سخت دشواری
مقابل اپنے اور پیچھے قریب اپنے اژدہا دیکھا طویل القامت اک انسان رستے میں کھڑا دیکھا
وہ تھا اتنا بڑا اور اتنا اونچا پاشنہ والا کہ میں نے آدمی اِس شکل کا انسان نہیں دیکھا
کہا اُس نے مہیبِ آواز سے بگڑا اور دھمکا کر وہاں پہنچے تو خالد سے تو کہنا اِسطرح جا کر
یہ اُن کا حکم ہے تابع رہو حسبِ حکم پیغمبر کے کرو نرمی اور سختی قتل میں کُفّار جو دہر کے
نہیں اُس دم تک اپنے ہاتھ سے تلوار ڈالونگا کہا کچھ اور اگر اسکے سوا تو مار ڈالوں گا
یہ سُن کر دیکھکر دل پر مرے ہیبت ہوئی طاری میں بھولا آپ کا جو حکم تھا اے خاصۂ باری

کہا تھا اُس نے جو کچھ بس وہ جا کر کہہ دیا ہے
بچا کر جان اُس سے راستہ اپنا لیا ہے

ہے جو کچھ راز اسمیں یہ گنہگار اسکو کیا جانے
یہ ہے کچھ بھید کی بات آپ جانیں یا خدا جانے

کہا سرکار عالیجاہ نے تیرا بیاں سچ ہے
سنائی ہے جو کچھ تو نے یہ ساری داستاں سچ ہے

اُحد میں جب شہادت پائی تھی حمزہ حری عم نے
بہت تکلیف دی تھی مجھکو اُن کی موت کے غم نے

کہا تھا میں نے جس دن دسترس پاؤنگا میں اُنپر
تو حمزہ کے عوض میں آج سر کٹواؤنگا ستر

کیا وعدہ وہ پورا آج میرا رب اکبر نے
عدم کی راہ لی ستر ہی کُفّارِ بد اختر نے

سواری پھر بڑھی سوئے حرم سرکار والا کی
شہ کونین محبوب خداوند تعالیٰ کی

وضو کر کر بڑھے جا کر طواف کعبہ فرمایا
کیا خالی بتوں سے جب اُسے تو اُسنے بھر پایا

وہاں تھے ایسے بھی بت ہاتھ کی زد سے جو اونچے تھے
کہا مولا علی سے میرے پاس آؤ بڑھو آگے

چڑھو کاندھوں پہ میرے اور جا کر ان کو تم توڑو
جگہ سب صاف کر ڈالو نہ باقی ایک کو چھوڑو

کہا مولا علی نے ہے بڑا ترکِ ادب اسمیں
مجھے معذور سمجھیں آپ اے فخر عرب اسمیں

مری کاندھوں پہ چڑھکر آپ گر توڑیں تو انسب ہے
تو فرمایا کہ تم سمجھے نہیں جو اسکا مطلب ہے

ادا ہو ہی نہیں سکتی یہ خدمت اے علی تم سے
کہ اُٹھ سکتا نہیں بار نبوت اے علی تم سے

علی پہ حسن کے کاندھوں پہ چڑھے محبوب باری کے
وہ اونچے اونچے بت توڑے جو دیوار و نیہ رکھے تھے

کہا نبیؐ نے حال اس وقت دل کا ای علی کیا ہے
ہو پہنچے کس مقام خاص میں کیا اوج پایا ہے

کہا مولا علی نے یا نبی کچھ کہہ نہیں سکتا
ہے مجبوری کہ تا دیر اس جگہ میں رہ نہیں سکتا

بتا سکتا نہیں ہوں میں کہاں ہوں کون ہوں کیا ہوں
ہوں اونچا چرخ ہفتم سے قریب عرش اعلیٰ ہوں

اگر چاہوں تو بڑھکر توڑ لوں میں عرش کے تارے
بڑا اوج و شرف پایا ہے اے اللہ کے پیارے

پھر اتری حضرت مولا علی دوش مبارک سے
جو بت باقی رہے تھے اور وہ سب توڑ کر پھینکے

بصد جاہ و حشم کعبے سے پھر محبوب رب نکلے
جو اصحاب آپکے ہمراہ تھے وہ سب کے سب نکلے

گئے پھر ام ہانی کے یہاں اور غسل فرمایا
وہیں نفلیں پڑھیں وقت نماز چاشت جب آیا

ہوئے فارغ نماز نفل وقت چاشت سے جس دم
مسلح پھر ہوئے سرکار ہو کر شاد اور خورم

ہزاروں جاں نثاران پیمبر در پہ حاضر تھے
لئے لشکر کو سرداران لشکر در پہ حاضر تھے

ہوا غل گھر سے جب وہ عرش کا مسند نشیں نکلا
چلو چاند آمنہ کا شرع کا مہر مبیں نکلا

وہ اٹھے واں نگاہیں کلمہ گویوں کی یہاں اٹھیں
برآمد جب ہوئے کلمے کی لاکھوں انگلیاں اٹھیں

سواری کے لئے قصوا در دولت پہ حاضر تھی
سوار اس پر ہوئے بڑھکر وہ خاص حضرت باری

عمر اک سمت سے اک سمت سے عثمان وزیر آئے ۔ جلو میں دائیں اور بائیں ابوبکر و اسد آئے

رکابیں آپ کے تھامیں آپ کے دو جاں نثاروں نے ۔ لیا بڑھ بڑھ کے سلے ہیں پھریرے سواروں نے

چلے اس شان سے اس دبدبے سے اس تجمل سے ۔ کہ دل کفار کے ہل ہل گئے تکبیر کے غل سے

یونہیں آہستہ آہستہ سوئے بیت الحرام آئے ۔ جو ڈر کر بھاگے تھے کفار وہ واپس تمام آئے

نکلکر کعبے سے ٹھہرے حرم کے باب عالی پر ۔ کیا افسوس پہلے کافروں کی بدسگالی پر

کہا پھر ان سے کیا امید مجھ سے آج رکھتے ہو ۔ وہ بولے تم تو رحمت ای شہ معراج رکھتے ہو

ہمیں تم سے یہ ہے امید آج ای حق کے پیغمبر ۔ خطائیں جتنی ہم نے کیں ہیں بخشی جائیں گی یکسر

کہا سرکار والا نے کہ ہاں بیشک یہی ہوگا ۔ اماں اسکو میں دونگا جو اماں کا ملتجی ہوگا

اماں اسکو ہے جو کعبے کو اپنا مستقر کر لے ۔ اماں اسکو ہے گھر میں بیٹھکر جو بند در کر لے

اماں اسکو ہے جو ہتھیار اپنے ڈالدے لا کر ۔ اسے بھی جو چلا جائے ابوسفیان کے گھر پر

مگر یہ مرد کیا عورتیں چند اس سے مستثنیٰ ۔ کسی صورت سے یعنی ہیں اماں انکو نہیں دونگا

دیا ہے حکم میں نے یہ جہاں پاؤ قتل و ویراں ہوں ۔ بجز اس کے کہ تائب ہو کے آئیں اور مسلماں ہوں

ہوا جب ختم خطبہ شہنشاہ رسالت کا ۔ ہٹے کافر چھٹیں بھیڑیں چلے حضرت کھلا رستہ

مسلماں ہو ہمکو پھر تو بہت سے روز و شب آئے | یہ سمجھو بس کہ راہ راست پر وہ سب کے سب آئے
خطا بن بخشوانے پیش شاہ کائنات آئے | کیا تھا خون جن کا ہدر اُن گیارہ میں سات آئے
بقیہ چار اُن میں کے ملے نارِ جہنّم سے | کہ وہ ایماں نہ لائے حکم سرکارِ دو عالم سے
جو تھیں چھ عورتیں اُن میں سے دو ایمان لے آئیں | بقیہ چار نے فوراً سزائیں قتل کی پائیں
جو لائے سات مرد ایمان اُمّیں ایک وحشی ہیں | جو عبد اللہ تھے ابن زبعرا ایک وہ بھی ہیں
تھے عبد اللہ ابن سعد بھی ہبّار و صفواں بھی | جناب عکرمہ کے ساتھ تھے کعب ثناخواں بھی
ملائے خاک میں اُن کے ارادے کفر کے سارے | حویرث عبد عزّا مقیس اور حارث گئے مارے
جو لائیں عورتیں ایمان سنکر حکم شاہ دیں بھی | وہ ہیں اک قرتنا اک ہند ابوسفیان کی بی بی
اڑائے جن کے سر جو دشمن سلطان طیبہ تھیں | وہ اُمّ سعد اُمّ سارہ تھیں ارنب قریبہ تھیں
ہوا امید ان مکّہ صاف جب ان بے امانوں سے | پھر اُن پر کی توجہ آپ نے جو تھے امانوں سے
کہا صدیق اکبر سے کریں میرا ادب وہ بھی | کہو تم باپ سے اپنے کہ ایماں لائیں اب وہ بھی
گئے صدیق اُٹھکر خدمت سرکار والا سے | جو فرمایا تھا حضرت نے کہا وہ بو قحافہ سے
وہ بولے ہاں سمجھ میں میری بھی یہ بات آئی ہے | کہ میں ایمان لاؤں یہ ابھی جی میں سمائی ہے

توقف کی ضرورت کیا ابھی ایمان لاتا ہوں — یہ کہہ کر اُن سے جاکر تم نہا دھو لوں تو آتا ہوں

بیاں کرنے لگے صدیق خوش ہو کر کلام اُن کا — پیام اُن کا کہا سرکار سے کہہ کر سلام اُن کا

کہا حضرت نے ناموزوں ہے آنا بے طلب اُن کا — تمہارے باپ بڈھے ہیں کرو لحاظ ادب اُن کا

نہیں ہے دیر کا موقع کہو اُن سے ابھی جاکر — کہ لو نگا تم سے بیعت میں تمہارے پاس خود آکر

اُنھوں نے آکے حضرت سے جب یہ اقوال فرمائے — بہت روئے جناب بوقحافہ اور شرمائے

ملاقات اسطرح فرمائی خود اُن سے اُدھر جاکر — کیا اُن کو مسلماں شاہ دیں نے اُن کے گھر جاکر

بنایا خیرخواہ اُسکو بھی جو بدخواہ و دشمن تھا — کوئی دیکھے کشادہ کس قدر رحمت کا دامن تھا

اُخوت اُمتیں پیدا کی مٹایا اُن کی جھگڑوں کو — سنوارا آپ نے کس کس طرح برسوں کے بگڑوں کو

جو اپنے دشمن جاں تھے سکھائی اُنکو جانبازی — جو تھے قعر مذلت میں اُنہیں بخشی سرافرازی

ہے اسلام جناب عکرمہ کا اسطرح قصہ — کہ جب وہ بھاگ نکلے اور دشمن رکا لیا رستہ

تو اُن کی زوجہ پیش قبلۂ دنیا و دیں آئیں — ادب سے اک طرف بیٹھیں زباں پر یہ سخن لائیں

کشادہ اسطرف بھی بانیٔ داماں رحمت ہو — مرے شوہر کو بھی اسلام کی دولت عنایت ہو

معاف اُنکی بھی ہو جائیں خطائیں کیا یہ ممکن ہے — کہا حضرت نے ہاں ہو جائیگا ایسا یہ ممکن ہے

خطا بخشو نگاہیں اُن کی ابھی اٹھو ابھی جاؤ　　کہاں وہ بھاگتے پھرتے ہیں میرے سامنے لاؤ
کلامِ پاک یہ سنکر اُٹھیں خوش ہو کے وہ بی بی　　نہ ٹھہریں پھر وہاں اور راہ لی سیدھی سمندر کی
وہاں پہنچیں تو دیکھا وہ بحالِ زار بیٹھے ہیں　　کہ اک کشتی میں ہیں اور چلنے کو تیار بیٹھے ہیں
پکاریں یہ کہاں جاتے ہو کشتی سے اُتر آؤ　　بلاتے ہیں جنابِ سرورِ عالم اِدھر آؤ
یہ سنتے ہی وہ کشتی سے جدا ہو کر اِدھر آئے　　بہت خوش ہو کے سوئے زوجہ عالی گہر آئے
کہا کیا کہہ رہی ہو تم نہیں آتا یقیں مجھکو　　بھلا کیونکر یہ ممکن ہے بلائیں شاہِ دیں مجھکو
وہ بولیں تم یہ کیا کہتے ہو ہم تم سے نہیں ہیں　　نہیں معلوم تمکو رحمۃ اللعالمیں ہیں وہ
نہ اب ہے کچھ پریشانی نہ تمکو کوئی دقت ہے　　چلو تم بھی نہالو جوش پر دریائے رحمت ہے
طریقہ رکھتے ہیں وہ حق کے پیارے بخشنے کا　　کیا ہے مجھ سے وعدہ جرم سارے بخشنے کا
یہ سن کر خوش ہوئے اور عکرمہ دوڑے ہوئے آئے　　گرے آکر قدم پر شاہِ دیں کے اور شرمائے
نبی بولے پڑھو کلمہ بڑھاؤ ہاتھ بیعت کو　　یہاں آئے یہی کافی ہے بس رفعِ ندامت کو
تھی کیا اسلام کی شان اور کیا اُسکے فدائی تھے　　ابھی خالد کے دشمن تھے ابھی خالد کے بھائی تھے
پڑھا کلمہ اُنہوں نے لشکرِ اسلام میں آئے　　دل و جاں سے وہ پھر دینِ خدا کے کام میں آئے

ہوا وحشی کا بھی ایسا ہی کچھ قصہ یہ لکھا ہے ۔۔۔ کتابوں میں سیر کی اسطرح یہ ذکر آیا ہے

تھے سرکش اور مسلمانوں سے یہ بھی برسر کیں تھے ۔۔۔ ہوا انکا خوں پہ رانکا بھی یہ بھی دشمن دیں تھے

جبھی سے ڈھونڈتے ان کو مسلماں سارے پھرتے تھے ۔۔۔ خدا جانے یہ کس جنگل میں مارے مارے پھرتے تھے

کہا اک روز حضرت نے کہ وحشی بھی اگر آئیں ۔۔۔ تو بخشو نگا قصور انکا بھی وہ تائب جو ہو جائیں

خبر اُن کو جو یہ پہنچی تو وہ سرکار میں آئے ۔۔۔ حضور سرور کونین کے دربار میں آئے

کہا میں کافر و مشرک ہوں اور حمزہ کا قاتل ہوں ۔۔۔ خطا میری بھی بخشی جائیگی کیا اسکے قابل ہوں

کہا سرکار نے اسلام ہے وہ چشمہ جاری ۔۔۔ جو دھو دیتا ہے پچھلی معصیت پچھلی زبوں کاری

نہ ایماں لائے تھے جب تک یہ حجت کی بناء انکی ۔۔۔ کہا حضرت سے اس بارے میں کیا ہے حکم قرآنی

پڑھی حضرت نے ایک آیت تو بولے شرط ہے اسمیں ۔۔۔ بتاؤ مجھکو وہ صورت نہ کوئی قید ہو جس میں

کہا حضرت نے سن لو دوسری یہ اور آیت ہے ۔۔۔ تو یوں گویا ہوئے اسمیں یہ شرط ہے وہ نیت ہے

سنائی اور آیت تو کہا اب میرے شک نکلے ۔۔۔ یہ کہہ کر دام کفر و شرک سے وہ بید ھڑک نکلے

کیا فرط خوشی سے سرخ جو رخ تھا اُداس اپنا ۔۔۔ پڑھا کلمہ لیے بیعت بڑھایا دست راس اپنا

کہا ہے یہ بیان تاریخ دانوں کی روایت نے ۔۔۔ یہاں پائی شہادت صرف دو اصحاب حضرت نے

فراغت پاکے مکّے سے نکلنے کا خیال آیا
ہوئے جب مر حلے سب طے تو چلنے کا خیال آیا

غزوہ حنین

یہاں سے جبکہ نبی نے چلنے کی ٹھہرائی
تو پاس اُن کے حُنَینؔ کا فروں کی یہ خبر آئی

کہ وہ مردود رب باتیں بناتے ہیں بڑھ بڑھ کر
جو تھے نا واقف جنگ اُنپہ یہ لوگ آگئے چڑھ کر

یہ ہیں کہنے کی باتیں مرد میدان نہ ہو رہیں
ادہر آنے تو ہم بھی دیکھتے کیسے یہاں رہیں

ہوازن اور ثقیف اِن کافروں کے دو قبیلے تھے
حُنَینؔ ایک موضع تھا مکے کے پاس اسمیں یہ رہتے تھے

انھیں یہ راہ بیٹھے بیٹھے شیطاں نے دکھائی تھی
اسے کیا سمجھو اُن ظالموں کی شامت آئی تھی

ہوازن کا رئیس قوم مالک ابن عوف اُٹھا
ثقیفی کافروں میں جانیکو بے بیم و خوف اُٹھا

یہ بولا اُن سے جاکر یہ سر پیکار ہو جاؤ
مسلمانوں سے لڑنیکے لیے تیار ہو جاؤ

یہ دونوں صاحب دولت تھے دونوں اہل ساماں تھے
اسی باعث سے اپنے مال و زر پر دونوں نازاں تھے

یہ ہم سے جا بجا ہوا الاہے انہیں اس پر نظر کیا تھی
یہ سب حصہ مسلمانوں کا ہے اس کی خبر کیا تھی

غرض لیکر کنانہ اپنے کفار ثقیف آیا
شریروں کو ہوازن کے اُدہر مالک نے بھڑکایا

نہ بچنے کا رتھا کوئی یہ سب عقلوں کے کچے تھے — بہت ہی عورتیں تھیں ساتھ میں کثرت سے بچے تھے

مویشی بھی تمام اُن میں تھے اور غلہ فراواں تھا — غرض ہر قسم کا کثرت سے اُن کے ساتھ ساماں تھا

سُنا جب یہ کہ ہیں کفار اس سامان سے آئے — کہا سرکار نے ہیں سب ہمارے واسطے لائے

ہوئی تیار چلنے کو جو یہ سب فوج تو اُن کی — جو لڑنے والے تھے تعداد بھی چالیس سو اُن کی

دُرَید اِک شخص نابینا تھا کفار ہوازن میں — سوا تھا پندرہ ہیں سال اک سو سے بھی سن میں

ہوا معلوم اُسکو عورتیں بھی ساتھ جاتی ہیں — اور اپنے ساتھ میں بچوں کو لیکر اپنے آتی ہیں

تو بولا قوم میں جا کر کہ سنبھلو ہوش میں آؤ — نہ تم جاؤ نہ اپنی عورتوں کو ساتھ لے جاؤ

کہا تھا اُس نے مالک سے یہی وہ جب نہ مانا تھا — تو پھر پاس آکے اپنی قوم کے یہ سب سنانا تھا

کہا مالک تو دیوانہ ہوا ہے اُسکو سودا ہے — تم اُسکی باتوں میں کیوں آگئے تم کو ہوا کیا ہے

مصیبت میں پھنساویگا ہمیں اور آپ بھاگے گا — ابھی سوتا ہے جب میداں میں پہنچیگا تو جاگے گا

وہ ہی ساماں پہ نازاں مگر ساماں سے کیا ہوگا — جماعت کم ہے تو اچھا اس بے پایاں سے کیا ہوگا

یہ بچے عورتیں کس کام آئیں گے لڑائی میں — سوا اسکے کہ جا کر مارے جائیں گے لڑائی میں

وہ چڑھ آتے تو بیشک دفع کرنا اُن کا واجب تھا — مگر خود چڑھ کے جانا تو بہت ہی نامناسب تھا

لڑائی مول لے لیوے کہ ان سے اسکو کیا حق ہے
مری نزدیک مالک بیخرد ہے اور احمق ہے

یہ سُن کر اُس سے مالک سے ہوئے وہ لوگ روگرداں
کہا سب نے بجا کہتے ہو تم بیشک وہ ہے ناداں

ابھی جاتے ہیں سب اس رائے پر اصرار کرتے ہیں
لڑائی کے لیئے جانیکو ہم انکار کرتے ہیں

گئے وہ سامنے اُسکے کیا انکار جانے سے
تو بگڑا بہت ان لوگوں کے اس طرح آنے سے

کہا اُن سے نہ مانوگے تو میں جاں اپنی دیدونگا
ابھی اس نوک سے خنجر کی سینہ اپنا چھیدونگا

یہ کہہ کر نوک خنجر اُس نے اپنے سینے پر رکھ لی
جو دیکھا یہ تو وہ مجبور ہو کر ہو گئے راضی

یہ سب تھے لشکری اسکے سپہ سالار تھا انکا
وہ تھا اک شخص دولتمند اور سردار تھا انکا

غرض ٹھہری حنین آکر یہ گھبراتے ہوئی دل میں
کہ تھے چودہ ہزار اصحاب شہ انکی مقابل میں

جب اہل دیں کے آگے یہ گروہ بدخصال آیا
تو اُنکو اپنی کثرت کا ذرا دل میں خیال آیا

سُنا یہ حال جب اُنکا تو حضرت کو گراں گذرا
کہا اصحاب سے کیا تمکو کثرت کا گماں گذرا

مگر کثرت سے تو نصرت بہ قدرت ہو نہیں سکتی
نہو جب تک خدا کا حکم نصرت ہو نہیں سکتی

یہ مانا اس سے بھی بڑھکر ہو جو انسو کثرت ہے
نہو جب حکم الہی تو تمہاری کیا حقیقت ہے

وہاں کی فوج بد آئین کی جب ترتیب مالک نے
تو اپنی ہوشیاری سے یہ کی ترکیب مالک نے

کہ اُن کے پاس لکھ لکھ کر نہ بھیجا اشتہاروں میں ‏— کہ تم سب لوگ چھپ جاؤ گڑھوں میں اور غاروں میں

خموشی سے پڑی رہنا نہ اپنی کچھ خبر دینا ‏— بڑھ آئیں آگے تو پیچھے سے حملہ اُن پہ کر دینا

یہی واقع ہوا اور اہلِ دیں میں انتشار آیا ‏— ہوئے ایسے پریشاں وہ نہ پھر اُنکو قرار آیا

پڑی پیچھے سے جب تیروں کی تلواروں کی مار اُنپر ‏— ہوئیں پھر بند سب راہیں کھلی راہِ فرار اُنپر

رہے ہمراہی حضرت میں تیرہ آدمی باقی ‏— ہزاروں میں نہیں تھا بس سوا اُنکے کوئی باقی

ابوبکر و عمر تھے مرتضیٰ تھے اور اُسامہ تھے ‏— ابوسفیان تھے دو ابنائے عباس و ربیعہ تھے

عقیل و ابنِ مسعود جلیل القدر و حسن تھے ‏— اور ایمن ایک امیں تھے جو ابنِ اُم ایمن تھے

وہ عبداللہ جو ابنِ زبیر پاک طینت تھے ‏— وہ اک عباس عالی مرتبہ جو عم حضرت تھے

کہا عباس سے سرکار نے آواز دو سب کو ‏— کہو تمکو بلاتے ہیں رسول اللہ جلد آؤ

بلند آہنگوں میں وہ درجۂ ممتاز رکھتے تھے ‏— وہاں جتنے تھے اُن سب میں بڑی آواز رکھتے تھے

سُنا یا جب اُنھوں نے دور سے ارشادِ آنحضرت ‏— تو سب لبیک گویاں دوڑتے آئے بصد عجلت

تھکے تھے جن کے مرکب اور جو جلدی نہ چلتے تھے ‏— تو اُنکو چھوڑ کر وہ لوگ پیدل چل نکلتے تھے

توانائی یہ اُن میں آ گئی ارشادِ حضرت سے ‏— گئے تھے مردہ دل ہو کر پھرے شیروں کی صورت سے

کیا حملہ پھر ایسا سخت تلواروں سے بھالوں سے ‏ کہ وہ میدان خالی کر دیا اُن بد سگالوں سے
ابھی تھے ناتوانِ خستگی ابھی بھاگے ہوئے ہمیں تھے ‏ ابھی سوئے ہوئے ہمیں تھے ابھی جاگے ہوئے ہمیں تھے
ابھی مفرور تھے سر زدل تھے خائف بھی قاصر تھے ‏ ابھی سُنتے ہی ایک آواز سب خدمت میں حاضر تھے
ابھی مجبور اسیر تھے ابھی مجبور اسیر تھے ‏ ابھی مجبور اسیر تھے ابھی معمور اسیر تھے
کیا تھا ناز کثرت پر تو وہ اسکی سزا پائی ‏ سزا پائی تو پھر رحمت انہیں آغوش میں لائی
بھروسہ اپنی کثرت پر خدا کو بھول جانا تھا ‏ نہ تھا اس واقعے میں اور کچھ بس یہ دکھانا تھا
ہوئے ہر سو ہی یکجا قوم بد کردار پر ٹوٹے ‏ وہ قہرِ آسمانی کی طرح کفار پر ٹوٹے
بہت تھوڑی سے تھے آئی تھی جو آواز کو سنکر ‏ یہی غالب ہوئے چالیس سو کفار بے دیں پر
کہا جس دم اُسی دم پاس سامانِ ظفر سب تھا ‏ نہ تھا کچھ بھی زبانِ پاک حضرت کا اثر سب تھا
بڑھے جب یہ تو شاہ دیں بھی دُلدل سے اُتر آئے ‏ جدھر لڑتے تھے وہ کفار بد گوہر اُدھر آئے
تھے دونوں اک جگہ جاتے ہیں اُنکے پاس سے یا نگی ‏ علی سے ایک مُٹھی خاک یا عباس سے مانگی
وہ اُن میں سے کسی نے دی اُٹھا کر آپ کو لاکر ‏ تو پھینکی شاہ والا نے سوئے کُفّار بد اختر
گئی اُڑتی ہوئی کُفّار بد مشرب کی آنکھوں میں ‏ ہزاروں تھے پڑی لیکن وہ مٹی سب کی آنکھوں میں

پھر اُنکی نوج کی صف کیا تھی اک دھوئیں کی ٹیٹی تھی
نظر آتا اُنھیں کیا خاک جب آنکھوں میں مٹی تھی

گئی جب اُن کے مونہہ میں بھی تو غمناک اُن کو ہی دیکھا
سنا کرتے تھے لیکن پھانکتے خاک اُنکو ہی دیکھا

نہ ہل سکتے تھے اب میداں میں بڑھ بڑھکر جو کودے تھے
پڑی یہ خاک جب اُن پر تو سب مٹی کے تودے تھے

ہنسی نامردیوں کی اُن کی تا افلاک اُڑتی تھی
نہ تھا باقی کوئی لشکر میں اُن کے خاک اُڑتی تھی

عذابِ زیست سے مرکر تو سبکو پاک ہونا تھا
مگر ان موذیوں کو زندگی میں خاک ہونا تھا

وہ پچھتاتے تھے اب اور کہتے تھے یوں کاہیکو رونے
نصیبوں سے اگر ہم خاکِ پائے مصطفیٰ ہوتے

کبھی مخمل پہ سوتے تھے مکاں تھا تابناک اُن کا
مگر اب موت کا تھا خواب بستر فرش خاک اُن کا

ابھی لکھا ہے ہمنے اہل دیں کی شان و شوکت کو
اب اُنکا ذکر چھوڑیں خاک ڈالیں اُن کی صورت پر

ہزاروں تھے فرشتے آئے تھے جو اس لڑائی میں
تھے حاضر دست بستہ بارگاہِ مصطفائی میں

اُنھیں مصروف کارِ جنگ خود کفار نے دیکھا
اُڑاتے تھے برابر اُن کے سر اشرار نے دیکھا

تھے شیبہ ایک شخص اُن میں کہ خود اُنکا بیاں یہ ہے
بہت دلچسپ ہے سُننے کے قابل داستاں یہ ہے

ذکر حضرت شیبہ

ہوئے تھے قتل اُحد میں باپ اُن کے اور اک بھائی ‏ وہ کہتے ہیں اسی دن سے تھی میری جی میں یہ آئی
جہاں دیکھونگا حضرت کو کبھی زندہ نہ چھوڑونگا ‏ اور اپنے اس ارادے سے میں ہرگز مونہہ نہ موڑونگا
اگر مالک عرب سارا اطاعت اُن کی کرلیگا ‏ عرب کیا کل زمانہ بھی جو دم اُلفت کا بھریگا
نہ تو بھی اس عداوت سے میں اُنکی باز آؤنگا ‏ جہاں ہونگے وہیں میں فکر میں پاس اُنکے جاؤنگا
غرض موقع ملا سوئے رسولِ مرسلیں آئے ‏ پسِ پشت جنابِ قبلۂ دنیا و دیں آئے
اُٹھائی تیغ کر کر قصد گستاخیِ حضرت کا ‏ تو کہتے ہیں وہیں اک آگ کا شعلہ ہوا پیدا
وہ اُن کے اور میرے درمیاں میں ہوگیا حائل ‏ میں جل جاتا اگر ہوتے نہ وہ میری طرف مائل
ہوا ارشاد عالی مجھہ سے آگے آؤ اے شیبہ ‏ بڑھا جب میں تو سینے پر مرے دستِ کرم رکھا
دعا دی شرِ شیطاں سے اماں میں رہنے کی مجھکو ‏ خدائے فضل و لطفِ بیکراں میں رہنے کی مجھکو
ابھی جملہ یہ بالائے زبانِ پاک سرور تھا ‏ نہ کہنے پائے تھے پورا کہ میرا حال دیگر تھا
وہیں قدموں پر اُن کے جھک گیا میں جوش سے گر کر ‏ اُسی دم تھے وہ میری دوست چشم و گوش سے بڑھ کر
یہ کہتا تھا کہ پہلے تھیں جو کچھ شیطاں کی گھاتیں تھیں ‏ کہاں کا باپ کس کا بھائی سب کہنے کی باتیں تھیں
ہوا ارشاد پھر مجھہ سے سوئے میدان ابھی جاؤ ‏ لڑو ان کافروں سے جاکے اُٹھو ہاں ابھی جاؤ

یہ سُنتے ہی روانہ ہوگیا اور ہیں لڑا ڈٹ کر ۔۔۔ کئے جا کر بہت سے قتل وہ کفّار بد اختر
قسم رب کی جو اُس دن باپ پر بھی ہیں نظر کرتا ۔۔۔ نہ اُن کے قتل کرنے میں کبھی ہرگز درگذر کرتا
ہوا میداں وہ خالی ہوگئے کفّار جب رخصت ۔۔۔ تو آئے خیمۂ اقدس میں پیشِ شافعِ اُمّت
کہا مجھ سے کہ دشمن تو مرا سب سے زیادہ تھا ۔۔۔ مگر دیکھا کہ خلّاقِ جہاں کا کیا ارادہ تھا
وہ نازیبا تھا اے شبّیر جو قصدِ نفسِ خود سر تھا ۔۔۔ جو چاہا ربِّ اکبر نے تری حق میں وہ بہتر تھا
سُنا جس وقت یہ ارشادِ سلطانِ رسالت کا ۔۔۔ کیا شُکرِ خدا اور اُس نے پڑھا کلمہ شہادت کا
لکھی ہے عالموں نے اس جگہ یہ بحث طولانی ۔۔۔ کیا تھا کب اُنھوں نے پہلے اقرارِ مسلمانی
نبی کا حکم سُنکر جنگ کے میدان میں جا کر ۔۔۔ کئے کفّار پہلے قتل پھر کلمہ پڑھا آکر
یہ کام اُن کا نہیں یا اہلِ ایماں کی نشانی ہے ۔۔۔ ہے وہ کس قسم میں جو قبل اقرارِ زبانی ہے
لکھا ہے اسکی نسبت عالمانِ دینِ اطہر نے ۔۔۔ دیا پہلی ہی جب حکمِ جنگ اُن کو پیمبر نے
قبول اُسکو کیا تو اہلِ ایماں ہو گئے بیتاب ۔۔۔ مگر باقی تھی تکمیل اُسکی اقرارِ زبانی تک
وہ دل سے تابعِ فرمانِ سلطانِ حجازی تھے ۔۔۔ نتیجہ اسکا یہ نکلا کہ وہ بھی مردِ غازی تھے
وہ کیا انسان ہے جو اُس طریقِ رائیگاں پر ہو ۔۔۔ خدا اُس سے بچائے جو نہو دل میں زباں پر ہو

نتیجہ کینہ کا کیسا تھا یہ اعجاز دیکھو تو ۔ کیا دشمن کو اپنے کیسا سرافراز دیکھو تو
جسے ہو یہ عداوت ہو جو ایسا دشمن جانی ۔ اُسے فرمائیں یوں داخل غلاموں میں بآسانی
ابھی تو تھا عدو اُنکا ابھی تو دشمن جاں تھا ۔ ابھی اک آن میں دیکھا تو کیسا زیر فرماں تھا
لب معجز نما کا آپکے واللہ کیا کہنا ہے ۔ کیا ہے کیسے دشمن کو مسلماں واہ کیا کہنا
جو کہتا ہو کہ باپ اور بھائی کے قاتل سے نفرت ہے ۔ وہ کہتا ہو کہ باپ اور بھائی کی اب کیا حقیقت ہے
جو آئے گھر سے اُٹھکے دشمنوں کو قتل کرنے کو ۔ وہ پاتے ہی اشارہ اُنکا چلدیں آپ مرنیکو
بیاں کس منہ سے ہو وصف رحمت شاہ حجازی ہو ۔ جو کلمہ بھی نہ پڑھ پایا ہو وہ بھی مرد غازی ہو
ہے یہ معلوم سب کو اور ہر شخص اس سے واقف ہے ۔ وہ جو کچھ کہلوا دیں وہ بھی کلمے کا مرادف ہے
مسلماں کرکے پہلے اُن کو لڑنیکی ہدایت کی ۔ کرادی بعد کو تکمیل بھی حکم شریعت کی
یہیں اس باب میں جو حکم خداوند تعالا تھا ۔ اُنھیں معلوم تھا واللہ جو کچھ ہونیوالا تھا
غرض بھاگے شکست فاش کھا کر جب وہ آہی گئیں ۔ تو لاشیں اُن کے مقتولوں کی شاہ دیں نے گنوائیں
گنا اصحاب نے اُن کو تو وہ کفار ستر تھے ۔ ہوئے تھے قتل جو اُس دن وہ بدکردار ستر تھے
مسلماں چار تھے جنکو شہادت کی ملی دولت ۔ تعاقب پھر کیا مفرور لوگوں کا بصد عجلت

جدہر کو مونہہ اُٹھا جس کا اُدہر وہ بھاگ کر آیا ❊ گروہ ایک ایسا تھا جس نے مقرِ اوطاس ٹھہرایا
جگہ یہ وہ تھی جسمیں مال و زر سب رکھ کر آئے تھے ❊ مسلمان ہی آخر انہیں کفّار کے پیچھے
وہاں پہنچے تو اُن کو قتل کر کر مال و زر لائے ❊ جو کچھ سامان تھا پیشِ شہِ جن و بشر لائے
ہوا حکمِ نبی کچھ چیز اسمیں سے نہ لی جائے ❊ جعرّانہ میں یہ ساری غنیمت جمع کیجائے

ذکرِ شیمَا دخترِ حلیمہ

حلیمہ کی تھیں دختِ نیک اختر حضرتِ شیمَا ❊ رضاعت کے بیاں میں ہو چکا ہے پہلے ذکر اُنکا
گرفتاری کے موقع پر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ❊ حضورِ پاک میں وہ بھی گرفتاروں کے ساتھ آئیں
کہا اِن اہلِ لشکر سے اگرچہ موردِ غم ہوں ❊ مگر ہیں اک رضاعی خواہرِ سردارِ عالم ہوں
کیا آگاہ محبوبِ خداوندِ تعالیٰ کو ❊ انہوں نے جو کہا تھا وہ سنایا شاہ والا کو
کہا سرکارِ والا نے نشانی کوئی بتلاؤ ❊ کہ جس سے میں تمہیں پہچان لوں اور مجھکو یاد آؤ
بیاں کرنے لگیں اُس وقت کے قصے وہ حضرت سے ❊ تو کی تصدیق اُن کی آپنے اور سب وہ یاد آئے
پھر اُن کی ماں کی نیز اَوروں کی پوچھی اُن سے خیریت ❊ تو وہ بولیں کہ میری والدہ کی ہو گئی رحلت

یہ سُن کر روئے اور اپنی ردائے پاک بچھوائی
اور اُس فرشِ مطہر پر بٹھائی اپنی ماں جائی

کہا اُن سے یہاں ٹھہرو تو میں عزت سے رکھونگا
بہت تعظیم سے رکھونگا اور وقعت سے رکھونگا

نہ ٹھہروگی تو تحفے دیکے کر دونگا تمہیں رخصت
تمہاری دلدہی منظور ہے مجھکو بہر صورت

وہ بولیں مجھکو گھر بھجوائیے یہ میری مرضی ہے
مسلماں بھی مجھے کر لیجئے یہ بھی مرا جی ہے

مسلماں کرکے اک بردہ دیا اور اک کنیزک دی
وہ جس سے خوش ہوئیں ہر چیز ایسی دی یہاں تک دی

وہاں سے لیکے یہ انعام شاہِ بحر و بر آئیں
کیا رخصت اُنھیں وہ خوش ہوئیں اپنے گھر آئیں

کنانہ اور مالک جب ہوئے مفرور میداں سے
تو سوئے قلعۂ طائف گئے حالِ پریشاں سے

وہاں رکھ آئے تھے سامان اپنا اسعد کافی
کہ لیں اُس میں پناہ آکر تو ہو اک سال کو وافی

پہنچکر قلعے میں دروازے اُسکے بند کروائے
کہا اندر نہ آئے اور نہ باہر بھی کوئی جائے

خبر یہ پاکے یوں اصحاب سے گویا ہوئے سرور
چلو فوراً یہاں سے اور گھیرو قلعے کو جا کر

ہوا تیار لشکر اور روانہ ہو گیا دم میں
نہایت جوش سے ہمراہی شاہِ دو عالم میں

وہاں پہنچے تو پتھر اور تیر اُس قلعے سے برسے
ہوئے مجروح اکثر لوگ اصحابِ پیمبر سے

وہ نقصاں انکو پہنچانے لگے جب ان طریقوں سے
خبر لی اُنکی اس لشکر نے بھی پھر منجنیقوں سے

ہوئی کثرت سے زخمی فوج سلطانِ حجازی کی ‌ ‌ ‌ شہادت بھی ہوئی بارہ مسلمانانِ غازی کی

کم و بیش اس طرح چالیس دن گذری جو لشکر کو ‌ ‌ ‌ تو فرمایا کہ بس اب چھوڑ دو اس قوم خودسر کو

چلو اس قلعے کی دیوار کے نیچے سے ہٹ آؤ ‌ ‌ ‌ ابھی موقع نہیں ہے جنگ کا اِن سے پلٹ آؤ

گراں گذرا یہ حکمِ پاک اصحابِ پیمبر پر ‌ ‌ ‌ کہا بے فتح کے ہم چل دیں اسکو چھوڑ کر کیونکر

تو فرمایا شہِ والا نے اچھا اور ابھی ٹھہرو ‌ ‌ ‌ ہوں راضی میں بھی ایسا ہی اگر منظور ہے تم کو

ہوا جب دوسرا دن تو اٹھایا اور بھی نقصان ‌ ‌ ‌ تو پھر آئے ندامت سے وہ پیشِ سرورِ ذیشان

کہا وہ کیجیے جو رائے ہو ختمِ رسالت کی ‌ ‌ ‌ یہاں موقع ٹھہرنے کا نہیں ہم نے حماقت کی

سنا جب اُن سے یہ تو مسکرائے سید والا ‌ ‌ ‌ کہا تم آج کہتے ہو وہی جو کل ہی تھا ٹالا

سمجھتے تم ہو یا رب کا ارادہ میں سمجھتا ہوں ‌ ‌ ‌ سمجھتے یہ نہیں تم سے زیادہ میں سمجھتا ہوں

چلے آئے غرض اُس قلعے سے سرور معہ لشکر ‌ ‌ ‌ جِعِرّانہ کی جانب رُخ کیا ہٹکر معہ لشکر

منگائی سب غنیمت سامنے اپنے پیمبر نے ‌ ‌ ‌ حضوری میں وہ لاکر پیش کی اصحابِ بہتر نے

وہ تھا مال اتنا بھی تعداد گنتی سے سوا جسکی ‌ ‌ ‌ وہ تھی اتنی غنیمت بھی نہ حد و انتہا جسکی

کہا جو کچھ ہے ساماں سب ہمارے سامنے آئے ‌ ‌ ‌ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی باقی نہ رہ جائے

عقیل بن ابی طالب نے سوزن ایک لے لی تھی / ہوا ساماں فراہم جب تو دیکھا ہیں وہ بھی تھی

عیاں کرنے لگے پھر لطف شاہِ ذی حشم اپنا / بڑھایا اہلِ مکہ کی طرف دستِ کرم اپنا

ضرورت تھی جو تالیفِ قلوبِ اہلِ مکہ کی / تو جس نے آپ سے جو چیز مانگی وہ اُسے دیدی

نہ آئیں گنتی ہیں وہ بکریاں موجود جتنی تھیں / پہاڑی ایک ساری بھر گئی تھی اُن سے اتنی تھیں

وہیں صفواں کھڑے تھے دیکھتے تھے بار بار اُنکو / بہت بیچین تھے آتا نہ تھا صبر و قرار اُنکو

اِدہر تو کرتے تھے تقسیم کا یہ کار واجب بھی / اُدہر تھا گوشۂ چشمِ پیمبر اُن کی جانب بھی

وہ تھے اُسوقت تک کافر مگر اُن سے یہ فرمایا / یہ گلہ بکریوں کا ہی تمہیں شاید پسند آیا

وہ بولے ہاں میں خوش ہوتا ہوں انکو دیکھکر بیحد / بڑا مال آپکے ہاتھ آیا ہی اے سرورِ امجد

ہوا ارشاد عالی بے سوال و بے طلب بخشیں / یہ جتنی ہیں تمہیں ہم نے یہ اے صفوان سب بخشیں

پڑھا کلمہ اُنھوں نے اور گر کر قدموں پر بولے / سخی جیسے ہیں حضرت ایسا کوئی اور ہو تو بولے

ہیں بالاتر یہ باتیں ایک انسانی طبیعت سے / نہیں ممکن ہیں اوروں سے مگر ختمِ رسالت سے

کرامت ایسی دنیا میں کسی سے ہو نہیں سکتی / یہ وہ رحمت ہی جو غیر نبی سے ہو نہیں سکتی

غرض کی اہلِ مکہ پر سخاوت ایسی حضرت نے / کہ اُن کو کر لیا مرہونِ منت اُن کی رحمت نے

ہوئے محجوب وہ کی پردہ داری عیوب اُنکی　　وہ خوش ہو ہو گئے کی ایسی تالیف قلوب اُنکی

ذکر شکایت انصارؓ متعلق داد و دہش مولفۃ القلوب

گراں گذری یہ بات انصار کو اور یوں لگے کہنے　　ہمیں محروم مال و زر رکھا یہ کیا کیا شہ نے

کہیں کس سے یہ باتیں اب کہاں ہم جا کے سر ماریں　　ابھی تک خون آلودہ ہیں ہم لوگوں کی تلواریں

فزوں بخشا طلب سے بھی تو اُن کو اسقدر بخشا　　انھوں نے کیا کیا تھا جو انھیں یہ مال و زر بخشا

کہیں باتیں اور بھی اس قسم کی آزردہ ہو ہو کر　　وہ اُن کی گفتگو القصہ پہنچی پیش پیغمبر

یہ سن کر شاہ والا خیمۂ پُر نور میں آئے　　وہاں موجود تھے انصار جتنے سب وہ بلوائے

بیاں اُن کا سنایا اُن کو اور انصار سے پوچھا　　کہ تم نے یہ کہا ہے یا نہیں ہے اصل اس کی کیا

ہوئے سب چپ تو اُٹھکر چند اصحاب سحر نے　　کہا بیشک کہی ہوگی یہ بات اے شاہ اکبر نے

مگر ہمکو خبر اسکی نہیں یا شاہ دیں اتنک　　ہمارے کان تک یہ گفتگو پہنچی نہیں اتنک

ہمارے کچھ جوانوں نے ضرور ایسا کہا ہوگا　　مگر واللہ ہمکو کچھ خبر اس کی نہیں شاہا

کہا پھر آپ نے کیا اس سے پہلے تم نہ تھے کافر　　یہی تھی کیا تمہاری پہلے جو ہے حالت حاضر

نہ تھے آپس میں کیا تم اس سے پہلے دشمن جانی
تھی کیا پہلے بھی تم میں دولت دین مسلمانی

نہیں کیا اتحاد باہمی پہلے بھی آتا تھا
یہ تھی آپس میں ہمدردی یہ رشتہ تھا یہ ناتا تھا

ابھی تو یاد ہوگی دشمنی اوس اور خزرج کی
لڑائی مدتوں تک باہمی اوس اور خزرج کی

ابھی دشمن تمہارا ایک ایک اپنا پرایا تھا
غرض تم تھے یہاں تم میں نہ جب تک آیا تھا

یہ باتیں سن کے جب انصار چپکے ہو گئے سارے
تو پھر اُن سے مخاطب ہو کے یوں شاہ ہدیٰ بولے

ہو کیوں خاموش اے انصار تم دو یہ جواب اسکا
کہ ہم میں آئے تھے اسوقت جب بالکل تھے تم تنہا

نکالا تھا تمہیں گھر سے تو ہم میں آ کے ٹھہرے تھے
کرو وہ یاد کس رنج و الم میں آ کے ٹھہرے تھے

تمہیں لائے بلا کر ہم تمہاری ہم نے نصرت کی
نہ ہونے دی ذرا تکلیف تم کو ایسی خدمت کی

تمہارے واسطے ہم نے لٹایا مال و زر اپنا
بٹھایا اپنی آنکھوں پر دیا رہنے کو گھر اپنا

مدد اسوقت ہم نے کی تھی جب کہ ساتھ نہ تھا کوئی
ہمیں اسوقت تھی جب صاحب احسان نہ تھا کوئی

کہے ایسے ہی اور الفاظ بھی سرکار والا نے
جنہیں سن کر بہت نادم ہو کر وہ اور بہت روئے

کہا پھر یوں شہ دیں نے کہ اے انصار تم سن لو
وہ بیرونی ہیں اور تم اندرونی پیرجامہ ہو

ابھی تک اُن کے دل میں مال دنیا کی محبت ہے
تو تالیف قلوب اہل مکہ کی ضرورت ہے

جو تم پر ہی نہیں ہرگز وہ میرا اعتبار اُن پر
کیا ہی اس لئے اموال دنیا کو نثار اُن پر

بتاؤ تو مجھے انصار کیا تم خوش نہیں اِس سے
یہاں سے ہو کے واپس جب گھروں کو جاؤ گے اپنے

تو لیجاؤ گے ساتھ اپنے رسولِ حق تعالا کو
مگر لیجائیں گے وہ بے حقیقت مال دنیا کو

تمہارے ساتھ بھی ہو مال دنیا کیا یہ اچھا ہے
معیت میں رسول اللہ کی ہو یا یہ اچھا ہے

یہ سُن کر جتنے تھے انصار بولے یک زباں ہو کر
بہت ہی خندہ رو ہو کر بہت ہی شادماں ہو کر

گواہی سے خدا کی کہتے ہیں ہم یا رسول اللہ
ہیں اس صورت میں بیحد شاد و خورم یا رسول اللہ

متاعِ دنیوی سے اب ذرا اُلفت نہیں ہمکو
حضوری چاہتے ہیں مال کی حاجت نہیں ہمکو

کہا سرکار والا نے خدا کا مجھ سے وعدہ ہے
قریب ایام میں بحرین مجھ کو ملنے والا ہے

ابھی اُسکا وثیقہ میں یہ لکھوا دوں جو تم چاہو
کہ میرے بعد یہ سارا علاقہ بس تمہارا ہو

بہت روئے وہ یہ کہہ کر شہنشاہِ دو عالم سے
نہیں ہم چاہتے سرکار کا سایہ اُٹھے ہم سے

علاقہ کیا کرینگے ہم بھلا بحرین کا لیکر
اُٹھا جب سر سے ہم لوگوں کے ظل دامن سرور

کہا سرکار نے یہ وقت سب کو آنے والا ہے
جو آیا ہے جہاں میں ایک دن وہ جانے والا ہے

جو دنیا سے چلا جاتا ہے وہ آتا نہیں پھر کر
یہاں سے جا کے میں تم سے ملونگا حوض کوثر پر

نہیں ہوگی ضرورت بعد میرے اس علاقے کی ۔ یہ صورت ہی تمہارے فکر روزی سے افاقے کی
مسلماں ہونیکو بعد اس کے آئے مرد و زن صدہا ۔ گیا تھا جو غنیمت میں وہ اپنا مال بھی مانگا
کہا سرکار نے تم دیر میں آئے یہ دقت ہے ۔ کہ میں وہ کر چکا تقسیم جو مالِ غنیمت ہے
مگر کہتا ہوں اُن لوگوں سے جن کے پاس پہنچا ہے ۔ کہ کر دیں وہ تمہیں واپس تو اُن کے حق میں اچھا ہے
اُسی دم حکم جاری ہوگیا سب لشکری آئیں ۔ مع مالِ غنیمت سامنے میرے ابھی آئیں
وہ آئے تو کہا یہ لوگ آئے ہیں ہوازن کے ۔ غنیمت میں لیے ہیں تم نے مال و مرد و زن جن کے
مسلماں ہوگئے ہیں اپنے سامانوں کے طالب ہیں ۔ مسلماں ہوگئے یہ تو بجا اُن کے مطالب ہیں
میں خوش ہونگا اگر مالِ غنیمت انکو دیدوگے ۔ دعا مجھ سے خدا سے اجر اسکے بدلے میں لوگے
وہ بولے دست بستہ ہو کے یہ سرکار کا سب ہے ۔ کریں ہم حکم میں کچھ عذر ہمکو کب یہ منصب ہے
مگر کچھ لوگ تھے اُن میں سے سخت و نادہند ایسے ۔ کہ بولے ہمکو جو کچھ مل چکا وہ ہم نہیں دینگے
اگرچہ اُن کو یہ کہنے کا حق تو تھا مگر پھر بھی ۔ نبی کا حکم سُن کر اس طرح کرنا نہ تھی سختی
وہ نو مسلم تھے اُن کو مالِ دنیا کی محبت تھی ۔ اسی باعث سے خود حضرت نے بات اُن کی روا رکھی
کیا ارشاد اگر اسوقت تم سے مال لے لونگا ۔ تو آئندہ عوض میں ایک کے میں تم کو چھ دونگا

سُنا یہ حکم حضرت کا تو وہ بھی ہو گئے راضی
غرض سرکار نے ہر شخص کی ہر چیز دلوا دی

کہا پھر آپ نے مالک کہاں ہے کیوں نہیں آتا
مسلماں ہو کے آتا اور سامان اپنا لے جاتا

سوا اسکے اُسے کچھ اور بھی دونگا اگر آئے
یہ سُنا تھا کہ مالک بھی سوئے خیر البشر آئے

مسلماں ہو گئے اور پائے سب اہل و عیال اپنے
ہوئے خوش اور اُسی دم کھو دیئے رنج و ملال اپنے

نعت

سخاوت کا کمال اُس دن دکھایا آپ نے ایسا
کسی نے جو سُنا بھی تو نہیں تھا دیکھنا کیسا

خدا کے فضل سے درجے بڑے حضرت نے پائے تھے
وہ نیک اعمال ہیں بالکل مکمل ہو کے آئے تھے

خدائی بھر میں کیوں بالا نہ ہوتا سب سے نام اُن کا
مطابق تھا کلام رب سے سر تا سر کلام اُن کا

ہے ما ینطق سے ظاہر وہ کوئی خواہش نہ رکھتے تھے
کسی حالت میں بھی دنیا کی آسایش نہ رکھتے تھے

جہاں سطوت میں عاجز بادشاہ ہفت کشور تھا
وہاں ہاتھ اُنکا تکیہ بوریائے فقر بستر تھا

خدا کے سامنے عجز شہ لولاک کو دیکھو
چٹائی کے نشاں کو اور جسم پاک کو دیکھو

جہاں کونین کی نعمت در دولت پہ لوٹی ہو
وہاں افطار صوم پاک کو اک جو کی روٹی ہو

ہوں جو زمزم پہ قابض ملک جنکی حوض کوثر ہو
نہ آب سرد پینے کے لئے اُن کو میسّر ہو

جہاں کی دولتیں بٹتی ہوں جس ذیجاہ کے در پر
پرانے اور پھٹے کپڑے ہوں اُسکے جسم اطہر پر

فرشتے جس کے در پر رہتے ہوں حاضر کمر باندھے
اُسے جب بھوک لگتی ہو تو پتھر پیٹ پر باندھے

جسے معراج میں شب کو مقامِ قرب حاصل ہو
سحر کے وقت اُس کے دوش پر بار ارال ہو

جو مالک ہو خدائی بھر کا جو دنیا کا آقا ہو
کئی دن تک برابر اُس نبی کے گھر میں فاقہ ہو

ہزاروں جس کے ہوں خدام جو عالم کا داتا ہو
وہ جاکر اپنا سودا آپ بازاروں سے لاتا ہو

وہ سلطاں فخر موجودات جس کی ذات عالی ہو
رواں اُسکی زبانِ پاک پر الفقرُ فخری ہو

وہ حاکم فرش سے تا عرش جس کی بادشاہی ہے
وہ سلطاں حکم جاری جس کا مہ تا بماہی ہے

وہ محسن جس کا احساں ایک اک فردِ بشر پر ہے
وہ منعم نعمتِ کونین حاضر جس کے در پر ہے

وہ معطی جو زمانے کو متاعِ شادمانی دے
وہ مخبر جو جہاں کو اطلاعِ آسمانی دے

وہ رہبر فیض بخشِ عام ہی لطفِ اتم جس کا
وہ ہادی مشعلِ راہ ہدا نقشِ قدم جس کا

وہ فیاض ایسا جس کا فیض ہی سارے زمانے پر
وہ ذی رتبہ جھکا ہی چرخ جس کے آستانے پر

وہ شارعِ شرعِ اقدس جسکی اک عالم پہ حاوی ہے
وہ واقف جس پہ روشن حالِ ارضی و سماوی ہے

وہ شافع عاصیوں کو ناز ہے جس کی شفاعت پر
وہ حامی بیکسوں کو فخر ہے جس کی حمایت پر

وہ مقبولِ جنابِ رب جو محمود الخصایل ہیں
وہ محمود الخصایل جن کے لاثانی فضایل ہیں

وہ سلطان وحید العصر شاہنشاہ لاثانی
فقیروں نے سکھائی جن کے دنیا کو جہانبانی

غرض واں دشمن سے جب فراغت پائی حضرت نے
مدینے کو روانہ ہو گئے ساتھ اپنے لشکر کے

غزوہ تبوک

سنا جب رومیوں نے حال اسلامی ترقی کا
تو اُن کے دل میں اک شعلہ حسد کی آگ کا بھڑکا

ہرقلِ روسیہ تھا ناز جس کو اپنے لشکر پہ
نصارا میں جو تھا اسوقت سب سے بڑھکے طاقتور

یہ بولا جمع کر کر اپنے ہم قوموں کو صحبت میں
مسلمانوں نے ہمکو ڈال رکھا ہے مصیبت میں

مناسب ہے کہ اب اچھی طرح ان سے لڑائی ہو
انھیں ہر سمت سے گھیریں مدینے پر چڑھائی ہو

ضرورت ہے کہ ہو اچھی طرح اب ان کو فہمایش
کہ ہے حد سے سوا ظلم و ستم کی ان کے افزایش

مدینے کی طرف اک شامیوں کا قافلہ آیا
کسی نے اُن میں سے یہ حال اہل دیں کو بتلایا

سُنا یہ حال محبوب الٰہی نے تو یوں بولے
چڑھائی کے لیے تیار فوج اہل دیں ہو لے

یہاں حالت یہ تھی اک سال سے برسا نہ تھا پانی
کنوئیں بھی ہو گئے تھے خشک اک قطرہ نہ تھا پانی

ہوا تھی گرم گرمی کا تھا موسم خشک سالی تھی
نہ بازاروں میں رونق تھی نہ جلسوں میں بحالی تھی

نحافت سے سب اصحاب پیمبر مثل مردہ تھے
غذا میں تھیں کھجوریں خشک یا جو کرم خوردہ تھے

تھی یا چربی وہ جس میں تھی کثافت اور بدبو تھی
خورش ہر گھر میں یہ تھی اہل دیں کی اور ہر سو تھی

ادھر تو خشک ہو کر رہ گئیں تھیں کھیتیاں ساری
ادھر پینے کو پانی ہاتھ آتا تھا بہ دشواری

یہ حالت اور اس حالت میں یہ جنگ عظیم ان کی
مگر تھا لاج رکھنے کو خدا او نبی کریم ان کی

ہوا حکم نبی اصحاب اپنا مال و زر لائیں
سمجھتے ہوں مناسب جس قدر بس اُس قدر لائیں

یہ ارشاد نبی سن کر گئے سب اپنے اپنے گھر
حضور مصطفیٰ میں لائے اپنا اپنا مال و زر

کوئی لایا تہائی کوئی چوتھائی کوئی آدھا
بقیہ اپنے اہل بیت کے نفقے کو گھر چھوڑا

ہوا ایثار جو اس کام میں صدیق اکبر سے
نہ ممکن ہو سکا وہ اور اصحاب پیمبر سے

کہ ذرا اک وقت کی بھی جس سے ہوتا نہیں چھوڑا
جو کچھ تھا گھر میں سب لے آئے اک تنکا نہیں چھوڑا

جو پوچھا سب سے حضرت نے کہ کیا لائے ہو کیا چھوڑا
بتایا سب نے جو لائے تھے اور باقی جو تھا چھوڑا

کہا جب حضرت صدیق سے کیا چھوڑ آئے ہو
خدا کی راہ میں دینے کو کتنا مال لائے ہو

کہا جو کچھ تھا گھر میں سب کا سب ہمراہ لایا ہوں   ہیں گھر والوں کو اللہ و نبی پر چھوڑ آیا ہوں
یہ مانا اِس گھڑی وہ مفلس و نادار و بیکس ہیں   مگر اُن کے لیے اللہ اور اُس کا نبی بس ہیں
ہوئے خوش سرورِ کونین اُن کا یہ بیاں سُن کر   ہے حیرت میں سب ایثار کی یہ داستاں سُن کر
دیا عثمان نے اُس روز اتنا مال و زر اپنا   خدا کی راہ میں گویا لُٹایا خوب گھر اپنا
روایت ایک تو یہ ہے کہ سہ صد اونٹ لائے تھے   طلا تھا دس سو مثقال اُن کے اونٹوں پر جب آئے تھے
روایت دوسری یہ ہے کہ اشتر لائے تھے دس سو   اور اُن کے ساتھ میں دینار لیکر آئے تھے دس سو
لکھا ہے یہ بھی اِس سے بھی زیادہ لائے تھے ساماں   غرض یہ ہے دیا تھا مال اپنی شان کے شایاں
دعا نکلی یہ اُن کے حق میں قلبِ پاک حضرت سے   رہیں عثمان یارب امن میں خوفِ قیامت سے
کہا یہ بھی کہ نیک اعمال کی خواہش نہ ہو اِن سے   یہ چاہے کچھ کریں لیکن کوئی پرسش نہ ہو اِن سے
ہے ذکر عبدالرحمٰن ابنِ عوف اِس طرح سے آیا   کہ وہ مردِ خدا بھی بیس ہزار اپنے درم لایا
جو گھر چھوڑ آئے تھے تعداد بھی اتنی ہزار اُن کی   بہت تعریف کرتے تھے حبیبِ کردگار اُن کی
دعا دی اُن کو تم پر لطفِ حق روزِ جزا تک ہو   جو لائے وہ مبارک ہو جو چھوڑا وہ مبارک ہو
بقدرِ حیثیت سب لائے مفلس بھی تونگر بھی   نہ رکھے عورتوں نے جسم پر موجود زیور بھی

وسق لائے کئی غلے کے اپنے عاصم اکرم
وسق ایک وزن ہے جو ڈھائی من سے ہوتا ہے کچھ کم

تھے انصاری میں ایک صاحب بو عقیل ایسے
جو بالکل مفلس و نادار تھے او کچھ نہ رکھتے تھے

انھوں نے رات بھر پانی بھرا اجرت یہ لوگوں کا
ملی جو انکو مزدوری وہ صرف اک صاع تھے خرما

سحر کو حاضر دربار ہو کر اور شرما کر
وہی اک صاع خرما رکھدیئے پیش نبی لا کر

نبی نے اُن کے اس صدقے کی بیحد قدر فرمائی
یہ اُن کی نذر جملہ مال و زر سے اونچی رکھوائی

تمسخر کرتے تھے کافر جو اس نذر محقر کا
ہوا قرآں میں نور الحکم نازل رب اکبر کا

کہ محنت کر کے لانے والوں پر ہنستے جو موذی ہیں
ہم اُن پر ہنستے ہیں وہ دوزخی ہیں اور ناری ہیں

زمیں کا اپنی محصول ایک صاحب نے کیا قرباں
کہا جو چاہے اہل دیں وہ لے اس میں سے ہر ساماں

تعرض کچھ نہ ہوگا مجھکو یا شاہ ہدا اُس سے
میں راضی ہوں نبی راضی ہوں راضی ہو خدا اُس سے

غرض خوش ہو کے شاہ دیں نے لیکر مال و زر کو
عطا فرمایا اپنے مفلسان اہل لشکر کو

ہوا ساماں تو پھر ہونے لگی تیاری لشکر
مسلح ہو کے فوج دیں گھروں سے آ گئی باہر

کیا ہے تیس ہزار اک شخص نے شمار اُن کو
بتایا ہے خلاف اس کے کسی نے چہل ہزار اُن کو

گنا ہے مختلف اشخاص نے جو بار بار اُن کو
کوئی اک لاکھ کہتا ہے کوئی ستّر ہزار اُن کو

مگر تیس ہزار اشخاص ہیں ان اصحابِ دیں میں سے / سواروں میں تھے بیس اور دو ہزار اشخاص پیدل ہیں

مدینے میں خلیفہ حضرتِ مولا علی چھوڑے / معیت کیلئے ان کی دیئے اصحاب بھی تھوڑے

جو عبد اللہ ابن ام مکتوم اک فدائی تھے / نماز پنج وقتی کی امامت کی سپرد ان کے

کہا مولا علی نے دست بستہ ہو کے حضرت سے / کہ میں محروم کیوں رکھا گیا ہوں اس سعادت سے

کسی غزوے میں میں نے جاں نثاری میں کمی کب کی / سوا کی اپنی ہمت سے کی جو سعی اور جب کی

کہا سرکارِ دو عالم نے کہ بیشک یہ مسلم ہے / مگر کرتا ہوں میں تم کو خلیفہ یہ بھی کیا کم ہے

کیا تھا جیسے ہارون کو خلیفہ اپنا موسیٰ نے / یہیں تم کو مشرف میں بھی کرتا ہوں خلافت سے

ہوئے مولا علی چپ سن کے یہ ارشاد آنحضرت / ہوئی پھر لشکرِ اسلام کی ترتیب کی صورت

مقدم سب سے رکھا حضرتِ خالد کے لشکر کو / بنایا میسرہ پر عبد رحمٰن دلاور کو

سپاہِ حضرتِ طلحہ کو سمتِ میمنہ بخشی / عقب میں سارے لشکر کے رہے شاہنشہ عالی

چلا پھر لشکرِ اسلام جاہ و شان و شوکت سے / ہلاتا چرخ کو تکبیر کے نعروں کی ہیبت سے

بڑھاتا دبدبہ اپنا عیاں کرتا کمال اپنا / مچاتا دھوم اٹھاتا شور دکھلاتا جلال اپنا

اٹھاتا فیض کامل خدمتِ محبوب باری سے / دباتا رفعتِ چرخ بریں گرد سواری سے

ہنسانا دوستوں کو عیش و عشرت ہائے پیہم سے
رلانا دشمنوں کو رنج سے اندوہ سے غم سے

بنانا کام اپنے ہمرہئ شاہ والا سے
لگانا لو خیال لطف وجود حق تعالیٰ سے

بھرا تھا جوش دل میں روک لینا ان کو مشکل تھا
پیادے تھے ہوا کے گھوڑوں پر یہ شوق منزل تھا

اگرچہ دور تھیں اس وقت تک جنگی مقاموں سے
مگر تیغیں ابھی سے اُبلی پڑتی تھیں نیاموں سے

چلانے کو کسی کے پاس چابک تھا نہ کوڑا تھا
ہوا سے بھی مگر بڑھاویں قدم آگے جو گھوڑا تھا

ابھی سے فتح کے پھل ہاتھ میں تھے تیغ والوں کے
بنے تھے گلشن امید نصرت پھول ڈھالوں کے

بڑھے جاتے تھے بوڑھے جبر نے صف پہلوانوں میں
چلے جاتے تھے بچے چہرے کھلتے جوانوں میں

رواں تھے سب کے سب یوں فتح و نصرت کی تمنا میں
چلے دشت جنوں کو جیسے کوئی جوش سودا میں

اُدھر اس پر بھروسہ پیش و پس اللہ ہی اللہ تھا
اِدھر تکبیر کا غل تھا تو بس اللہ ہی اللہ تھا

جو زینت کا نجوم اصحاب نے دی تھی رواں ہو کر
زمینِ لشکرِ دیں رہ گئی تھی آسماں ہو کر

رہِ اسلام میں چلنے کی خاطر مر کے پل نکلے
رجز پڑھتے اکڑتے فوج دیں کے دل کے دل نکلے

قیامت چال سے رہواروں کی آئی جاتی تھی
بپا ہوتا تھا محشر مردوں میں جاں آئی جاتی تھی

جو ہوتے مرتبے اس لشکرِ دیں کے وہ کمتر تھے
خدا کا تھا یہ لشکر اور پیمبر میر لشکر تھے

پیمبر وہ پیمبر جن کی خادم کامگاری تھی ۔ پیمبر وہ پیمبر فتح جن سے قول ہاری تھی
وہ جن کی شان ہر انداز میں عالی سے عالی تھی ۔ وہ پیغمبر نبوت ختم جن پر ہونیوالی تھی
غرض اس شان سے بڑھکر وہ سردار ملوک آئے ۔ ہوئے داخل سواد شام میں سوئے تبوک آئے
خوشی سے بار اُترے فارغ رنج و محن ہو کر ۔ تھکا تھا لشکر اسلام ٹھہرا خیمہ زن ہو کر
کوئی کہتا ہے ٹھہرے تھے یہاں سب وہ مہینے تک ۔ کسی نے اس سے کم مدت لکھی ہے اسمیں کر کے شک
سُنا جب رومیوں نے حال اس لشکر کی آمد کا ۔ کیا اظہار نامردوں نے اپنے خوف بیجا کا
ڈرے گھبرائے سہمے کانپ اُٹھے مضطر ہوئے روئے ۔ تھے کم پہلے ہی سے لیکن جو کچھ تھے ہوش وہ کھوئے
ہرقل اس حال کو سُن کر اُٹھا دربار میں آیا ۔ سفیران ممالک کو سر دربار بلوایا
کہا اُن سے سُنا کچھ فوج اسلام آئی ہے چڑھ کر ۔ ہوئی ہے آج داخل وہ حدود شام میں بڑھکر
خبر پہلے منگانا چاہیے سب کتنے لشکر ہیں ۔ کریں معلوم یہ بھی ساتھ کیا اُن کے پیمبر ہیں
یہ ٹھہرا کر بنی غسّان کے اک شخص کو بھیجا ۔ کہا اس سے کہ کرو دریافت جا کر سارا حال اُنکا
کہا پہچاننا اُن کو کہ ہیں کن کن قبائل سے ۔ علامات و صفات و صورت و شکل و شمائل سے
غرض تفتیش کرنا خوب کل حالات لشکر کے ۔ وہ رکھنا یاد اگر کچھ معجزے دیکھے پیمبر کے

یہ سُن کر چل دیا وہ صبحدم اور شام میں آیا ۔ کسی صورت سے آخر لشکرِ اسلام میں آیا

یہاں کے ٹھیک جو کچھ حالات سب اچھی طرح دیکھے ۔ سمجھکر ساری باتیں چل دیا جا کر کہیں اُن سے

ہرقل اُسکا بیاں سُن کر ہوا کچھ اور بھی خائف ۔ کہا درباریوں سے اپنے میں پہلے سے ہوں واقف

وہ دب سکتے نہیں اُن سے بگڑنا نامناسب ہے ۔ مری تو رائے یہ ہے اُن سے لڑنا نامناسب ہے

تردد انہیں کیا ہے اہلِ ایماں کیوں نہ ہو جائیں ۔ ہمارا کیا بگڑتا ہے مسلماں کیوں نہ ہو جائیں

رعایا اور فوج اُسکی ہوئی ناراض یہ سُن کر ۔ کہا اُس سے کہ اس ذلت سے مرنا ہے کہیں بہتر

کہا اُس نے نہ اُن سے بلکہ خونریزی سے ڈرتا ہوں ۔ نہیں راضی اگر اس پر تو پھر میں صلح کرتا ہوں

ابھی یہ مشورہ کرتے تھے باہم رومی و شامی ۔ کہ آیا خسروِ دنیا و دیں کا نامۂ نامی

لکھا تھا اُسمیں یا تو کفر سے بیزار ہو جاؤ ۔ نہیں ہوتے تو لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ

لکھا اُس بادشاہِ روم نے فوراً جواب اُسکا ۔ کہ میں لاتا ہوں یہاں آپ پر ایسے سپہ والا

جواب اُسنے لکھا جب یہ کہ جو اُس خط سے ظاہر ہے ۔ کہا سرکار نے مکار ہے جھوٹا ہے کافر ہے

کیا پھر مشورہ اصحاب سے اپنے کہ اب کیا ہو ۔ یہاں سے واپسی کا قصد ہو یا جنگ برپا ہو

اُٹھے فاروقِ اعظم اور ادب سے یوں ہوئے گویا ۔ مناسب ہے وہی ہوگا جو ہوگی مرضیِ مولا

مگر پوچھا ہی جب سرکار نے تو عرض کرتا ہوں ۔۔۔ مرے جی میں جو کچھ اسوقت ہے وہ کہہ گذرتا ہوں

اگر اسوقت ٹھہرا دی لڑائی کی تو دقت ہے ۔۔۔ بہت تھوڑے ہی ہیں ہم اور لشکرِ دشمن کی کثرت ہے

خدا کے فضل سے یہ ہو گئی ہے اور آسانی ۔۔۔ کہ ہیبت سے ہماری کافروں میں ہے پریشانی

مسلماں بن کے مکاری سے جاں اپنی بچاتے ہیں ۔۔۔ ہمارے خوف سے گھبراتے ہیں باتیں بناتے ہیں

اگر اسوقت ان کو چھوڑ جائیں ہم تو بہتر ہے ۔۔۔ اسی میں فائدہ فی الحال اے محبوبِ داور ہے

کہا سرکار نے بیشک تمہاری رائے صائب ہے ۔۔۔ مرے نزدیک بھی اسوقت لڑنا نامناسب ہے

دیا پھر واپسی کا حکم سرکارِ دو عالم نے ۔۔۔ مدینے کا کیا کوچ اُن کے اصحابِ مکرم نے

گئی تھی فوج جتنی سب وہ واپس اپنے گھر آئی ۔۔۔ وفات اک صاحبِ ایمان نے تپ کے صدمے سے پائی

کیا دفن اُن کو محبوبِ خدا نے ہاتھ سے اپنے ۔۔۔ رہی باقی یہاں چھوڑے گئے بس ساتھ سے اپنے

کوئی دیکھے ذرا کس شان کے اصحاب برتر تھے ۔۔۔ خدا بخشے انھیں کیا تابعِ حکمِ پیمبر تھے

مدحِ صحابہ کرامؓ

سُنے حالات اصحابِ نبی اے سامعیں تم نے ۔۔۔ سُنے دیکھے ہیں ایسے صاحبِ ایماں کہیں تم نے

سنئے کچھ کارنامے کیسے عالی شان اُن کے تھے
اگر ایمان کی پوچھو تو بس ایمان اُن کے تھے

رہِ دینِ خدا میں کی ہے کیسی کیسی جانبازی
وہ کیسے کیسے مومن تھے وہ کیسے کیسے تھے غازی

نہ دو دو روز جو آبِ و غذا سے سیر ہوتے تھے
وہ چلتے تھے جو لڑنے کے لئے تو شیر ہوتے تھے

سبب حیرت کا اُن کے جو ہر رنگ طبیعت تھے
وہ مثلِ آئینہ تھے پاک باطن صاف طینت تھے

سخاوت خلق میں مشہور اُن اللہ والوں کی
شجاعت تو اک ادنیٰ تھی صفت اُن باکمالوں کی

بحمد اللہ ہم اُس کشتی میں ہیں وہ جس کے کھیوا ہیں
نہیں ہیں ویسے تو لیکن پھر اُن کے نام لیوا ہیں

مقامِ گفتگو کیا ہو پھر اُس امت کے پائے میں
جس امت کی ہوئی ہو پرورش ایسوں کے سائے میں

لکھا تھا کیا سعادت کا شرف اُن کے مقدر میں
کہ حاضر رہتے تھے دن رات دربارِ پیمبر میں

ستائش اُن کی ہوتی تھی زبانِ پاکِ حضرت سے
خطاب انکو ملا کرتے تھے دربارِ رسالت سے

عجب تھی اُن کی کیفیت عجب اُن کے سرشتے تھے
وہ صورت میں تھے انساں اور سیرت میں فرشتے تھے

کوئی حد ہی نہیں ہے اُن کے اوصافِ معظم کی
رہا کرتے ہوں جو خدمت میں آقائے دو عالم کی

نہیں ہیں وہ مگر موجود اُن کا ذکر ہے ہم میں
ہے اُن کا نام زندہ حشر تک اقصائے عالم میں

دل و جاں سے نبی پر اپنے قرباں ایسے ہوتے ہیں
وہ یہ بتلا گئے سب کو مسلماں ایسے ہوتے ہیں

جو وہ بتلا گئے ہیں سامنے وہ راہ جنّت ہے
نہ وہ سمجھیں ہم تو نادانی ہے غفلت ہے حماقت ہے

ہے ناممکن کسی کا حال ویسا ہو نہیں سکتا
وہ جیسے ہو گئے اب کوئی ایسا ہو نہیں سکتا

مقابل لاکھ ہوں تو وہ نہ منہ موڑیں ستیزوں سے
سنیں لا تقنطوا تو منہ کو پھیریں سنگریزوں سے

کسی صورت سے باتوں میں نہ اہل کفر کی آئیں
کریں نہ بہانہ عمرہ اور کعبے میں پہنچ جائیں

ہے جیسی اُنکی یارب نیکنامی ہو تو ایسی ہو
محبّت ہو تو ایسی ہو غلامی ہو تو ایسی ہو

ہے کون ایسا جسے اُن کی صفت لکھنے کی طاقت ہو
بیانِ خاتمہ یہ ہے خدا کی اُن پہ رحمت ہو

ذکر حضرت کعب رضؓ

یہاں موقع ہے قصہ میں لکھوں کعب ابن مالک کا
بہت دلچسپ ہے سننے کے قابل ہے یہ افسانہ

ہوا جب حکم حضرت کا پئے تیاری لشکر
تو حاضر ہو گئے تھے جسقدر اصحاب پیغمبر

مگر اُن میں تھے پانچ ایسے گھروں سے جو نہیں نکلے
انہیں اصحاب خمسہ میں سے کعب اہل دیں نکلے

بہت سامان زیادہ بہر کار نیک لیتے تھے
لئے تھے اُنکے دو اونٹ اس سے پہلے ایک لیتے تھے

وہ اس غزوے میں جانیکے لئے تیار بالکل تھے
مطیع حکم پاک سیّد ابرار بالکل تھے

وہ تھے اک مومنِ کامل نہ تھا کچھ پیش و پس انکو | پریشانی ذرا تھی موسمِ گرما سے بس انکو
چلا جب لشکرِ دیں تو کہا گرمی زیادہ ہے | معافی چاہتا ہوں آج اور کل کا ارادہ ہے
ہوا جب دوسرا دن تو یہ سوچا آج بھی ٹھہروں | توقف اسقدر رہنا نہیں کچھ ایسا ناموزوں
ذرا مہلت جو دے گرمی تو میں گھر سے نکل جاؤں | یہی کہتے رہے وہ آج جاؤں اور کل جاؤں
وہ گھر بیٹھے یہی سوچا کئے اس دو مہینے میں | کہ لشکر اہلِ دیں کا آگیا واپس مدینے میں
سنی جب یہ خبر تو وہ پریشاں ہو کے گھبرائے | ملا جب کوئی تو گردن جھکا لی اور شرمائے
یہ کہتے تھے کہ بگڑی کیسی میری بات اب کیا ہو | رسولِ مرسلیں کو منہ دکھانے کا سبب کیا ہو
میں کیونکر جاؤں انکے سامنے اور کیا کہوں جا کر | یہ دل میں سوچتے تھے اور روتے تھے گھبرا کر
منافق کہتے تھے ان سے بہانہ کوئی کر دینا | جو اصلی واقعہ ہو کیا ضرور اس کی خبر دینا
وہ کہتے تھے جو باتیں بد ہیں دی خالق پناہ ان سے | نہیں ممکن کروں میں عذر بدتر از گناہ ان سے
قبول اسکو کرونگا جو سزا دیجائیگی مجھکو | کرونگا عرض اصلی واقعہ اب چاہے کچھ بھی ہو
ارادہ کر گئے یہ وہ ایک دن مسجد میں آ بیٹھے | قریب اصحاب کے اک گوشۂ مسجد میں جا بیٹھے
تو دیکھا آپ انکو دیکھ کر تا دیر لیتے ہیں | مگر جب وہ دیکھتے ہیں یہ تو رخ کو پھیر لیتے ہیں

یہاں یہ ہو چکا تھا حکم سلطانِ رسالت کا — سب اُن سے قطع کر دیں سلسلہ صاحب سلامت کا

ذرا پروا نہ کیجائے اگر وہ غم میں رہتے ہوں — لگائے منہ نہ اُنکو کوئی چاہے کچھ بھی کہتے ہوں

پچاس ایّام اُن کو اسطرح گذرے مصیبت میں — نہ کوئی پوچھتا تھا بات اُن کی تھے وہ دقت میں

تو کہتے ہیں وہ میں اک روز گھبرا کر نکل بھاگا — پریشاں ہو گیا جب شہر میں سوئے جبل بھاگا

اِک عم زاد سے اپنے ملا اک باغ میں جا کر — سلام اُن کو کیا بھائی سمجھکر اُن کے پاس آ کر

مگر پایا نہ اپنی بات کا کوئی جواب اُن سے — دوبارہ عاجزی سے پھر کیا میں نے خطاب اُن سے

نہ بولے مجھ سے پھر بھی کچھ وہ اور چپکے رہے بیٹھے — یہ حالت دیکھکر جاتے رہے ہوش اور بھی میرے

کہا پھر تیسری بار اُن سے میں نے یوں خوشامد سے — نہ تھی امید مجھکو یہ تمہارے لطف بیحد سے

تو وہ منہ پھیر کر بولے کہ کوئی اور کیا جانے — شہ والا تمہارا حال جانیں یا خدا جانے

وہ کہتے ہیں یہ سُن کر مجھ پہ گریہ ہو گیا طاری — بہت رویا میں بحرِ اشک آنکھوں سے ہوا جاری

ہوا واپس وہاں سے میں تو میں نے یہ خبر پائی — کہ میری جستجو میں پھر رہا ہے ایک عیسائی

مجھے دیکھا جو لوگوں نے تو اُس سے یوں کہا بڑھ کر — یہی ہیں کعب جنکو ڈھونڈتے پھرتے ہو تم گھر گھر

کہا میں نے یہ اُس سے کون ہو کیا نام رکھتے ہو — تجسس میرا کیوں ہے مجھ سے تم کیا کام رکھتے ہو

کہا اُس نے کہ میں اک قاصدِ دربارِ شاہی ہوں — شہِ غسّان کا خط لایا ہوں اُنکا اک سپاہی ہوں
تمہارے نام ہی یہ خط پڑھو گے جب تو خوش ہوگے — بہت تکلیف اُٹھائی تم نے شاید اب تو خوش ہوگے
لیا وہ خط پڑھا دیکھا تو یہ تحریر تھا اُسمیں — کہ اے کعب ابنِ مالک میرے پاس آئی ہیں یہ خبریں
کہ پیغمبر تمہارے ہوگئے ہیں کچھ خفا تم سے — پریشاں ہو کہ ہوتا ہے سلوکِ ناروا تم سے
تم ایسے آدمی ہرگز نہیں جو ایسی حالت ہو — چلے آؤ ہمارے پاس تا دفعِ مصیبت ہو
تمہیں عزّت سے رکھونگا بڑے آرام پاؤ گے — ملیگا منصب اور اسکے سوا انعام پاؤ گے
پڑھا یہ خط تو رونے لگے اور بولے کیا قیامت ہے — یہ خط ہے یا مصیبت کوئی بالائے مصیبت ہے
معاذ اللہ بدبختی نے اب ایسا ستایا ہے — کہ کافر کفر کی جانب بلانے مجھکو آیا ہے
غلاموں سے رسول اللہ کے ہر دم بہم رکھنا — الٰہی تو مجھے اسلام پر ثابت قدم رکھنا
خطا مجھ سے ہوئی ہے میری غفلت سے حماقت سے — مگر امید بخشش ہے ترے دربارِ رحمت سے
یہ کہہ کر خط وہ پھاڑا اور جلایا آگ میں لاکر — کہا قاصد سے کہدینا یہ اُس بےعقل سے جاکر
مرے حق میں جو کچھ ہو رائے ذاتی اُن کی اچھی ہے — عنایت سے تری بے اتفاقی اُن کی اچھی ہے
معاذ اللہ اُسے چھوڑ آؤں جو پیغمبرِ حق ہے — یہ امید اور مجھ سے تو بڑا نادان و احمق ہے

خطاؤں کی سزاؤں کو سلوکِ ناروا سمجھا
سمجھ پر تیری ہے افسوس تو سمجھا تو کیا سمجھا

غلط ہے یہ کہ وہ اندوہ فکرِ بیکراں میں تھے
یہ اُن کی جانچ ہوتی تھی مقامِ امتحاں میں تھے

محبت کا رسول اللہ کی راز اُنپہ کھولا تھا
وہ کچھ شک تو نہیں رکھتے ہیں دل اُنکا ٹٹولا تھا

یہ سچ ہے خالقِ کون و مکاں عالم تھا دانا تھا
مگر اوروں کو بھی یہ سچے پن اُن کا دکھانا تھا

یہ سمجھانا تھا لوگوں کو کہ عاشق ایسے ہوتے ہیں
رسول اللہ کے اصحابِ صادق ایسے ہوتے ہیں

محبت میں نبی کی کامل و فرد ایسے ہوتے ہیں
کیا جائے بھروسہ جن پہ وہ مرد ایسے ہوتے ہیں

نکلتا ہو نبی پر جن کا دم وہ ایسے ہوتے ہیں
مصیبت میں جو ہوں ثابت قدم وہ ایسے ہوتے ہیں

جنہیں وہ دولتِ حبِ شہ ابرار دیتے ہیں
وہ یوں دنیا کے مال و زر پہ ٹھوکر مار دیتے ہیں

خوشی میں اُن کے دن یا رنجِ فرقت میں گذرتے ہیں
مگر ہر حال میں وہ دم نبی کا اپنے بھرتے ہیں

وہ کر دیتے ہیں ظاہر فرق ہے جو جھوٹ اور سچ میں
جو مومن ہیں وہ آسکتے نہیں دنیا کے لالچ میں

انہیں سے خلعتِ شاہی کی رتبے پست رہتے ہیں
گدا ہیں یہ مگر کملی میں اپنی مست رہتے ہیں

گرفتارِ مصیبت ہو کے مر جائیں کہ کٹ جائیں
مگر ممکن نہیں ہے یہ کہ راہِ حق سے ہٹ جائیں

وہ تھے انسان تو اُن سے خطا بھی ہو ہی جاتی تھی
مگر جب ہوتے تھے نادم عطا بھی ہو ہی جاتی تھی

غرض فاطمہ ہوا رخصت تو پھر کعب اپنے گھر آئے
یہاں آئے تو گھر والوں کے انداز اور ہی پائے

کہ اُن میں سے بھی کوئی گفتگو اُن سے نہیں کرتا
ہر اک بیزار ہے دم اُن کی اُلفت کا نہیں بھرتا

لگاتا مونہہ نہیں کوئی الگ سب اُن سے رہتے ہیں
نہیں وہ بولتیں زوجہ سے بھی جب کچھ وہ کہتے ہیں

خفا تھے سرورِ عالم تو ناراض اُن سے دنیا تھی
ہوا تھا آسماں سخت اور زمیں تنگ ان پہ گویا تھی

کہاں اُسکا ٹھکانا وہ جسے مقہور فرما دیں
وہ کس کے پاس جائے پھر جسے وہ دور فرما دیں

وہ کیوں مضطر نہو جس سے خفا سرکار ہو جائیں
نہ پوچھے رب بھی اُسکو جس سے وہ بیزار ہو جائیں

وہ ہو مایوس دامِ قیدِ رنج و غم میں گھر جائے
نظر وہ پھیر لیں جس سے زمانہ اُس سے پھر جائے

جدا جس سے نگاہِ سیدِ ابرار ہو جائے
پھرے وہ ٹھوکریں کھاتا خدائی خوار ہو جائے

کرے جو عذر اُن کے حکم میں گو نیک نیت ہو
نہیں ممکن کہ پھر بھی اُسکی قسمت میں نہ ذلت ہو

جو معمولی سمجھ لے اُن کے ارشادِ زبانی کو
نہیں ممکن نہ ترسے وہ خدا کی مہربانی کو

مقدم سمجھے حکمِ شہ سے جو اپنی تن آسانی
اٹھائے کیوں نہ آخر میں وہ اندوہ پشیمانی

ہوئی جب اُن کی یہ حالت تو چھت پر اپنی جا بیٹھے
کنارہ کر لیا دنیا سے اور سب سے جدا بیٹھے

وہاں آرام کرتے تھے نہ کچھ پیتے سو رہتے تھے
فراقِ مصطفےٰ میں رات دن بس روتے رہتے تھے

مہینوں تک نہ اِن حالات سے جب اِن کو ہوش آیا | تو آیا وہ بھی دن جب رحمتِ باری کو جوش آیا

عنایت کر کے خوش کر دی گئی طبعِ ملول اُنکی | گنہ بخشا گیا اُن کا ہوئی توبہ قبول اُن کی

اِسی حالت میں تھے دو اور جب اُن کو بھی بخشا | دیا قرآں میں تینوں کو قبولِ توبہ کا مژدہ

خدا بخشے جنہیں کیا ہو بیاں اُنکے مفاخر میں | ہے قرآں میں یہ آیت سورۂ توبہ کے آخر میں

وہ کہتے ہیں پڑا تھا میں پریشاں چھت پر اک شب کو | کہ میں نے یک بیک اُس رات یہ کہتے سنا سب کو

ابھی اصحاب میں فرمان شاہِ انبیا آیا | ہوئی مقبول توبہ کعب کی حکمِ خدا آیا

روایت یہ بھی ہے صدیق کوہِ سلع پر آئے | پکارا کعب کو اور اُن سے یہ الفاظ فرمائے

خدا نے کر دی اے کعب آج تم تینوں کی آمرزش | کرو شکر اُسکا فکر و غم سے چھوٹے ہو گئی بخشش

وہ کہتے ہیں یہ سُن کر شکرِ خالق میں بجا لایا | اُسی دم دوڑتا پیشِ شہِ ہر دوسرا آیا

گیا جب میں تو دیکھا رنگ یہ اُس خاصۂ رب کا | رُخِ روشن تھا ایسا چاند جیسا چودھویں شب کا

یہ عادت تھی شہِ دیں کی کہ جب مسرور ہوتے تھے | تو عارض آپ کے مثلِ قمر پُر نور ہوتے تھے

مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اب کیا خوف کیا ڈر ہے | تمہاری تینوں کی توبہ قبولِ ربِ اکبر ہے

ہوا ارشاد یہ بھی کعب جب سے تم ہوئے پیدا | مبارک آج کا سا دن کبھی تم پر نہیں آیا

کہا میں نے لٹاتا ہوں رہِ خالق میں گھر اپنا — خدا کے نام پر دیتا ہوں سارا مال و زر اپنا
کہا سرکار نے سب خرچ کرنا نامناسب ہے — مگر اظہارِ شکرِ حق میں کچھ دینا مناسب ہے
کہا میں نے کہ آدھا تو کہا یہ بھی زیادہ ہے — تو بولا میں نہ دوں اک ثلث سے کم یہ ارادہ ہے
تو فرمایا کہ اچھا اسقدر خیرات کر ڈالو — مناسب ہے خدا کا شکرِ احسانات کر ڈالو
جو تھے ان پانچ میں کے دو ہوئی تھی انکی یہ صورت — کہ وہ لشکر میں حسب وعدہ پہنچے تھے پس حضرت
وہاں سے ہو کے خوش کعب ابن مالک اپنے گھر آئے — ادا کرتے ہوئے شکرِ خدائے ذوالمنن گھر آئے
ہوئے خوش اُن کے گھر والے بھی اور احباب بھی سارے — شہِ کونین بھی اور آپکے اصحاب بھی سارے

خاتمہ و دعاء

لکھی یہ مثنوی میں نے پریشانی کی حالت میں — بہت ہی تنگیٔ اوقات میں اور ضیقِ فرصت میں
مگر شکرِ خدائے دو جہاں ہو ہی نہیں سکتا — ہوا ہے جو کرم مجھ پہ بیاں ہو ہی نہیں سکتا
کہ مجھ سا بے ہنر یوں سیرتِ خیر البشر لکھ لے — ذلیل و خوار مجھ سا یہ بیانِ مقتدر لکھ لے
یہ مضموں مجھ فقیر بے نوا سے کیا لکھا جاتا — یہ ہے تائیدِ غیبی یعنی مجھکو کچھ نہیں آتا

لکھے چھبیس ٢٦ سو اشعار یہ ڈھائی مہینے میں
خدا اُس نے مری مجھہ سے یہ پڑھوا دیے ہیں

میں ناظم ہوں نہ منشی ہوں نہ عالم ہوں نہ شاعر ہوں
مگر مداحِ محبوبِ خدا ہوں اُن کا ذاکر ہوں

لڑکپن سے طبیعت میں جو ذوقِ نعت خوانی ہے
اُسی رنگِ طبیعت کی مرے یہ بھی نشانی ہے

اگرچہ عمر بھر مضمونِ نعتِ شاہِ دیں لکھے
مگر اس مدح سے دو حرف بھی اب تک نہیں لکھے

مرا منہ کب تھا اس قابل کہ اُنکی مدح کہہ سکتا
مگر ممکن نہ تھا یہ بھی کہ میں خاموش رہ سکتا

یہ سیرت کا بیاں ہے اور طرزِ شعر گوئی ہے
یہ دعویٰ کر نہیں سکتا کہ کوتاہی نہ کوئی ہے

یہ پہلے کہہ چکا ہوں میں نہ عالم ہوں نہ شاعر ہوں
ہوں انساں سہو و نسیاں میں ہوں خاطی ہوں قاصر ہوں

معافی چاہتا ہوں ہو کمی بیشی اگر کوئی
خطا و سہو سے خالی نہیں ہوتا بشر کوئی

ادا ہو سکتے تھے مجھہ سے کہیں حق نعت سرور کے
کئے ہیں چند قطرے پیش میں نے یہ سمندر کے

یہ میرے آتشِ شوقِ دروں کے کچھہ شرارے ہیں
نبی کے آسماں مدح کے یہ چند تارے ہیں

نہ فردوسیِ طوسی ہوں نہ جامی و نظامی ہوں
میں اک انسان معمولی ہوں میں اک شخص عامی ہوں

اسے سب جانتے ہیں اور یہ مشہورِ عالم ہے
لکھا جو کچھہ بھی میری حیثیت اس سے بہت کم ہے

میں اس مضمون سے عہدہ برآ تو ہو نہ سکتا تھا
مگر دولت جو کچھہ ہاتھ آئی تھی وہ کھو نہ سکتا تھا

نہ میری کچھ حقیقت ہے نہ ہے یہ کچھ مرا کہنا | مگر مقبول ہو جائے تو پھر اے عیش کیا کہنا
میں کیا ہوں اور کیا ہے یہ مری طرز ثنا خوانی | مگر اشناؤ بینائی کا ہے یہ فیض روحانی
وہ بیشک خاص مداح جناب شاہ والا تھے | کہا جائے جو کچھ بھی انکی نسبت اُس سے بالا تھے
وہ عالم تھے وہ شاعر تھے وہ کامل تھے وہ یکتا تھے | شہ مصر صفا میں تھے امیر ملک معنیٰ تھے
وہ زمانہ میں ضیا باری مہر و ماہ و اختر تک | ہے روشن نام اُن کا اور رہیگا روز محشر تک

دعا

اسے دیکھے جو یارب اسمیں وہ مشغول ہو جائے | تری درگاہ میں یہ مثنوی مقبول ہو جائے
دیار بادشاہ دین و دنیا کا مسافر ہوں | تمنا ہے مدینے میں اسے میں لیکے حاضر ہوں
در پر نور پہ جا کر پڑھوں اور شاہ دیں سن لیں | میں عاصی ہوں مگر میری شفیع المذنبیں سن لیں
صلہ اسکا مجھے دربار سے اُن کے عنایت ہو | کرم ہو اُن کا میرے حال پر اور تیری رحمت ہو
تو ہے غفار یا اللہ تو ہے ستار یا اللہ | ہو میری پردہ پوشی روز گیر و دار یا اللہ
کئے پر اپنے یا اللہ میں نالاں ہوں گریاں ہوں | جرایم سے ندامت ہے گناہوں سے پشیماں ہوں

ترے دربار میں اپنی خطائیں لیکر آیا ہوں
باُمید قبولیت دعائیں لیکر آیا ہوں

وہاں ہوں میں جہاں خادم ہوں اُن اصحاب برتر کے
ہو میرا حشر یارب ساتھ یارانِ پیمبر کے

ہے یہ بھی التجا میری ترے دربار برتر میں
اُٹھوں دنیا سے یارب اُلفتِ آلِ پیمبر میں

ترے انعام سے بیدار میری خفتہ قسمت ہو
ترا اکرام میر آنکبیہ گاہِ خواب غفلت ہو

جو اسکا دشمن بدخواہ ہو مونہہ اُسکا کالا ہو
جہاں میں حشر تک دینِ نبی کا بول بالا ہو

ہمیں دے معرفت پھر اپنی پھر اہلِ یقیں کردے
الٰہی ہم ہیں پھر موجود شانِ تابعیں کردے

نہ رہ جائے یہاں سعئی ندامت رائیگاں ہوکر
اڑیں فردیں گناہوں کی ہمارے دھجیاں ہوکر

مراد اپنی نہ ہو ایسی کوئی جو بر نہ آئی ہو
دعاؤں کو نہ در تک تیری عذر نارسائی ہو

رہے دلشاد و خرم اُن کی آل اولاد محشر تک
رہے گھر پیر و مرشد کا مرے آباد محشر تک

الٰہی فیضیاب اُس سے رہی خلقِ خدا ساری
قیامت تک رہے آلِ رسولی سلسلہ جاری

ملے حصہ مجھے اُس سے بھی میری یہ بھی حسرت ہے
ترے محبوب کا لنگر ادیں جو خوانِ نعمت ہے

جو ہیں معطی بے ہمتا جو ہیں فیاض لاثانی
جناب غوث اعظم قطب عالم شاہ جیلانی

جو محی دیں ہیں اور جو وجہہ احیائے شریعت ہیں
ہمارے پاس دینی دو نعمتیں جنکی بدولت ہیں

انھیں کے واسطے سے اے خدا اِنکی دعا سُن لے
فقیرِ بینوائے قادری کی التجا سُن لے

شہیدِ کربلا کے صدقہ خونِ شہادت ہیں
ہمیں رکھنا الٰہی سرخرو روزِ قیامت ہیں

الٰہی سبطِ اکبر کے مقامِ قبر کا صدقہ
الٰہی حضرت زین العبا کے صبر کا صدقہ

پسِ مردن رہیں آرام سے راحت میسر ہو
ہمیں مرقد ہمارا صورتِ آغوشِ مادر ہو

طلب اعمال اپنے جب سرِ میزانِ محشر ہوں
تو پلے پر ابوبکر و عمر عثمان و حیدر ہوں

الٰہی پرسشِ روزِ جزا کا دل سے غم نکلے
زبان سے نام نامی شاہ دیں کا مرتے دم نکلے

نہ آنے پائیں میرے پاس تک وسواسِ شیطانی
کرم سے اپنے کرنا نزع کی سختی میں آسانی

مری اک عرض یہ بھی ہے قبولِ درگہِ عالی
رہے فکرِ معاش و دنیوی سے فارغ البالی

متاعِ دنیوی بس در خورِ آرام و راحت دے
سوا تیرے نہ مانگوں اور سے یہ استقامت دے

میں عاصی ہوں میں خاطی ہوں میں مجرم ہوں میں ملزم ہوں
مگر مداحِ خدامِ شہنشاہِ دو عالم ہوں

انھیں کا واسطہ دیتا ہوں کر مجھ پر کرم یارب
نہ ہٹنے پائیں راہِ شرع سے میرے قدم یارب

بڑا معطی سمجھکر تجھکو مانگی ہے دعا میں نے
بھروسے پر تری بخشش کے کی ہے التجا میں نے

کرم تیرا ہے بیحد بے نہایت تیری رحمت ہے
تری بخشش کے آگے میری حاجت کوئی حاجت ہے

روا کیں حاجتیں ساری بنائے کام سب تو نے
طلب ہی یہ تو مجھکو تو دیا ہے بے طلب تو نے

ترا طالب کبھی غم میں گھرا ہو یہ نہیں دیکھا
ترے در سے کوئی خالی پھرا ہو یہ نہیں دیکھا

دعا یہ ہی کہ ان کے حال پر تیری نوازش ہو
مرے بھائی بہن کی والدہ والد کی بخشش ہو

ہوئے ہیں جو مرے احباب خوش یہ مثنوی سن کر
انھیں آزاد کر دے دام غم سے ای مرے اور

رہیں خوش دوست میرے مولوی مفتی کرم احمد
لکھائی ہی جنھوں نے مثنوی یہ مجھسے کر کر کد

مکرم کر انھیں دونوں جہاں کی انکو عزت دے
انھیں دے دین کی نعمت انھیں دنیا کی دولت دے

تجھے میں واسطہ دیتا ہوں شاہ جن و انساں کا
الٰہی خاتمہ ایمان پر ہو ہر مسلماں کا

کلام ایسے مسرور ہی ابھی مقبول ہوتا ہے
بس اب خاموش ہو اے عاشق قصہ طول ہوتا ہے

خدا سے پاک سے درکار ہی حسن ختام اپنا
درود مصطفیٰ پر کیجئے ختم کلام اپنا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ قَدْرَ حُسْنِہٖ
وَجَمَالِہٖ